بسم اللہ الرحمن الرحیم

تصحیح و اضافہ شدہ

بکھرے موتی

VOLUME - 10

انتخاب و ترتیب

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالن پوری مدظلہ العالی

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالن پوری رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

بکھرے موتی

جلد دہم

(انتخاب وترتیب)

حضرت مولانا محمد یونس صاحب پالنپوری

خلف الرشید

مبلغ اعظم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ

ناشر

مکتبہ ابن کثیر

نام کتاب : بکھرے موتی (جلد ۱۰)

انتخاب وترتیب : حضرت مولانا محمد یونس پالن پوری دامت برکاتہم

اشاعت اول : ۲۰۱۲ء

مطبوعہ : ایچ ایس آفسیٹ پرنٹرس، نئی دہلی

ملنے کا پتہ :

ناشر

مکتبہ ابن کثیر

225/45, Bellasis Road, Shop No. 8,
Nagpada, Mumbai - 400 008. (INDIA)
Tel.: +9122 23008787 - +9122 23003800
E-mail : mypalanpuri@ibnekaseer.net /com
website : www.ibnekaseer.net /com

پیش لفظ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ امابعد:-

اللہ کا شکر ہے کہ بکھرے موتی جلد دہم (۱۰) آپ لوگوں کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب کو لے کر حرمین شریفین آیا اور دسویں جلد کو لے کر بیت اللہ کا طواف کیا، اللہ سے قبولیت کی درخواست کی، اللہ پاک بندہ کی ساری کتابوں کو قبول فرمائے۔ آمین

بندہ حرم شریف مکہ مکرمہ میں ہے۔ ۲۲/رجب ۱۴۳۳۔ ۱۱/جون عشاء کی نماز کے وقت یہ کتاب پوری ہوئی۔ ناظرین سے درخواست ہے کہ بندہ کے لئے اور خاص طور پر بندہ کے والد محترم حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوریؒ کیلئے بندہ کی والدہ محترمہ کیلئے اور بندہ کی قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے اور بندہ کی کتاب کی اشاعت میں حصہ لینے والوں کیلئے دعاؤں کا اہتمام کریں۔

۲۲/رجب ۱۴۳۳۔ ۱۱ جون ۲۰۱۲ کو حرم مکہ میں عشاء کی اذان اور فرض کے درمیان یہ تحریر لکھی گئی ہے۔ اللہ کے کرم سے بکھرے موتی جلد گیارہ (۱۱) کا کام بھی آج سے حرم شریف کی مبارک فضا میں شروع کر دیا۔ اللہ آسان فرمائے اور قبول فرمائے (آمین)

اللہ کی رضا کا طالب

محمد یونس پالنپوری

فہرست

نعت شریف

نازاں ہے حسن جس پہ وہ حسن رسول ﷺ ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کے دھول ہے

اے رہروانِ شوق ! یہاں سر کے بل چلو
طیبہ کے راستوں کا تو کانٹا بھی پھول ہے

ہر اک قدم پہ اس میں ضروری ہے احتیاط
عشق بتاں نہیں ہے یہ عشق رسول ﷺ ہے

زاہد ! خیال پیروی مصطفی ﷺ رہے
پھر اس کے بعد تیری وفا کا اصول ہے

منبر ہو یا کہ دار نہ جائے گی یادیار
اے دل ! یہ اہل عشق و وفا کا اصول ہے

باطل کے سامنے نہ جھکاؤں گا سر کبھی
میری نظر میں اسوۂ ابن بتول ہے

آئین مصطفی کے سوا حل مشکلات
یہ عقل کا فریب نگاہوں کی بھول ہے

اس پر نزول رحمت پرور دگار ہو
یونسؔ فراق دوست میں جو دل ملول ہے

اقوال زریں

حضرت غوث اعظم عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ خدا کی خوشنودی حاصل کر، تا کہ وہ بھی تیرے لئے وسائل خوشنودی پیدا کرے۔
★ علم شریعت عین علم نور ہے۔
★ اہل درد کی بات سن، تا کہ تجھے بھی درد دل میسر آئے۔
★ مسلمان وہ ہے جو دوسروں کی بھلائی کے لئے شب و روز وقف کردے۔
★ کبھی تو نے سوچا کہ تیرے حقوق و فرائض کیا ہیں۔
★ ہمیشہ کم گو رہ، کیونکہ اس بات میں لاتعداد فوائد ہیں۔
★ ہمیشہ دوسروں کے کام آ، خدا بھی تیرے کام آسکتا ہے۔
★ خدا کے کام کر، خدا تیرے کام کرے گا۔
★ اللہ کی بردباری کی وجہ سے دلیر نہ ہو، کیوں کہ اس کی گرفت بہت سخت ہے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نصیحتیں

★ آہستہ بولنا، نیچی نگاہ رکھنا، میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔
★ دنیا کے طالب لوگوں کو خدا اتنا ہی دیتا ہے جتنا اللہ نے ان کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔
★ غلط جگہ مال و دولت خرچ کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔
★ تنگ دستی پر صبر کرنے سے خدا کی طرف سے فراخ دستی حاصل ہوتی ہے۔
★ نادار کا ایک درہم صدقہ بہتر ہے، دولت مند کے ایک لاکھ درہم صدقہ سے۔

★ نعمت وعافیت کے ہوتے ہوئے زیادہ طلب کرنا بھی شکوہ ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ دعا کے وقت کسی گناہ یا اطاعت کا خیال دل میں لانے کی بجائے خدا کی رحمت پر نظر رکھنی چاہئے

★ انسانی زندگی کا سب سے بہتر مصرف یہ ہے کہ ہر وقت اپنے پیدا کرنے والے کی یاد میں محو رہے۔

★ حق تعالیٰ پر بھروسہ رکھنا چاہئے اور اس کے سوا کسی سے امید نہ رکھنی چاہئے۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ رات کو سوتے وقت دن بھر کے کاموں کا محاسبہ کر لیا کرو۔

☆ کلام میں نرمی اختیار کرو، لہجے کا اثر الفاظ سے زیادہ ہوتا ہے۔

☆ تکلف میں زیادتی محبت کی کمی کا سبب بن جاتی ہے۔

☆ عورتوں کی بدخلقی پر صبر کرنے والا حضرت ایوب علیہ السلام کے صبر کے برابر ثواب پائے گا۔

☆ غفلت ایسی لعنت ہے، جو بندہ کو خدا سے دور پھینک دیتی ہے۔

☆ قرض بغیر تقاضا ادا کر دینا قرض دار کی طرف سے احسان ہے۔

☆ جو کام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے خلاف ہو اگرچہ بشکل عبادت ہو گناہ ہے۔

☆ جس احتیاط اور پرہیز سے مسلمان کو رنج پہنچے اس کو چھوڑ دے۔

☆ سب سے بڑی دولت زبان ذاکر، دل شاکر اور فرمانبردار عورت ہے۔

☆ نیک عورت امور دنیا سے نہیں بلکہ اسباب آخرت میں سے ہے۔

☆ عورت کی بدخلقی پر صبر کرنا، اس کی ضروریات مہیا کرنا اور راہ شرع پر اس کو قائم رکھنا بہترین عبادت ہے۔

حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ جو شخص اچھا کھانے، اچھا پہننے اور دولت مندوں کی صحبت میں بیٹھنے کی خواہش رکھتا ہے، وہ دوزخ کے نہایت ہی قریب ہے۔

★ سچ بولو گے اور نیت و فعل میں بھی صدق رکھو گے تو جواں مرد کہلاؤ گے۔

★ اپنے تھوڑے مال پر قانع رہو اور دوسرے کے مال پر بُری نظر مت ڈالو۔

★ اگر جد و جہد کرتے ہوئے کامیابی کو صرف خدا کے حوالے کرو گے تو لوگوں سے بے پرواہ ہو جاؤ گے اور یہی حقیقی استغنا ہے۔

★ سرداری سچائی میں، فخر فقر میں، بزرگی قناعت میں، سربلندی عجز میں اور نسبت پرہیزگاری میں ہے۔ ضرورتیں کم کرو گے تو راحت پاؤ گے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ جب صحیح حدیث مل جائے تو اقوال کو بھول جاؤ۔

★ دل زبان کی کھیتی ہے، اس میں اچھی بوائی کرو۔ سارے نہیں تو ایک دو دانے ضرور اُگ آئیں گے۔

★ بڑی کوتاہیوں سے چشم پوشی کرنے والا دوست مجھے محبوب ہے۔

★ اہل مروت تو مصائب میں مبتلا رہتے ہیں۔

★ تنہائی میں نصیحت کرنا شرافت ہے اور باعث اصلاح ہے، جبکہ سب کے سامنے نصیحت رسوائی ہے۔
★ اس میں کوئی بھلائی نہیں، جو علم کی محبت نہیں رکھتا۔
★ گناہ کا پتہ ہونے پر بھی گناہ کرنے والا سب سے بڑا جاہل ہے۔

حضرت شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ تم نے اپنے آپ کو کیوں بھلا دیا، یہی سب سے بڑی غفلت ہے۔
★ تم اپنے آپ کو علم سے آراستہ کرو، کیوں کہ یہی مرد کا زیور ہے۔
★ بدی سے توبہ کرو اور بدنام سے سبق سیکھو اور نیکی کو پوشیدہ رکھو۔
★ راہ فقر اختیار کرنا ہے تو دنیاوی آلائش و آلام سے دل کو پاک رکھ۔
★ درویش کبھی اپنی مرضی نہیں کرتا، رضائے خداوندی اس کا مقدر بن جاتا ہے۔
★ جس نے خدا کو راضی کیا خدا نے اپنے اس بندے کو راضی کیا۔
★ بزرگان دین کی زندگی کو سامنے رکھ کر ہی بہترین زندگی گزاری جاسکتی ہے۔

شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ زمانے کی گردش سے دل شکستہ ہو کر نہ بیٹھ، اس لئے کہ صبر اگرچہ کڑوا ہے، لیکن اس کا پھل میٹھا ہے۔
★ مصیبت صبر و ایمان کا امتحان لینے آتی ہے، مایوسی کمزوری ایمان کی دلیل ہے۔
★ جو شخص دوسرے کے غم سے بے غم ہے، آدمی کہلانے کا مستحق نہیں۔
★ دشمن سے ہمیشہ بچو اور دوست سے اس وقت جب وہ تمہاری تعریف کرنے لگے۔

★ اگر چڑیوں میں اتحاد ہو جائے تو وہ شیر کی کھال اُتار سکتی ہیں۔
★ شیریں کلام اور نرم زبان انسان کے غصے کی آگ پر پانی کا سا اثر کرتی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ نیک بخت وہ ہے، جو عمر کو غنیمت جان کر اسے یاد خداوندی میں صرف کرے۔
★ آخرت کا کام آج کر، دنیا کا کام کل پر چھوڑ دے۔
★ محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے محبوب کی ہر چیز محبوب ہو جاتی ہے۔
★ شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم، عمل اور اخلاص، ان کا حصول اللہ کی رضا کا حصول ہے۔
★ نفس پر شریعت اور نیکی کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دشوار نہیں۔
★ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ شریعت کی ترویج اور احکام الٰہی کے فروغ کے لئے کوشش کی جائے۔
★ اخلاص مقام رضا کا لازمی نتیجہ ہے، مگر ہزاروں میں سے کوئی ایک اس دولت سے مشرف ہوتا ہے۔

حضرت ابوبکر صیدلانی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ جو حق بات کہنے میں تامل کر کے چپ رہے گا، وہ گونگا ابلیس ہے۔
☆ علم اختیار کرنے والا اوامر ونواہی کی پابندی کرتا ہے۔
☆ مخلوق سے وہ شخص فارغ ہوتا ہے، جو اپنے اور اللہ کے درمیان صدق اختیار کرے۔
☆ سب سے اچھا آدمی وہ ہے، جو دوسروں میں خوبیاں دیکھے اور اپنی خوبیاں نظر انداز کر دے۔

☆ انسان کو اللہ یا اس کے بندے کی صحبت اختیار کرنی چاہئے کیونکہ اللہ تک پہنچنے کا صرف یہی راستہ ہے۔

☆ جو حق تعالیٰ کو اپنے نفس پر اختیار کرے وہ صاحب سخا ہے۔

☆ جو حق تعالیٰ پر اپنی جان نثار کرنے کو تیار ہو، وہ صاحب ایثار ہے۔

حضرت خواجہ محمد اسد ہاشمی رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

★ جس نے اپنے مالک کا شکریہ ادا نہ کیا، وہ دوسروں کا شکر گزار کیسے ہو سکتا ہے۔

★ جس نے خلق خدا کا شکریہ ادا کیا، اس شخص نے خدا کا بھی شکریہ ادا کیا۔

★ صبر سے کام لو۔ محنت کرو۔ اچھے دن لوٹ آتے ہیں۔

★ دوسروں کی خدمت میں عظمت ہے، غریب پروری سب سے بڑی عبادت ہے۔

★ جس نے خود غرضی سے کام لیا جانو وہ بارگاہ ایزدی سے ٹھکرایا ہوا انسان ہے۔

★ انسانیت پیدا کر، یہی معراج انسانیت ہے۔

★ اپنے ملک وقوم کی خاطر جان قربان کر۔

★ بیماروں کی تیمارداری، مساکین کی حوصلہ افزائی، ظالم سے مقابلہ عین جہاد اکبر ہے۔

حکیم افلاطون کی نصیحتیں

★ وہ شخص جو عقلمند نہیں وہ دنیاوی لذتوں سے خوش ہوگا اور مصیبتوں سے مضطرب ہوگا۔

★ دوست کے ساتھ ایسا سلوک کرو کہ حاکم تک نوبت نہ پہنچے اور دشمن سے اس طرح کا برتاؤ کرو کہ اگر حاکم تک نوبت پہنچے تو کامیابی تجھے ہو۔

★ انسان کا فخر اس میں ہے کہ فخر نہ کرے اور باوجود بڑا ہونے کے اپنے آپ کو کمتر خیال کرے۔
★ جو شخص لوگوں سے کنارہ کشی کرتا ہو تو اس سے مل اور جو شخص لوگوں سے ملنے کا عادی ہو، اس سے کنارہ کشی کر۔
★ خدائے کریم کے تمام عطیوں میں سے حکمت سب سے بڑھکر ہے اور حکیم وہ شخص ہے جس کے قول وفعل دونوں یکساں ہوں۔

علامہ ڈاکٹر سر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ مسلمان کے لئے جائے پناہ صرف قرآن پاک ہے۔
☆ قرآن کریم کا صرف مطالعہ ہی نہ کیا کرو، بلکہ اس کو سمجھنے کی کوشش کرو۔
☆ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم سرِّ دین بھی ہے اور وسیلہ دنیا بھی۔ اس کے بغیر انسان نہ دین کا نہ دنیا کا۔
☆ علم کی جستجو جس رنگ میں بھی کی جائے عبادت ہی کی شکل ہے۔
☆ اسلام ہی ہمارا وطن ہے اور اسلام ہی ہماری نسل ہے جیسا کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: سلمان ابن اسلام ابن اسلام۔
☆ دنیا ایک بہت اہم مقام ہے اور اس سے صحیح استفادہ کرنے کے لئے ہمیں انسان کامل بننے کی کوشش کرنی چاہئے۔

مصطفی کمال اتاترک کی نصیحتیں

❁ دنیا کی کوئی طاقت ایسی نہیں ہے، جو کسی قوم کو زندگی کے حق سے محروم کر سکے۔
❁ تمام قوموں اور تمام اشخاص کو انصاف اور انسانیت کی بارگاہ میں مشترکہ حقوق حاصل ہیں۔

- کشور کشائی اور جہانگیری کے سنہرے خوابوں کی تعبیر کے پیچھے وقت اور قومی وسائل کو ضائع کرنے سے قطعی پرہیز کرنا چاہئے۔
- معقولیت سے کام لیجئے اور حد سے باہر نکلنے کے بجائے اپنی مشکلات کا اندازہ کیجئے۔
- جس طرح ہمارا ملک اور قوم امن وامان کے حاجت مند ہیں، اسی طرح ساری دنیا صلح صفائی کی طالب ہے۔

حضرت شیخ خدایار غوث زماں رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ جھوٹ انسانی کردار کو کمزور کر دیتا ہے۔
☆ غیبت معاشرتی برائیوں میں اضافہ کر کے انتشار ونفاق پیدا کرتی ہے۔
☆ دوسروں کی دل شکنی نہیں کرنی چاہئے۔ دل نوازی عبادت ہے۔
☆ مسلمان کی شان بہت بلند ہے کہ آسمان کے ستارے بھی رشک کرتے ہیں۔
☆ مومن اور خدا کے درمیان تمام حجابات دور ہوتے ہیں۔
☆ بندۂ خدا کبھی بھی اپنے مطلوب سے جدا نہیں ہوتا۔
☆ ذرا اپنی زندگی پر غور کر اور اصلاح کر، تا کہ منزل حق میسر آئے۔
☆ دوسروں کے لئے وہی چاہو جو تم خود اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

حضرت خواجہ غلام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحتیں

☆ کسی کی دل آزاری سے بچنا چاہئے۔
☆ خدمت خلق دیگر نفلی عبادات سے افضل ترین عبادت ہے۔
☆ تسبیح وتہلیل سے بہتر خدمت خلق ہے۔

☆ استغفار پڑھنے کے لئے نہیں بلکہ عمل کرنے کی چیز ہے۔ یعنی گناہوں سے بچنا اور اللہ کے سامنے ہاتھ جوڑنا۔

☆ اللہ کے بندے اللہ کی راہ میں لعنت و ملامت سے نہیں ڈرتے۔

☆ ظاہر آراستہ کرنے کی بجائے باطن کی پاکیزگی کو ہمیشہ اہمیت و فوقیت ہونی چاہئے۔

☆ پابندی صوم وصلوٰۃ لازم ہے۔

ماں

☆ ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے۔ (حدیث شریف)

☆ اگر ہم بہترین قوم کے خواہش مند ہیں تو ہمیں بہترین مائیں پیدا کرنی ہوں گی۔ (سرسید احمد خانؒ)

☆ سخت سے سخت دل کو ماں کے پرنم آنکھوں سے موم کیا جاسکتا ہے۔ (علامہ اقبال)

☆ ہماری ماں نے ہمیں زندہ رہنے اور آزادی سے زندگی گزارنے کا سبق دیا۔ (مولانا شوکت علی)

☆ ماں کی محبت حقیقت کا آئینہ ہوتی ہے۔ (مولانا الطاف حسین حالی)

☆ جس گھر میں تعلیم یافتہ اور نیک ماں ہو، وہ گھر تہذیب وانسانیت کی درس گاہ ہوتا ہے۔ (فریڈرک)

دیگر زریں اقوال

★ انسان کی حقیقی عظمت کا جائزہ اس کے اعمال سے لیا جاسکتا ہے۔

★ تعلیم کا مقصد انسانی علم میں اضافہ کرنا ہی نہیں، اس کا مقصد انسانی ذہن کی تشکیل ہے۔

★ امیروں کا یہ خیال کہ غریب خوش اور بے غم ہوتے ہیں، اتنا ہی احمقانہ ہے ، جتنا غریبوں کا یہ خیال کہ امیر خوش وخرم ہوتے ہیں۔

★ تعلیم کا آغاز تو ماں کی گود سے ہی شروع ہو جاتا ہے، اس وقت ماں کا ہر لفظ بچے کے کردار کی تعمیر پر اثر ڈالتا ہے۔

★ ذاتی لائبریری زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ ہے اور دماغی لائبریری بیش بہا نعمت۔

★ خوشی ہی تندرستی ہے اور اس کے برعکس غم بیماری کا گھر ہے۔

★ اعتماد ہی زندگی کی متحرک قوت ہے۔

☆ ہر کام میں استقلال بڑی چیز ہے، اسے ہاتھ سے نہ جانے دو۔

☆ جو کام کرو اس میں ضرور پہلے سوچ لو کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور کس طرح کرنا چاہئے تاکہ انجام بخیر ہو۔

☆ کسی کام کو اتنا آسان نہ سمجھو۔ مگر نہ مشکل کہ کم ہمتی سے اسے چھوڑ بیٹھو۔

☆ جس بات میں تمہیں خود شبہ ہو، اس کا دعویٰ ہرگز نہ کرو۔

☆ ظاہری ٹیپ ٹاپ کے بجائے علم واخلاق کے ذریعہ اندرونی زیبائش میں کوشش کرو۔

☆ کھانے میں، پہننے میں ہمیشہ وہ طریقہ اختیار کرو جو نبھ جائے۔

☆ اپنے آپ کو مصروف رکھو، ورنہ غم اور مایوسی تمہیں فنا کر دیں گے۔

☆ تم کہیں بھی رہو، موت آ کر رہے گی، خواہ پتھر کی مضبوط عمارتوں میں خود کو بند کر لو۔

☆ اپنے گھر کی باتیں باہر کے لوگوں کو نہ بتاؤ، تمہاری غیر موجودگی میں لوگ تمہارا مذاق اُڑائیں گے۔

☆ آزمائے ہوئے کو بار بار مت آزماؤ۔

☆ اگر اپنا رعب قائم رکھنا چاہتے ہو، تو چشم پوشی سے کام لو۔
☆ نصیحت ایک سچائی ہے اور خوشامد ایک بدترین دھوکہ۔
☆ کبھی کبھی رولیا کرو کہ اس سے تمہیں چند لمحے سکون مل جائے گا۔
☆ شکست فتح کا زینہ ہے۔ اگر جیتنا ہے تو ہارے چلا جا
★ تین قانون کی پابندی لازمی ہے قانونِ قدرت، قانونِ شرع اور قانون سلطنت۔
★ اگر واقعی تم میں کوئی خوبی ہے تو شیخی نہ مارو۔
★ تم اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا دیکھ لیتے ہو، مگر تمہیں اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا۔
★ کنجوس اس شکاری کتے کی طرح ہے جو بھوکہ ہونے کے باوجود شکار کی حفاظت کرتا ہے تاکہ اسے دوسرے کھائیں۔
★ خوشی اور غم دونوں میں صبر کرو کیونکہ ہر کام کا ایک انجام ہوتا ہے۔
★ دنیا شیطان کی دکان ہے اس میں کچھ نہ لو، اگر تم نے کچھ لیا تو شیطان تلاش کرتا ہوا تم تک پہنچ جائے گا۔
★ دنیاوی خواہشات سے وہی رکتا ہے جس کے دل میں آخرت کی فکر ہوتی ہے۔
★ بار بار آزمانے پر ہی کسی کو آدمی سمجھا جاتا ہے۔
★ زندگی موت سے بھی زیادہ سخت ہے کیونکہ زندگی ہی میں انسان کو ہر قسم کے رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔
★ مایوسی انسان کی سب سے بڑی دشمن اور خدا کا عذاب ہے۔
★ جس بیماری کا سبب معلوم ہو اس کا علاج موجود ہے۔
★ عقل مند وہ شخص ہے کہ اپنی زبان کو دوسروں کی مذمت سے بچائے رکھے۔
★ آدمی کی عقل کی دلیل اس کا قول ہے اور اصل دلیل اس کا فعل ہے۔
★ وہ شخص تعریف کا مستحق ہے، جو قوت علم کے ساتھ شدت غضب کو زائل کر سکے۔

★ نہ زیادہ خاموشی اچھی ہے اور نہ گویائی۔
★ بدتر وہ ہے جس میں حیا کم ہو۔
★ قطرے اپنے استقلال سے چٹان میں سوراخ کر سکتے ہیں۔
★ دوسرے کی غلطیاں نکالتے نکالتے خود ہی نہ بھٹک جانا۔
★ بہترین گھر وہ ہے، جہاں یتیم کا احترام کیا جائے۔
★ جس نے اپنے آپ کو پسند کیا، وہ برباد ہوا۔
★ اپنی مدد آپ کامیابی کا سب سے بڑا اصول ہے۔
★ ایسا اشارہ بھی حرام ہے، جس سے کسی کو رنج پہنچے۔
★ جس فعل سے شرمندگی اٹھانی پڑے اس سے پرہیز کرو۔
★ دانش مند وہ ہے، جو عمر کو ضروری کاموں میں صرف کرے۔
★ موقع کا انتظار نہ کرو، بلکہ اپنے لئے خود موقع تلاش کرو۔
★ بدگمانی ایسا زہر ہے، جو ہرے بھرے درخت کو راکھ کر دیتا ہے۔
★ کوئی آئینہ انسان کی اتنی حقیقی تصویر پیش نہیں کرتا، جتنا اس کی بات چیت۔
★ دنیا میں زندگی کی سانسیں بہت کم ہیں اور قبر کی زندگی بہت طویل ہے۔
★ دل کو قابو میں رکھنا اور اختیار ہونے پر ناجائز خواہشوں سے بچنا ہی مردانگی ہے۔
★ جس طرح سوئی برہنہ رہ کر دوسروں کے تن ڈھانپنے کا سامان کرتی ہے اسی طرح تم بھی دوسروں کے کام آؤ۔
★ جو تم سے نیچا ہو اس سے نرمی اور جو اونچا ہو اس کا ادب کرو۔
★ تنہائی میں نصیحت کرنا شرافت ہے اور باعث اصلاح ہے، جبکہ سب کے سامنے نصیحت رسوائی ہے۔
★ کفایت شعاری ایک قومی فریضہ ہے۔

★ تحریک ایک خاموش آواز ہے اور قلم ہاتھ کی زبان ہے۔
★ زبان کی لغزش پاؤں کی لغزش سے زیادہ خطرناک ہے۔
★ آنکھیں جھکتی ہیں تو زمانے بھر کی حیا اپنے اندر سمو لیتی ہیں۔
★ زندگی صرف خوشیوں کا نام نہیں، بلکہ بہت زیادہ دکھ اور بہت کم سکھ کا نام ہے۔
★ کسی دکھی انسان کا ٹھہرا ہوا آنسو پونچھ لینا ہزاروں خون بہانے سے بہتر ہے۔
★ مسلسل محنت اور ناکامی سے نہ گھبرانا کامیابی کی دلیل ہے۔
★ ہر حرکت اپنے اندر ایک سبق پوشیدہ رکھتی ہے۔
★ محنت سے جسم تندرست، دماغ صاف، دل فیاض اور جیب بھری رہتی ہے۔
★ اخلاق جسمانی حسن کی کمی کو پوری کر دیتا ہے۔
★ اگر تم ہنستے ہو تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہنسے گی، لیکن روتے وقت تمہیں اکیلے رونا پڑیگا۔
★ بڑا بننے کے واسطے پہلے چھوٹا بنو، کیونکہ بڑی عمارتیں جب بنتی ہیں تو ان کی بنیاد چھوٹی چھوٹی اینٹوں سے بنتی ہے۔
★ دوسروں پر بھروسہ کرنے والے کم ہی کامیاب ہوتے ہیں۔ کسی کے غصے میں کہے الفاظ مت بھولو۔
★ سب سے زیادہ مالدار وہ ہے، جو نہ تو قرض لے اور نہ ہی خوشامد کرے۔
★ بھوکوں اور فاقہ کشوں کی سازش بہت بری ہوتی ہے۔
★ مشورہ لینا گو بری بات نہیں، مگر اس مشورے پر بلا غور و فکر عمل کرنا برا ہے۔
★ زندگی میں دو باتیں ہمیشہ یاد رکھیں ، غصے کی حالت میں کوئی فیصلہ نہ کریں، خوشی کی حالت میں کوئی وعدہ نہ کریں۔
★ نصیحت کرنا آسان ہے، لیکن حل بتانا مشکل ہوتا ہے۔

- ★ مفلسی انسان کو کفر کے قریب لے جاتی ہے۔
- ★ انسان سوتے وقت فی منٹ ۱۴ مرتبہ سانس لیتا ہے۔
- ★ سورج چاند سے ۴۰۰ گنا بڑا ہے۔
- ★ پھلوں میں سب سے کم کیلوریز کھیرے میں ہوتی ہے۔
- ★ دنیا میں بولی جانی والی زبانوں کی کل تعداد ۶۰۰۰ ہے۔
- ★ عورت کے خون میں مرد کی نسبت سرخ خلئے ۲۰% کم ہوتے ہیں۔
- ★ الوا پنا سر پورے دائرے میں گھما سکتا ہے۔
- ★ دنیا کی عزت مال سے اور آخرت کی عزت اعمال سے ملتی ہے۔
- ★ موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔
- ★ کردار انسان کا وہ حسن ہے جسے زوال نہیں۔
- ★ ایک جھوٹ سے بہت سے جھوٹ جنم لیتے ہیں۔
- ★ مصیبت کا خوش اسلوبی سے اٹھانے والا ہی سب سے بہتر کام کر سکتا ہے۔
- ★ جنگی فتوحات سے زیادہ اہم امن کی فتح ہے۔
- ★ پرانا تجربہ ہی نئی تعمیر کی بنیاد ہوتا ہے۔
- ★ جہاں اعتماد کے بیج کی آبیاری ہو، وہیں مسرتیں پروان چڑھتی ہیں۔
- ★ موت سونے کی وہ چابی ہے جو جاوداں نامی محل کا دروازہ کھول دیتی ہے۔
- ★ دیندار عورت سب سے اچھا اور سب سے آخری آسمانی تحفہ ہے۔
- ★ دنیا میں اچھی بیوی مردوں کے لئے نعمت عظمیٰ ہے۔
- ★ عقل کی حد ہو سکتی ہے، مگر بے عقلی کی نہیں۔
- ★ ہر نیک آدمی اپنی جگہ خود بنا لیتا ہے۔
- ★ آہستہ بولنا، نیچی نگاہ رکھنا، میانہ چال چلنا ایمان کی نشانی ہے۔

★ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالو خواہ کم ہو یا زیادہ۔
★ گناہ کسی نہ کسی صورت میں دل کو بے چین رکھتا ہے۔
★ غلط جگہ پر مال و دولت خرچ کرنا نعمت کی ناشکری ہے۔
★ خدا کے احکام پر عمل کرنے کا نام بندگی ہے۔
★ دنیا کے طالب لوگوں کو خدا اتنا ہی دیتا ہے جتنا اللہ نے ان کے مقدر میں لکھ دیا ہے۔
★ نادار کا ایک درہم صدقہ بہتر ہے دولت مند کے ایک لاکھ درہم کے صدقے سے۔
★ نعمت و عافیت کے ہوتے ہوئے زیادہ طلبی بھی شکوہ ہے۔
★ زندگی کا ایک مقصد بنالو اور پھر ساری طاقت اس کے حصول پر لگا دو، تم یقینا کامیاب ہو گے۔
★ جہاں عورت نہ ہو، وہاں نیکی کے فرشتے نہیں آتے، (حضرت موسیٰ علیہ السلام)
★ عورت اور محبت لازم و ملزوم ہیں۔ (حضرت موسیٰ علیہ السلام)
★ اگر عورت کے دل کو چیرا جائے تو صبر و تحمل، برداشت اور قربانیوں کے سوا کچھ نہیں ہوگا۔ (راجسٹر)
★ عورت، مرد کے لئے اس طرح ناگزیر ہے، جس طرح زندگی کے لئے سانس۔ (کنفیوشس)
★ عورت اس شاخ کی مانند ہے، جو ہوا کے نرم جھونکوں کے ساتھ جھکتی ہے اور ایک طوفان کی سختی سے ٹوٹ نہیں سکتی۔ (ایڈورڈ مور)
★ دنیا میں سب سے بڑی قوت عورت کے آنسو ہیں۔ (ٹامس مور)
★ اگر مرد کو آنکھ تصور کر لیا جائے تو عورت اس کی بینائی ہے اور مرد پھول ہے تو عورت اس کی خوشبو۔ (سقراط)

★ زندگی بغیر محنت کے مصیبت اور بغیر عقل کے حیوانیت ہے۔
★ کتنی حسین ہے، وہ زندگی جو بغاوت اور تصنع سے پاک ہو۔
★ خوداعتمادی، خودشناسی اور خود ضبطی انسان کی زندگی کو کامل بنا دیتی ہے۔
★ زندگی نام ہے دوسروں کی مدد کرنے کا۔
★ زندگی نام ہے اللہ کے سامنے بے بسی کا۔
★ زندگی میں وہ واحد چیز جس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ہماری ملکیت ہے وہ عمل ہے۔
★ زندگی کے فٹ پاتھوں پر نظر ڈالی جائے تو بے شمار کہانیاں دم توڑتی نظر آئیں گی۔
★ زندگی ایک حسین خواب ہے، جب ٹوٹتا ہے تو پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔
★ جس نے تمہارے ساتھ برا سلوک کیا، اس کے ساتھ تم اچھائی کرو اور جس نے تمہیں ستایا ہے، اسے معاف کرو۔ (حضرت علی رضی اللہ عنہ)
★ کسی چیز کی شدت سے خواہش محض بری بات نہیں، بلکہ یہ مہلک بھی ہے۔ (امام حسین رضی اللہ عنہ)
★ دنیا سے احتراز کرنے والا زاہد ہے اور اپنی قسمت پر شاکر رہنے والا بھی زاہد ہے۔ (بوعلی سینا رحمۃ اللہ علیہ)

پانی سے علاج

پانی اللہ کی کتنی بڑی نعمت ہے یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہوا کے بعد زندگی کی بقا کے لئے اسی نعمت کا درجہ ہے، اللہ نے اس میں قوت حیات رکھی ہے

سب کو معلوم ہے مگر اس میں تاثیر صحت بھی ہے یہ ایک جاپانی ڈاکٹر پر اللہ نے کھولا اور اس ڈاکٹر نے اس پر ایک تحقیقی مضمون تحریر کیا، چینی زبان میں ترجمہ کیا گیا اور ایک صاحب نے رفاہ عام کیلئے اسے انگریزی ترجمہ کر کے شائع کیا۔ اس کا اردو ترجمہ عوامی فائدہ کے لئے پیش کیا جا رہا ہے۔

میں نے اس قسم کے علاج کے فائدے خود اپنے تجربہ سے بھی دیکھے اور جن لوگوں نے بغیر نقصان و کسی خطرہ کے اس کو استعمال کر کے فائدہ اُٹھایا ان سے سنا بھی ہے۔ میں نے اس کا ترجمہ اس غرض سے کیا کہ وہ لوگ جو اس سے ناواقف ہیں ان کو بھی اللہ کی بڑی نعمت اور دین کے بارے میں معلوم ہو جائے، خصوصاً وہ غریب طبقہ جو آج کل کی مہنگی دوائیں نہیں لے سکتا، طریقہء علاج مفت و بلا ضرر ہے، صرف یقین و صبر کی ضرورت ہے۔ تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے اپنے بندوں کو ان چیزوں کا علم دیا جن سے وہ اپنی صحت و قوت کی حفاظت کر سکتے ہیں، اپنی بیماریوں کا علاج کر سکتے ہیں۔

"علاج بالماء" پانی سے علاج کے بارے میں "جاپان مجلس اطباء" نے جو کچھ لکھا ہے وہ حسب ذیل ہے۔ داخلی علاج: ا۔ دردسر ۲۔ ہائی بلیڈ پریشر ۳۔ خون کی کمی ۴۔ بھراہٹ ۵۔ لقوہ ۶۔ فالج ۷۔ کھانسی دمہ ۸۔ پھیپھڑے کی ٹی بی ۹۔ موٹاپا ۱۰۔ گٹھیا۔

(ب) دماغی جھلی کا ورم، جگر کی بیماری، معدہ کی بیماریاں، تیزابیت (ACIDIT) پیچش، قبض، کانچ نکلنا، بواسیر، ذیابطیس۔

(ج) آنکھوں کی بیماریاں، بینائی کی کمزوری، آنکھوں میں خون جمنا، روشنی کی خرابی۔

(د) عورتوں کی بیماری، ایام کی خرابی، سیلان الرحم، رحم کا کینسر، چھاتی کا کینسر۔

(س) گلے کے امراض، حلق کا ورم، نزلہ زکام، چھینک آنا۔

پانی جیسی بے قیمت چیز سے بیماریوں کا علاج نا قابل فہم نظر آتا ہے اور اعتبار نہیں مگر تحقیق و تجربہ سے معلوم ہوا کہ یہ طریقۂ علاج معتبر بھی ہے اور قابل عمل بھی، زیادہ پانی پینے سے بڑی آنت (COLON) میں طاقت پیدا ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس میں خون بنانے کی مقدار بڑھتی ہے۔ اس کو ہیموگلوبینیز (HEMAGOLOBENIS) کہا جاتا ہے۔ (ہیموگلوبن بڑی آنت کے بھی ذریعے جذب ہو کر جسم کو غذا فراہم کرتا ہے) یہ نظریہ سات سال پہلے ایک جاپانی ڈاکٹر کے ذریعے ایک میڈیکل یونیورسٹی میں شائع ہوا تھا۔ اسی بڑی آنت میں سستی آجانے سے جسم میں سستی اور تھکن پیدا ہوتی ہے اور بیماری پیدا ہوتی ہے جس کا علاج مشکل ہو جاتا ہے، انسان میں بڑی آنت تقریباً تین گز ہوتی ہے جو خون میں غذائی اجزاء پہنچاتی ہے، اگر یہ تندرست ہو تو پھر یہ غذائی اجزاء کو بیماری غذا سے جذب کر کے تازہ خون بنانے کا ذریعہ بنتی ہے۔ اسی خون سے بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ (اگر اس میں خرابی ہو تو علاج محال ہوتا ہے) با الفاظ دیگر ''علاج الماء'' (.WATER THERAPY) کے ذریعے ہمیں تندرستی حاصل ہوگی اور لمبی زندگی بھی۔

آپ کو ایک شفا یاب مریض کا حال سناتا ہوں، تقریباً ۳۰ رسال پہلے ایک بوڑھے آدمی سے میری ملاقات ہوئی جو بہت صحت مند اور قوی نظر آیا، میں نے اس سے معلوم کیا کہ آپ کو کبھی کوئی بیماری بھی ہوئی ہے؟ اس نے بتایا کافی عرصہ سے بیمار نہیں ہوا، ہاں میں جب دو سال کا تھا، مجھے گیسٹرائیٹس (پیٹ کی بیماری) ہو گئی میں تقریباً دس ۱۰ رسال بستر پر رہا، پانچ ڈاکٹر سے علاج کروایا، طرح طرح کی دوائیں انجکشن لئے مگر بے سود، میرے ایک دوست سے

ملاقات ہوئی انہوں نے مجھے اس علاج کا مشورہ دیا کہ ہر روز صبح اُٹھتے ہی فوراً (بغیر منہ دھوئے) 1.26 kg پانی لیا کروں اور سونے سے پہلے کچھ نہ کھاؤں، میں نے اس کے کہنے کے مطابق عمل شروع کر دیا، پہلے روز مجھے ایک گھنٹہ میں ۳ر بار پیشاب ہوا میں نے ناشتہ کیا تو مجھے حیرت ہوئی کہ ۱۰ر سال کے بعد میں نے اس میں لذت محسوس کی، تین ماہ میں میرا وزن ۱۰ر کلو بڑھ گیا۔ میں نے خیال کیا کہ پانی میں جراثیم ہیں لہٰذا میں نے اسے رات کو اُبال کر رکھ دیا اور صبح پی لیا۔ میری صحت بہت اچھی ہوگئی، میرے بچوں کو MENENGITES (دماغی جھلی کا ورم) ہوگیا، وہ بھی اسی علاج سے اچھا ہوا، میری بیوی کو دل کی کمزوری تھی اور موٹاپا بھی تھا، ۱۰ر دن کے اندر اندر بیماری دور ہوگئی اور ۲ر ماہ میں ۱۰ کلو وزن بڑھ گیا۔ اس علاج کے بارے میں چند امور کا جاننا ضروری ہے۔

بعض مرتبہ اتنا پانی پینا مشکل نظر آتا ہے۔ اس وقت صبر سے کام لے کر چاہئے کہ وہ چلیں، دوڑیں یا سائیکل چلائیں، پانی پینے کے بعد ۲۰ر منٹ ورزش کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، اگر بستر میں سے اُٹھنا مشکل ہو تو بستر ہی پر پانی پی کر زور زور سے سانس لے یا ہاتھ سے پیٹ کو دبائے تاکہ پانی آنت میں پہنچ جائے ۳۔۴ر روز میں عادت ہوجائے گی، اور ایک بار ہی پیشاب ہوگا۔

Gastritis (پیٹ کی بیماری) کیلئے ایک ہفتہ اور Hypertension (ہائی بلڈ پریشر) کے لئے ایک ماہ۔ Gastroptasic (معدہ کی شکایت) کے لئے ۳ر دن قبض کے لئے ایک دن اور Diabetis (شگر کی بیماری) کیلئے ایک ہفتہ Pulmonary Tubberculo (پھیپھڑے کی ٹی بی) کیلئے ۳ر ماہ کافی ہیں۔ Arthrilfs -Theumalisni گٹھیا کیلئے ایک ہفتہ، روزانہ ۳ر مرتبہ یہ علاج کرنا چاہئے تاکہ مکمل علاج ہوجائے۔ کھاتے وقت حسب

عادت پانی پیا جائے کھانے کے دو گھنٹہ کے بعد مزید پانی نہ پئیں۔ اور سونے سے پہلے کچھ نہ کھائیں خصوصاً سیب۔ (فلپائن یونیورسٹی۔ مسیلا)۔ علاج الماء

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مختصر سیرت پڑھ لیجئے۔

نوٹ:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھنے کی طرف مجھے مولانا زہیر الحسن صاحب کاندھلوی نے متوجہ کیا، اس لئے ان کے ایماء واشارہ پر میں نے یہ مضمون لکھا ہے۔ اللہ قبول فرمائے۔

دلآویز شخصیت کی عظمت کا راز

داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلآویز شخصیت کی عظمت کا راز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قول وعمل میں کوئی فاصلہ نہ تھا۔ آپ اپنی اعلیٰ تعلیمات کا نمونہ تھے، جو دوسروں کو بتاتے، اسے خود کر کے دکھاتے، بلکہ عمل کا اعلیٰ ترین نمونہ پیش فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فداکار دل و جان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی نقل کرنے کے باوجود پیروی کا حق ادا نہ کر پاتے۔ قول وعمل کی یہ بے مثال مطابقت ہی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو جتنا زیادہ قریب ہوتا اتنا ہی زیادہ گرویدہ ہو جاتا۔

آپ انسانوں ہی میں پیدا کئے گئے، انسانوں ہی کی طرح پیدا کئے گئے۔ اور انسانوں ہی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوری زندگی کے شب و روز گزارے۔ آپ باپ بھی تھے اور بیٹے بھی، بھائی بھی تھے، شوہر بھی تھے، اور ساتھی بھی، خسر بھی تھے اور داماد بھی، عمر میں چھوٹے بھی تھے، اور بزرگ بھی، رفیق سفر بھی تھے، اور تجارت کے شریک بھی، آقا و مولی بھی تھے، اور محنت کش بھی، مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شخصیت اس قدر کامل اور جامع تھی کہ کسی ایک آنکھ نے بھی کبھی

کردار کے کسی رُخ میں کوئی جھول محسوس نہیں کیا۔ آپ ﷺ انسانیت کے لئے اسوۂ کامل تھے اور کردار کے ہر رُخ میں اسوۂ کامل تھے۔ تعلقات، معاملات اور خاندان وسماج میں مختلف حیثیتوں سے آپ کے تابناک کردار کا ہر رُخ سامنے آیا، اور جس رُخ پر بھی نگاہ پڑی دل نے یہی کہا۔ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

کردار کی ہیبت

قبیلہ اراش کا ایک شخص مکّے میں اپنے اونٹ بیچنے لایا۔ ابو جہل نے اس سے سارے اونٹوں کا سودا کر لیا۔ اونٹ قبضہ میں کرنے کے بعد ابو جہل نے قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول شروع کر دی، اراشی کئی روز مکّے میں ٹھہرا رہا، مگر ابو جہل برابر حیلے بہانے کرتا رہا۔ جب اراشی تنگ آ گیا تو اس نے ایک روز حرم کعبہ میں پہنچ کر قریش کے سرداروں کو اپنی آپ بیتی سنائی اور فریاد کی کہ میری رقم ابو جہل سے دلوادو۔ میں ایک غریب الوطن مسافر ہوں، خدارا میری مدد کرو۔

اتفاق کی بات جس وقت وہ قریش کے سرداروں سے فریاد کر رہا تھا، خدا کے رسول بھی حرمِ کعبہ کے ایک گوشے میں تشریف فرما تھے، سردارانِ قریش کو مذاق سوجھا، اور بولے، بھائی اس معاملہ میں ہم کچھ نہیں کر سکتے، ہاں دیکھو، حرمِ کعبہ کے اس گوشے میں وہ جو ایک صاحب بیٹھے ہیں بڑے با اثر ہیں، ان کے پاس جاؤ، اور ان کے سامنے اپنا مقدمہ رکھو، وہ ضرور تمہاری رقم دلوادیں گے۔

سردارانِ قریش نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور مسکرادئے کہ اب مزا آئے گا۔ وہ ابو جہل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے الجھا کر لطف لینے کے خواہشمند تھے، مظلوم اراشی اپنی فریاد لے کر اللہ کے رسول کے پاس گیا، آپ کو

سارا ماجرا سنایا اور درخواست کی کہ ابوجہل سے میری رقم دلوا دیجئے، یہ ظالم کئی روز سے ٹال مٹول کر رہا ہے اور میں یہاں بے یار و مددگار ہوں، کوئی نہیں جو میرا ساتھ دے سکے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے، اور اراشی کے ساتھ سیدھے ابوجہل کے مکان پر پہنچے۔ باہر سے دروازہ کھٹکھٹایا۔ ابوجہل نے اندر سے پوچھا، کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا محمد۔

ابوجہل حیران ہو کر باہر نکل آیا۔ اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس کا رنگ فق ہو گیا، آپ نے رُعب دار آواز میں کہا ''تم نے اس اراشی سے اونٹ خریدے ہیں، فوراً اونٹوں کی رقم لاکر اس شخص کو دے دو''۔

ابوجہل کچھ کہے بغیر سیدھا گھر میں گیا، اور رقم لا کر خاموشی کے ساتھ اراشی کے ہاتھ پر رکھ دی۔

قریش کے سرداروں نے اراشی کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ کر کے ایک آدمی پیچھے پیچھے بھیج دیا تھا، کہ جو کچھ گزرے وہ اس کی خبر لا کر دے۔ قریش کے اس مخبر نے یہ ساری روداد سردارانِ قریش کو آ کر سنائی۔ اس نے بتایا کہ آج میں نے وہ عجیب معاملہ دیکھا جو اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ ابوجہل گھر سے باہر نکلا، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس کا رنگ اُڑ گیا۔ اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اس اراشی کی رقم لا کر دے دو۔ تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے ابوجہل کے جسم میں جان ہی نہیں ہے وہ بغیر کچھ کہے خاموش گھر کے اندر آ گیا، اور رقم لا کر اس شخص کے ہاتھ پر رکھ دی۔

قریش کے سرداروں کو حیرت بھی ہوئی اور غصہ بھی آیا۔ انہوں نے ابوجہل کو بہت ملامت کی کہ بڑا بزدل نکلا! بوجہل نے کہا کم بختو! تمہیں کیا بتاؤں کہ مجھ پر

کیا گزری، جس وقت اس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور میں نے اس کی آواز سنی تو اس کی ہیبت اور رعب سے میری کچھ ایسی حالت ہوگئی جیسے کوئی بے جان پتلا ہو۔ اور بے اختیار لرزتے کانپتے میں نے وہ سب کچھ کیا، جس کی تمہیں خبر لانے والے نے خبر دی۔

محسن آقا

آٹھ سال کے ایک معصوم بچے کو اسکی ماں سُعدیٰ اپنے میکے لیکر گئیں، سُعدیٰ قبیلہ طے کی ایک شاخ بنی معن کے لڑکے ثعلبہ کی بیٹی تھیں، جن کی شادی قبیلۂ کلب کے ایک شخص حارثہ بن شرحبیل سے ہوئی تھی۔ سُعدیٰ اپنے پیارے بیٹے کو میکے لے کر گئیں تو وہاں ایک انتہائی قیامت خیز حادثہ پیش آیا۔ قبیلہ بن قین بن جبیر کے لوگوں نے ان کے پڑاؤ پر دھاوا بول دیا۔ سب کچھ لوٹ کر لے گئے ، یہ ظالم جن لوگوں کو پکڑ کر لے گئے ان میں سعدیٰ کا پیارا بچہ ''زید'' بھی تھا۔

ان دنوں طائف کے قریب عکاظ کا میلا لگا تھا، جس میں ہر طرح کی ضرورت کا سامان بکتا تھا۔ اسی میلے میں یہ لوگ زید کو بیچنے کے لئے لیکر پہنچے۔ اور حکیم بن حزام نے بچے کو خرید لیا، حکیم بن حزام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھتیجے تھے، حکیم بن حزام کو بچہ بہت پسند آیا، وہ اسے لیکر اپنے پھوپھی کے پاس پہنچے اور اپنی پھوپھی کی خدمت میں اسے نذر کر دیا۔۔۔۔۔۔ کچھ ہی عرصے کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت محمد ﷺ سے ہو گیا۔ حضرت محمد ﷺ نے اس پیارے بچے کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے یہاں دیکھا تو اس کی عادات واطوار آپ کو بہت پسند آئیں اور آپ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس بچے کو مانگ لیا۔

حضرت زید کے قسمت کھل گئی۔ اور وہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اس وقت حضرت زید کی عمر صرف ۱۵ ر سال تھی، اس سے چند سال بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا، حضرت زید آپ کی خدمت میں رہتے رہے اور ان کی خدمت گزاری اور غلامی رنگ لائی، تاریخ کی کتابوں میں ان کو محبوبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، اور حضور کی معیت اور سرپرستی میں سب سے بڑی سعادت جو حضرت زید کو ملی وہ یہ کہ خدا نے اپنی آسمانی کتاب میں ان کا ذکر فرمایا، ہزاروں سال سے کروڑوں انسان ان کے نام کی تلاوت کررہے ہیں اور رہتی دنیا تک اسی طرح نہ جانے کتنے انسان کرتے رہیں گے، سورۂ احزاب میں حضرت زید کا ذکر اس طرح آیا ہے۔

فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَهَا

پھر جب زید نے ان سے اپنی حاجت پوری کرلی تو ہم نے ان (مطلقہ خاتون) کا آپ کے ساتھ نکاح کردیا۔

دن گزرتے رہے اور زید حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہتے رہے، ادھر ان کے والدین کو پتہ چلا کہ ان کا جگر گوشہ مکے میں ہے، زید کے والد حارثہ اور چچا کعب تلاش میں نکلے اور تلاش کرتے کرتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔

حارثہ آپ انتہائی کریم اور شریف انسان ہیں، ہمارے بچے کو ہمارے ساتھ کردیجئے، جس کی جدائی کے صدمے سے ان کی ماں کا برا حال ہے، اور ہمارا سکون بھی جاتا رہا ہے، آپ جو فدیہ فرمائیں گے حاضر ہے، مگر بچے کو ہمارے ساتھ کردیں۔

کعب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اخلاق کریمانہ سے ہمیں پوری طرح توقع ہے کہ آپ ہمارے بچے کو ضرور ہمارے حوالے کردیں گے، اس کے بدلے میں آپ جو

فدیہ چاہیں گے وہ ہم بلا تامل آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک اپنے جگر گوشے کی جدائی تمہارے لئے شاق ہو گی اور اس کی ماں بھی اس غم میں بے قرار ہو گی، میں زید کو بلاتا ہوں، میری طرف سے بالکل اجازت ہے اگر وہ تمہارے ساتھ جانا پسند کرے تو میں ہرگز کوئی فدیہ نہ لوں گا، تمہارا بچہ ہے، تم اسے بالکل لے جا سکتے ہو، ہاں اگر وہ میرے پاس رہنا ہی پسند کرے تو میں ایسا آدمی نہیں ہوں کہ جو شخص میرے پاس رہنا چاہتا ہو میں خواہ مخواہ اسے نکال دوں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بات سن کر کعب اور حارثہ بہت خوش ہوئے اور بولے آپ نے تو یہ انصاف سے بھی بڑھ کر درست بات فرمائی ہے، بے شک آپ زید کو بلایئے اور اس سے معلوم کر لیجئے۔

زید کے والد حارثہ اور چچا کعب بجا طور پر یہ خیال کرتے تھے، کہ زید جونہی انہیں دیکھے گا، ان سے لپٹ جائیگا، اور پھوٹ پھوٹ کر روئے گا اور اتنے دنوں کی غلامانہ زندگی بسر کرنے کے بعد وہ آزاد ہو کر اپنے ماں باپ اور اپنے گھر کے لوگوں کے پاس پہنچنے کے لئے بے تاب ہو جائیگا۔

زید بلائے گئے۔۔۔۔۔۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید سے فرمایا، تم ان دونوں کو جانتے ہو؟ زید جی ہاں۔ یہ میرے والد ہیں اور یہ میرے چچا ہیں۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اچھا تم ان دونوں کو بھی جانتے ہو اور مجھ سے بھی واقف ہو، میری طرف سے تمہیں پوری آزادی ہے تم چاہو تو ان کے ساتھ چلے جاؤ اور چاہو تو میرے ساتھ رہو۔

مگر یہ کسی عام انسان کے الفاظ نہیں تھے، خدا کے رسول کے الفاظ تھے، حضرت زید اس عظیم ہستی کی غلامی میں تھے، جن کی غلامی کے مقابلے میں دنیا

جہان کی بادشاہی ہیچ ہے۔

زید نے ایک ایک نظر باپ اور چچا پر ڈالی اور حضور کی طرف دیکھتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

''میں تو آپ کو چھوڑ کر اب کہیں نہیں جاسکتا''

حارث اور کعب نے خلاف توقع بیٹے کی بات سنی تو کہا، زید! کیا ہم تمہارے باپ اور چچا نہیں ہیں، کیا تم آزادی کے مقابلے میں غلامی کی زندگی پسند کرتے ہو؟ اپنے گھر والوں کو چھوڑ کر غیروں کے پاس رہنا چاہتے ہو۔؟

زید کا دل دھڑکنے لگا، آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔

''ابا جان! بے شک آپ میرے والد ہیں۔ بے شک یہ میرے چچا ہیں، بے شک میری ماں بھی مجھے یاد کر رہی ہوگی، لیکن میں بتا نہیں سکتا کہ میں نے کیا چیز دیکھی ہے۔ اپنے آقا کے جو اوصاف میں نے دیکھے ہیں، اب مجھے تا زیست ان کی غلامی ہی سب سے زیادہ محبوب ہے، اب میں دنیا میں کسی کو بھی اپنے محسن آقا صلی اللہ علیہ وسلم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔

زید کا یہ جواب سن کر حارثہ اور کعب نے کہا، زید! ایسی بات ہے تو ہم خوشی سے تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ تم یہیں رہو، تمہاری خوشی ہمارے لئے سب کچھ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی وقت زید کو آزاد کر دیا اور حرم میں جا کر قریش کے مجمع میں اعلان فرمایا'' آپ لوگ گواہ رہیں آج سے زید میرا بیٹا ہے، میں نے اس کو منہ بولا بیٹا بنا لیا ہے'' حارثہ اور کعب حیران تھے کہ وہ کیا دیکھ رہے ہیں، یہ کوئی خواب ہے، یا واقعی زمین پر کوئی عظیم فرشتہ اُتر آیا ہے۔ اور اس کے بعد قریش کے لوگ زید کو زید بن محمد کے نام سے یاد کرنے لگے۔

یہ وہی زید ہیں کہ جب حضور ﷺ نبوت سے سرفراز فرمائے گئے، تو سب سے پہلے ایمان لائے۔۔۔۔۔۔۔حضور کو ان سے کتنا لگاؤ تھا، اسکا اندازہ اس سے کیجئے، کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور میں جب حضرت اسامہ کا وظیفہ مقرر کرنے لگے تو اپنے بیٹے کا وظیفہ ڈھائی ہزار مقرر کیا اور حضرت اُسامہ کا تین ہزار اور جب حضرت عبداللہ نے شکایت کی تو فرمایا۔۔ ''عبداللہ! اُسامہ کے والد تمہارے والد سے زیادہ حضور ﷺ کی نظر میں محبوب تھے، اور اُسامہ خود تم سے زیادہ رسول ﷺ کی نظر میں محبوب تھے۔''

یتیموں کا والی

مدینے کی گلیوں میں ہر طرف چہل پہل ہے، مسلمان، بوڑھے، جوان اور ہوشیار بچے صاف ستھرے کپڑے پہنے، خوشبو لگائے عیدگاہ جا رہے ہیں، مدینے کی گزرگاہیں اور راستے تکبیر و تہلیل کی صداؤں سے گونج رہی ہیں، ایک راستے سے خدا کے رسول ﷺ بھی عید کی نماز پڑھنے کے لئے عیدگاہ کی طرف ذرا تیز تیز جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ایک جگہ بے اختیار آپ ﷺ رک جاتے ہیں، مدینے کے کچھ بچے بڑی بے فکری سے اچھے اچھے کپڑے پہنے خوش خوش کھیل رہے ہیں، کچھ فاصلے پر ایک طرف کو ایک بچہ سب سے الگ افسردہ اور غمگین بیٹھا ہے، میلے اور پھٹے پُرانے کپڑے پہنے، کھیلنے والے بچوں کو بڑی حسرت سے دیکھ رہا ہے، خدا کے رسول ﷺ اس مصیبت زدہ لڑکے کے پاس پہنچے، اس کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور فرمایا۔

''بیٹے! تم نہیں کھیلتے؟ تم نے کپڑے نہیں بدلے؟ بیٹے! تم اتنے غمگین اور افسردہ کیوں ہو؟''

بچے نے سر اُٹھا کر دیکھا اور جلدی سے نگاہیں نیچی کرلیں، ہمدردی اور پیار کا برتاؤ دیکھ کر بے اختیار بچے کے آنسو بہنے لگے۔۔۔مگر اس نے ضبط کیا اور ٹالتے ہوئے جواب دیا۔

"کوئی بات نہیں، بچے نے لمبی سانس لی اور بولا، میری قسمت میں خوشی اور کھیل کہاں؟ میں تو غم کھانے کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہوں" اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

بچے کو روتا دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں بھی آنسو تیرنے لگے، لڑکے کو گلے سے چمٹا لیا اور فرمایا۔۔۔"بیٹے بتاؤ تو سہی، تمہیں کیا دکھ پہنچا ہے، تم پر کیا مصیبت آپڑی ہے؟ آخر تم اتنے افسردہ کیوں ہو؟"

آپ میری مصیبت کی داستان سن کر کیا کریں گے؟۔۔۔۔میں ایک یتیم بچہ ہوں، میرے باپ نہیں ہیں۔۔۔۔۔اور میری ماں۔۔۔۔۔یہ کہتے ہوئے بچے کی آواز حلق میں گھٹنے لگی اور وہ اپنا جملہ پورا نہ کرسکا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کو اپنے سے کچھ اور قریب کرلیا، پھر پیار سے بولے، "بیٹے ماں باپ کا انتقال کب ہوا؟ اور تم کہاں رہتے ہو؟" میرے باپ ایک جنگ میں خدا کے دشمنوں سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے، میری ماں خدا کا شکر ہے زندہ ہیں لیکن انہوں نے دوسری شادی کرلی اور میرے باپ کا چھوڑا ہوا سامان لیکر اپنے گھر چلی گئیں، اور میں بھی خوشی خوشی اپنی ماں کے ساتھ گیا، مگر کچھ ہی دن وہاں رہا تھا کہ میرے دوسرے باپ مجھ سے خوش نہ رہ سکے اور مجھے گھر سے نکال دیا، اب نہ میرا کوئی گھر در ہے اور نہ کوئی اور سرپرست ،۔۔۔۔اب مجھ پر ترس کھانے والا کوئی نہیں، میرا کوئی بھی تو نہیں ہیں"

لڑکے کی ہچکی بندھ گئی، میری امی بھی تو کچھ نہیں کرتیں، انہیں تو مجھ سے بڑا پیار تھا مگر وہ مجبور ہیں، ان کے بس میں کیا ہے، اور اب وہ کچھ نہیں کرسکتیں۔

بچے کا حال سن کر اور اسے اس طرح زار و قطار روتے دیکھ کر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں بھی بے اختیار بہ پڑیں۔ کچھ دیر آپ بھی کھڑے آنسو بہاتے رہے اور یتیم بچے کے سر پر ہاتھ پھیر پھیر کر اپنی حالت پر قابو پانے کی کوشش فرماتے رہے، پھر نہایت پیار و محبت کے ساتھ اس بچے سے کہا۔

"بیٹے کیا تم یہ پسند کرو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے باپ ہوں، عائشہ تمہاری ماں، فاطمہ تمہاری بہن ہوں، اور حسن حسین تمہارے بھائی ہوں"۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نام سن کر بچہ سنبھلا، اس نے حیرت اور عقیدت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورانی چہرے کو دیکھا اور پھر نہایت احترام سے نگاہیں نیچی کرلیں، کچھ دیر خاموش رہا، پھر انتہائی عاجزی اور ادب سے بولا۔

"یا رسول اللہ مجھے معاف فرما دیجئے۔۔۔ میں آپ کو پہچان نہ سکا، اور پہلی بار میں نے بڑی لاپروائی سے آپ کو جواب دیا"۔

نہیں بیٹے کوئی بات نہیں،، خدا کے رسول نے مجھے تسلی دی۔

یا رسول اللہ! میرے باپ ہزار بار قربان ہیں خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر، حضرت عائشہ سے اچھی ماں کہاں ملیں گی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اچھی بہن اور حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہم سے اچھے بھائی کہاں میسر آئیں گے۔ مجھ سے زیادہ خوش نصیب کون ہوگا۔ مجھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان مل رہا ہے۔ یا رسول اللہ میں دل و جان سے آپ کی خدمت کروں گا، کبھی آپ کو ذرا دکھ نہ دوں گا، لڑکا کہتا رہا، اور اس کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرتے رہے۔

یتیموں کے والی صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکے کا ہاتھ پکڑا، اسے اپنے گھر لائے اور حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا لو عائشہ! خدا نے عید کے دن تمہیں ایک بیٹا دیا ہے۔ لو اپنے بیٹے کو نہلا دھلا کر کپڑے پہناؤ، اور عائشہ کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

یہ لڑکا آخر وقت تک خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہا، آخر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کا وقت آپہنچا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے گئے تو اس لڑکے کا برا حال تھا، اس کی ہچکی بندھی ہوئی تھی وہ غم سے نڈھال تھا، اور کہتا تھا ، آج میں یتیم ہو گیا، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے لڑکے کی کیفیت دیکھی تو ان پر بھی رقت طاری ہو گئی ، پیار سے لڑکے کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا آج سے تم ہمارے ساتھ رہو گے ، اور پھر یہ لڑکا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی سرپرستی میں پہنچ گیا۔

(نوادرات۔ از شہاب الدین قیلولی)

یتیموں کا غمخوار

غم کا مارا ایک بچہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی دربار میں پہنچا اور فریاد کرنے لگا اس نے کہا، یا رسول اللہ! فلاں شخص نے زبردستی میرے کھجور کے باغ پر قبضہ کر لیا ہے اور مجھے کچھ نہیں دیتا۔

بچے کی فریاد سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اس شخص کو دربار رسالت میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ شخص حاضر ہوا ، اور دربار رسالت میں دونوں نے اپنا مقدمہ پیش کیا ، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے غور سے دونوں کے بیانات سنے اور ہر طرح اطمینان کر لینے کے بعد آپ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ یتیم بچے کے خلاف تھا۔ اپنے خلاف فیصلہ سن کر یتیم بچہ رونے لگا۔ مگر زبان سے کچھ نہ کہہ سکا ، یتیم بچے کو روتا دیکھ کر خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی رونے لگے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس

شخص سے کہا'' بھائی واقعی باغ کا فیصلہ تو تمہارے ہی حق میں ہوا ہے اور باغ تمہارا ہی ہے، لیکن کیا ہی اچھا ہوتا اگر تم اپنا باغ اس یتیم بچے کو ہبہ کر دو۔ خدا تمہیں اس کے بدلے جنت میں سدا باغ عطا فرمائے گا۔

اس وقت دربار رسالت میں حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ بھی تشریف رکھتے تھے وہ فوراً اُٹھے اور اس شخص کو خاموشی سے ایک طرف لے جا کر اس سے کہا۔

'' اگر میں تمہیں اس باغ کے بدلے اپنا فلاں باغ دے دوں تو تم اپنا باغ میرے حوالے کر دو گے؟

'' کیوں نہیں'' ۔۔۔۔۔۔۔۔ وہ شخص فوراً ہی راضی ہو گیا، اس لئے کہ ابو الدّ حداح رضی اللہ عنہ کا باغ اس کے باغ سے کہیں زیادہ اچھا اور قیمتی تھا۔

اب ابوالدّ حداح رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب پہنچے اور بولے یارسول اللہ میں آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرانے لگے اور فرمایا پوچھو ابوالدّ حداح! ابوالدّ حداح رضی اللہ عنہ نے کہا، یارسول اللہ! آپ جو باغ اس یتیم بچے کو دلوانا چاہتے تھے، اگر وہ باغ میں اسے دیدوں تو مجھے اسکے بدلے جنت میں باغ ملے گا؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا، اور مسکراتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقین میں ڈوبی ہوئی بلند آواز سے کہا، ہاں ہاں ضرور ملے گا۔

ابوالدّ حداح رضی اللہ عنہ خوشی سے جھوم اُٹھے، اور کہا یارسول اللہ! میں نے وہ باغ اپنے ایک باغ کے بدلے اس شخص سے لے لیا ہے، اور اب میں وہ باغ اس یتیم بچے کو دے رہا ہوں، خدا کے رسول! آپ گواہ رہیں کہ میں نے صرف خدا کی رضا کے لئے ایسا کیا ہے۔

یتیم بچے کا کمھلایا ہوا چہرہ کھل اُٹھا۔ اور یتیم کے غم خوار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

چہرے پر چمک دوڑ گئی۔ اور ابوالدّ حداح رضی اللہ عنہ جنت کے باغ کا سودہ کر کے خوشی سے سرشار دربار رسالت سے واپس ہوئے۔ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم

جامع اور دلکش شخصیت

حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے ایک دن اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا۔ ابا جان! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل و کردار اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیسا تھا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جوشِ عقیدت سے اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔ ''آپ ہر ایک کے ساتھ خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ سخت مزاج تھے نہ بدخو، نہ کبھی بیہودہ بات زبان سے نکالتے اور نہ کبھی کسی کی عیب جوئی کرتے، نہ رغبت کا اظہار فرماتے، تین چیزوں سے آپ نے ہمیشہ اپنی ذات کو محفوظ رکھا۔

☆ کبر و غرور سے ☆ مال و دولت جمع کرنے سے ☆ فضول اور لایعنی باتوں سے۔

اسی طرح تین چیزوں سے آپ نے دوسروں کو محفوظ رکھا۔

☆ کبھی کسی کی مذمت نہ کی نہ کسی کی تحقیر کی ☆ کسی کو عیب لگا کر شرمندہ نہیں کیا

☆ کبھی کسی کے پوشیدہ عیوب کی کرید نہیں کی۔۔۔ آپ صرف وہی بات کرتے جس پر خدا سے اجر و ثواب کی توقع ہوتی۔

مجلس میں جب آپ کچھ دیر ارشاد فرماتے تو لوگ اس طرح خاموشی، ادب اور محویت کے ساتھ سنتے کہ گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک بولتے سب یکسوئی اور توجہ سے سنتے، کوئی بیچ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کاٹ کر نہ بولتا، جب آپ خاموش ہو جاتے تو لوگ اپنی بات کہتے، اگر کبھی کوئی اجنبی بدّو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے یا کچھ کہنے میں بے ادبی

کر بیٹھتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر وتحمل سے کام لیتے، کبھی غصے کا اظہار نہ فرماتے، لوگ ناگواری کا اظہار کر کے اسے وہاں سے ہٹانے کی کوشش کرتے تو آپ اسے گوارہ نہ کرتے اور فرماتے، جب کوئی ضرورت مند تمہارے سامنے اپنی حاجت رکھے تو اسے مایوس نہ کرو، جہاں تک ہو سکے اس کی حاجت پوری کرو، ورنہ نرمی سے صبر وشکر کی تلقین کرو، اپنی تعریف سے کبھی خوش نہ ہوتے، ہاں اگر کبھی کسی کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی بات کہہ دی جاتی یا کسی غلط فہمی اور زیادتی کی تلافی کے لئے آپ کی شان میں کبھی کلمۂ خیر کہہ دیا جاتا تو اسے گوارہ کر لیتے، کسی کی بات کاٹ کر آپ کبھی اپنی بات نہ کہتے، آپ کی شخصیت علم وصبر کی جامع تھی ------ اپنی ذات کے لئے نہ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم غضبناک ہوتے، اور نہ کبھی نفرت اور بیزاری کا اظہار فرماتے، ہاں اگر کوئی دین کے معاملے میں سرکشی کرتا، یا کسی کا حق دبا تا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا غصہ اس وقت ٹھنڈا نہ ہوتا جب تک اس کی تلافی نہ ہو جاتی۔

چار چیزوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی چاق وچوبند تھے، ان میں کبھی سستی نہ دکھاتے ☆ نیکی اور بھلائی اختیار کرنے میں ☆ برائی اور بدی ترک کرنے میں ☆ امت کی فلاح و بہبودی کے کاموں میں غور وفکر کرنے میں ☆ اور ان امور کو اختیار کرنے میں جو امت کی دنیا وآخرت سنوارنے والے ہوں۔

بے مثال مخدوم

حضرت انس رضی اللہ عنہ ابھی دس سال کے بے شعور بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ حضرت ام سلیم ان کو سرور کونین کی خدمت کے لئے ان کے سپرد کر آئیں، حضرت انس اس لا اُبالی کی عمر سے برابر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں رہے،

اور شب و روز ہر طرح کے حالات میں آپ کی خدمت بجالاتے رہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کام میں کوتاہیاں بھی ہوتیں، بہت سے کام بننے کے بجائے بگڑ بھی جاتے۔ اور اس کچی عمر میں لااُبالی کا اظہار بھی ہوجاتا مگر حیرت ہے کہ دس سال کی طویل مدت میں سخت سست کہنا تو درکنار پیکرِ عفو کرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی زبان سے اُف تک نہیں کہا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے۔

''میں نے مسلسل دس سال رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں گزارے، اس طویل مدت میں کبھی ایک بار بھی میں نے یہ نہیں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجلس کے ساتھیوں اور ہم نشینوں کی طرف اپنے پاؤں پھیلائے ہوں، نہ کبھی یہ دیکھا کہ کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مصافحہ کیا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اپنے ہاتھ کھینچ لئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیئے رہتے یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنا ہاتھ کھینچ لیتا۔

میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ کوئی شخص آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس سے خود بھی ہٹ گئے ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برابر کھڑے رہتے جب تک کہ وہ شخص خود ہی نہ ہٹ جاتا۔

اور میں نے جو کام بھی کیا، ٹھیک ہوگیا ہو یا خراب، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے ایسا اور ایسا کیوں کیا، نہ کبھی یہ فرمایا کہ ایسا اور ایسا کیوں نہیں کیا۔

میں نے بارہا عطر سونگھا اور اچھے سے اچھا عطر سونگھا ہے، مگر آج تک میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشبو سے بہتر خوشبو نہیں سونگھی۔

اور آج تک میں نے کبھی یہ بھی نہیں دیکھا کہ کسی نے سرگوشی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سر جھکایا ہو، اور اس شخص کے سر ہٹانے سے پہلے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اپنا سر اُٹھایا ہو۔

مثالی شوہر

(۱) ایک دن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روٹھ گئیں، کسی گھریلو اور نجی بات پر شوہر سے اختلاف ہو گیا۔ جذبات ذرا تلخ ہو گئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل سے کام لیتے رہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آواز ذرا بلند ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا مسکرا کر بات سمجھاتے رہے، لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسی طرح زور زور سے بولتی رہیں، اتفاق دیکھئے اسی وقت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے والد حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ گئے۔

میاں بیوی میں اختلاف دیکھ کر قدرتی طور پر بہت غمزدہ ہوئے، ایک طرف خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، جن کی خوشنودی خدا کی خوشنودی ہے، اور دوسری طرف اپنی جگر گوشہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں، باپ کے سامنے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی آواز اسی طرح اونچی رہی، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ برداشت نہ کر سکے، ''ہائے! تم خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منہ زوری کر رہی ہو، تمہاری جرأت اب اتنی بڑھ گئی، غصے میں اُٹھے، اور ہاتھ اُٹھا کر مارنا ہی چاہتے تھے کہ درمیان میں فخر کائنات آ گئے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سہم کر بیٹھ گئیں، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ غصہ میں باہر چلے گئے۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کب برداشت کر سکتے تھے، کہ ان کی حبیبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نازک دل کو ٹھیس لگے، اور وہ ذرا دیر کے لئے بھی مضمحل ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قریب گئے، اور پیار بھرے انداز میں کہا! کہو عائشہ کیسا بچایا، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا مُسکرا پڑیں اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لپٹ گئیں، یا رسول اللہ! معاف کر دیجئے، مجھے نہ جانے کیا ہو گیا تھا،

خدا معاف کرے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔
کچھ دنوں کے بعد ابو بکر رضی اللہ عنہ پھر بیٹی سے ملنے آئے، تو دیکھا کہ مثالی شوہر اور معیاری بیوی کے گھریلو حالات میں مثالی خوشگواری ہے، کیوں نہ ہوتی، امت کے لئے یہی تو نمونے کا پیمانہ ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پیار و محبت کی یہ فضا دیکھ کر بہت ہی مسرور ہوئے، اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا ، یارسول اللہ! ایک دن میں آپ دونوں کی لڑائی میں شریک ہوا تھا، اس صلح و پیار ومحبت میں مجھے شریک فرمائیے۔ داعیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا۔ ہاں ضرور۔۔۔۔
(۲) عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا صرف نو سال کی تھیں، سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھیں کہ ان کی ماں حضرت ام رومان رضی اللہ عنہا نے ان کو بلا بھیجا۔ اب عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کا وقت تھا۔ دن چڑھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی پہنچ گئے۔ اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک نو عمر لڑکی رخصت ہو کر کاشانۂ نبوت میں آگئیں۔ ایک ذہین نو عمر لڑکی، لا اُبالی کی نئی نئی عمر۔ اور شریک حیات، وہ جن کے کندھوں پر پورے عالم کی قیادت کا بوجھ، انتہائی حلیم وثقہ، عمر بھی ڈھل گئی تھی، کس قدر فرق تھا دونوں کے مزاج، معیارِ فکر اور دلچسپیوں میں، مگر مثالی شوہر نے جس طرح ایک نو عمر لڑکی کے نازک جذبات واحساسات کا خیال رکھا، جس طرح ناز وانداز برداشت کئے، اور اپنی مثالی زندگی سے رہتی زندگی تک خوشگوار ازدواجی زندگی کیلئے نمونہ چھوڑا، وہ خدا کے رسول ہی کا حق تھا۔
عید کا دن تھا، حرم نبوی کے قریب ہی کچھ حبشی اپنے سپاہیانہ کرتب دکھا رہے تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو معلوم ہوا، ایک کمسن لڑکی کس طرح مطالبہ نہ کرتی کہ میں بھی دیکھوں گی، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم اپنی آڑ میں اپنی حبیبہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو لیکر دروازے میں کھڑے ہو گئے، اور امت کی ماں دوش مبارک

پر ٹھوڑی رکھ کر حبشیوں کا تماشہ دیکھنے لگیں۔ دیر تک دیکھتی رہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا، عائشہ! کیا ابھی جی نہیں بھرا۔ ابھی نہیں ۔۔۔۔۔۔۔ عائشہ رضی اللہ عنہا نے بے تکلف کہا۔ اور خدا کے حبیب غیر معمولی ذمے داریوں کے با وجود اپنی حبیبۂ پاک کو اسی طرح کھڑے یہ تماشہ دکھاتے رہے یہاں تک کہ خود اُمّ المؤمنین ہی تھک کر ہٹ گئیں۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نئی دلہن کے پاس کمسن بچیاں کھیلنے کے لئے جمع ہو جاتیں گڑیوں کا کھیل ہوتا رہتا، ایک دن خدا کے رسول علیہ السلام آئے، لڑکیاں گڑیوں سے کھیل رہی تھیں، گڑیوں میں ایک گھوڑا بھی تھا جس کے دائیں بائیں دو پر لگے ہوئے تھے۔

''عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ کیا ہے؟'' خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا

''یہ گھوڑا ہے،'' عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا۔

''گھوڑے کے پر کہاں ہوتے ہیں''؟ رسول خدا نے پھر پوچھا۔

''حضرت سلیمانؑ کے گھوڑوں کے تو پر تھے''، عائشہ حمیراء نے برجستہ جواب دیا اور خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بے ساختہ جواب پر بے اختیار مسکرا دئے۔

(۳) شادی کے کچھ ہی دنوں بعد، مدینے سے باہر رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عائشہ صدیقہؓ سے کہا آؤ! دوڑ میں مقابلہ کر رہی ہو؟

ہاں کیوں نہیں۔ عائشہ صدیقہؓ فوراً تیار ہو گئیں اور دوڑ کا مقابلہ ہوا۔ صدیقہ حمیراء کم سن تھیں اور چھریرا بدن تھا۔ آگے نکل گئیں اور خدا کے رسول پیچھے رہ گئے۔ عائشہ صدیقہؓ کی خوشی دیکھنے کے قابل ہو گئی۔ بہت دنوں کے بعد پھر ایک ایسا ہی موقع آیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر تحریک کی۔ عمر کے ساتھ حضرت عائشہؓ کا بدن کچھ بھاری پڑ گیا تھا۔ دوڑ ہوئی تو اس بار پیچھے رہ گئیں۔ اور خدا کے

رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے نکل گئے۔ آپ نے پہلا مقابلہ یاد دلا کر کہا عائشہ! یہ اس کا بدلہ ہو گیا۔

(۴) رسولِ خدا سفر میں ہیں، ازواجِ مطہرات بھی ہمراہ ہیں، خدا کا کرنا، حضرت صفیہؓ کا اونٹ بیمار ہو گیا۔ اور وہ سب سے پیچھے رہ گئیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پاس پہنچے، دیکھا کہ زار و قطار رو رہی ہیں، وجہ معلوم کی اور تسلّی دینے کی کوشش فرمانے لگے۔ مگر آپ جس قدر تسلّی دیتے وہ اور زیادہ روتیں، دیر تک آپ چادر کے پلّو سے ان کے آنسو پونچھتے رہے۔

(۵) حضرت صفیہؓ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انتہائی محبت تھی، ہرگز گوارا نہیں تھا کہ ان کے دل پر میل آئے، اور ان کے نازک دل کو کوئی دُکھ پہنچے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے یہاں پہنچے تو دیکھا کہ رو رہی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر ان کا دل اور بھر آیا۔ اور زار و قطار رونے لگیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیار سے پوچھا ''صفیہ، کیوں کیا بات ہے؟

حضرت صفیہ کچھ کہنے کے بجائے اور زیادہ رونے لگیں

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' آخر بتاؤ تو سہی کیا بات ہے؟

''عائشہ اور زینب نے ستا رکھا ہے، کیا بتاؤں، کہتی ہیں، ہم دونوں ساری بیویوں سے افضل ہیں۔ ہم رشتہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہنیں بھی ہیں''۔ یہ کہہ کر حضرت صفیہؓ نے ایک اور ہچکی لی۔

''ارے یہ کونسی اہم بات ہے، تم نے یہ کیوں نہیں کہہ دیا کہ حضرت ہارون علیہ السلام میرے باپ، حضرت موسیٰ علیہ السلام میرے چچا اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شوہر ہیں۔ تم مجھ سے افضل کیسے ہو سکتی ہو''۔ یہ سن کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کھل اٹھیں اور رسولِ خدا کا دل باغ باغ ہو گیا۔

(۶) ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں سفر پر جا رہے تھے، پاک بیویاں بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھیں، اور اونٹوں پر سوار قافلہ چلا جا رہا تھا، سار بانوں نے جوش میں اونٹ دوڑانا شروع کر دئے۔ آپ کو فوراً عورتوں کا خیال آیا اور سار بانوں سے فرمایا۔ ذرا خیال رکھو، یہ آبگینے بھی ساتھ ہیں، عورتوں کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دل میں کیا جذبات تھے، ان کے نازک جذبات کا کس قدر لحاظ تھا۔ اس کیفیت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس ادبی جملے میں ظاہر فرمایا، خدا گواہ ہے کہ آبگینوں کی نزاکت کا احساس ظاہر کرنے کے لئے اس سے بہتر انداز ممکن نہیں۔

(۷) اُمّ المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا دنیا سے رخصت ہو چکی تھیں۔ ان کی بہن ہالہ ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملنے کے لئے گھر تشریف لائیں۔ سلام کہہ کر اندر آنے کی اجازت چاہی، ہالہ رضی اللہ عنہا کی آواز حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے بہت ملتی جلتی تھی، آپ کے کانوں میں یہ مانوس آواز آئی تو بے اختیار خدیجہ رضی اللہ عنہا یاد آگئیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لمبی سانس لی اور مسکرا کر فرمایا ہالہ ہوں گی۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا یہ کیفیت بھانپ گئیں، انہیں انتہائی رشک ہوا اور بولیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ! آپ ایک ایسی بوڑھی عورت کو یاد کر رہے ہیں جو مر چکی ہیں، اور خدا نے آپ کو ان سے کہیں زیادہ اچھی اور جوان بیویاں عطا فرما دی ہیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا، اس وقت آپ پر خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد میں کچھ اور ہی کیفیت طاری تھی۔

شفیق باپ

(۱) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سب سے

بڑی صاحبزادی تھیں، کمسنی ہی میں ان کی شادی ابوالعاص بن ربیع سے ہوگئی تھی ، ابوالعاص، حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے خالہ زاد بھائی تھے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نور نظر تھے۔ حضرت زینب ماں باپ کی بڑی لاڈلی تو تھیں۔ ماں نے جہیز بھی بڑا قیمتی دیا تھا، جہیز میں حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے یمنی عقیق کا اپنا قیمتی ہار بھی بیٹی کو دیا تھا۔

مکّے میں تیرہ سال دعوت حق کا کام کرنے کے بعد جب خدا کا حکم آیا کہ مدینے کو ہجرت کر جاؤ، تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکّے سے مدینے کو ہجرت فرمائی، اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا مکّہ ہی میں اپنی سسرال میں رہ گئیں۔ دوسرے سال بدر کی جنگ ہوئی تو ان کے شوہر ابوالعاص بھی مشرکین مکّہ کے ساتھ جنگ میں شریک تھے۔ بدر میں عبداللہ بن زبیر نے بہت سے دشمنوں کو قید کیا، ان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد ابوالعاص بھی تھے۔

مکّے والوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے قیدیوں کو آزاد کرانے کے لئے فدیے بھیجے، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شوہر کی گرفتاری کی خبر پہنچی تو بے چین ہوگئیں اور ان کی رہائی کے لئے اپنی ماں کا دیا ہوا ہار اپنے دیور عمرو بن ربیع کو دے کر مدینے بھیجا۔

یہ تمام فدیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ فدیے کی چیزوں میں جب آپ کی نظر اس ہار پر پڑی تو حالت غیر ہوگئی، دل بھر آیا، بیٹی کی محبت نے بھی جوش مار، ااور خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یاد بھی تازہ ہوگئی، کچھ دیر آپ خاموش بیٹھے رہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے کہا، یہ ہار محمد کی بیٹی زینب کا ہے، جو اس کی ماں نے اس کو جہیز میں دیا تھا، میں کیسے کہوں کہ ابوالعاص کو فدیے لئے بغیر

چھوڑ دو۔ مگر میرے غم کو تم لوگ سمجھ رہے ہو، تم لوگ خود ہی سوچو کہ ابوالعاص کا فدیہ کیا ہو، مناسب ہو تو یہ ہار بھی زینب کو واپس کردو اور ابوالعاص کو بھی رہا کردو۔

صحابہ رضی اللہ عنہ نے مشورہ کیا اور کسی طرح یہ بات مناسب معلوم نہ ہوئی کہ ابوالعاص کو فدیہ لئے بغیر واپس کر دیا جائے۔ یہ امتیازی سلوک اسلامی ذہن پر بڑا گراں تھا، مشورہ یہ ہوا کہ ابوالعاص کو فدیہ لئے بغیر رہا نہ کیا جائے اور ابوالعاص کا فدیہ یہ ہے کہ وہ مکّہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی حضرت زینب کو یہاں بھیج دیں۔ ابوالعاص نے بخوشی اس بات کو منظور کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اطلاع دی گئی تو آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا اور فرمایا کہ ابوالعاص کے ساتھ زید بن حارثہ کو بھی بھیج دو۔ زید مکّے سے پہلے بطن یا جج میں قیام کر کے انتظار کریں، اور ابوالعاص زینب کو ان کے پاس بطن یا جج پہنچا دیں اور زید بن حارثہ، زینب رضی اللہ عنہا کو لے کر مدینے کو واپس آجائیں۔ زید اور ابوالعاص دونوں روانہ ہوگئے، زید بن حارثہ بطن یا جج میں ٹھہر گئے اور ابوالعاص مکّے پہنچے اور اپنے وعدے کے مطابق بطن یا جج میں حضرت زید کے پاس حضرت زینب کو پہنچا گئے۔

حضرت زینب کو انہوں نے مدینے تو روانہ کر دیا لیکن زینب کے بغیر ان کے شب و روز بے نور ہو گئے۔ وہ مغموم رہنے لگے۔ ایک بار شام کے سفر میں تھے کہ بیوی کی یاد نے بے تاب کر دیا، اور وہ بے ساختہ یہ اشعار گنگنانے لگے۔

”میں مقام اراسے گذر رہا تھا، کہ زینب کی یاد نے مجھے تڑپا دیا، اور بے اختیار میرے زبان سے یہ دعا نکلی۔ خدا اس شخص کو شاداب و شادکام رکھے جو حرم میں قیام پذیر ہے، اور امین صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑکی کو خدا جزائے خیر دے، شوہر اسی بات کو یاد کر کے تعریف کرتا ہے، جس کو وہ خوب جانتا ہے“۔

ابوالعاص جب شام سے اپنے تجارتی قافلے کے ساتھ واپس آرہے تھے، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلے کے تعاقب میں ایک سو ستر سوار روانہ کئے عیص کے مقام پر ان سواروں نے تجارتی قافلے کو جا پکڑا۔ مشرکین گرفتار کر لئے گئے اور ان کا سامان قبضے میں لے لیا گیا۔ مگر اسلامی شہسواروں نے دامادِ رسول ابوالعاص سے کچھ نہ کہا۔

اب ابوالعاص نے مکّے کے بجائے مدینہ کا رُخ کیا۔ مدینہ پہنچ کر زینب رضی اللہ عنہا کا گھر معلوم کیا اور ان کے پاس پہنچ کر ان سے پناہ کے طالب ہوئے، مسجد نبوی میں فجر کی نماز ہو رہی تھی، لوگوں نے ایک نسوانی آواز سنی ''میں نے ابوالعاص کو پناہ دے دی ہے''۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا، تم لوگوں نے آواز سنی؟ عجیب معاملہ ہے کہ مسلمانوں کی کمزور ہستیاں دشمنوں کو پناہ دے رہی ہیں۔

آپ گھر پہنچے تو پیاری بیٹی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اپنے شفیق باپ سے کہا، یارسول اللہ! کیا یہ ممکن نہیں کہ ابوالعاص کے قافلے کا جو سامان چھینا گیا ہے وہ واپس کر دیا جائے، بیٹی کا مطالبہ سن کر آپ کا دل بھر آیا مگر خاموش رہے، اور کچھ دیر کے بعد ان لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجا ''ابوالعاص میری پیاری بیٹی کا شوہر ہے، اور زینب کی خواہش ہے کہ ابوالعاص کا سامان واپس کر دیا جائے، میں تم سے یہ تو نہیں کہتا کہ تم ضرور ایسا کرو۔ مگر تم جانتے ہو، زینب کی خوشی میری خوشی ہے، اگر تم ابوالعاص کے ساتھ احسان کرو تو مجھے خوشی ہوگی۔ سب نے یک زبان ہو کر کہا، حضور ہم آپ پر قربان ہم سب کچھ واپس کرنے کو تیار ہیں۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پیاری بیٹی کے پاس آئے اور فرمایا، دیکھو سامان سب واپس ہو جائیگا۔ تم ابوالعاص کی خاطر تواضع اور عزت واحترام میں ذرا کمی نہ کرنا۔ رسولِ

خدا کی پیغمبرانہ آنکھیں وہ سب دیکھ رہی تھیں جس تک دوسروں کی نگاہیں نہیں پہنچ سکتی تھیں۔

ابوالعاص سارا مال واسباب لے کر مکّے کی طرف روانہ ہوئے، مگر اس مرتبہ وہ بار بار مڑ مڑ کر مدینے کو دیکھتے تھے، قدم کچھ بوجھل تھے، اور دل کی دنیا کچھ بدلی ہوئی تھی، رسولِ پاک کا بے پناہ احسان وسلوک رنگ لایا، ابوالعاص مکّہ پہنچے، جس جس کا جو مال تھا ادا کیا، ابوالعاص ہمیشہ سے مکّہ میں ایک تجربہ کار اور دیانت دار تاجر کی حیثیت سے مشہور تھے، سب کے مطالبات ادا کرنے کے بعد آپ نے اعلان کیا، مکّہ کے کسی شخص کا میرے ذمّہ کوئی اور مطالبہ ہو تو وہ مجھ سے وصول کر لے، مکے والوں نے کہا آپ انتہائی باوفا، اور انتہائی شریف بھائی ہیں۔ اب ابوالعاص دل کی بات زبان پر لائے اور کہا، اس بار مدینے سے واپس ہونے کو ہرگز جی نہیں چاہ رہا تھا، مگر یہ سوچ کر واپس ہوا کہ تم یہ خیال نہ کرو کہ میں نے تمہارا مال واسباب غبن کر لیا۔ اب جبکہ میں تمہارے سارے مطالبے ادا کر چکا، اور خدا نے یہ بوجھ میرے دل اور کندھے سے اُتار دیا، تو میں اعلان کرتا ہوں سُن لو۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

سنہ ۷ھ محرم کے مہینہ میں حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہ بات پوری ہوئی جس کو رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ نگاہیں اس وقت دیکھ چکی تھیں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوالعاص کو مکّے رخصت کر رہے تھے اور اس خبر سے مدینے میں ہر طرف خوشی کی

لہر دوڑ گئی۔

(۲) حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا مدینے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکان سے ذرا فاصلے پر رہتی تھیں۔ ایک دن خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی سے ملنے کیلئے ان کے یہاں پہنچے، بات چیت ہو رہی تھی کہ شفیق باپ نے شفقت کرتے ہوئے فرمایا۔

لختِ جگر! تم بہت دور رہتی ہو، میرا جی چاہتا ہے کہ میں تمہیں اپنے قریب بُلا لوں، شفیق باپ کے قریب رہنے کی بات سن کر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بے چین ہوگئیں، بولیں یا رسول اللہ! حارث بن نعمان کے کئی مکان ہیں، ایک تو آپ سے بہت ہی قریب ہے، اگر آپ ان سے فرمادیں تو وہ ہرگز انکار نہ کریں گے۔

''مگر بیٹی میں ان سے کیسے کہوں؟ مجھے تو یہ بات کہتے ہوئے اچھا نہیں لگتا۔ خیر خدا خود ہی کوئی انتظام فرمادے گا'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا، دعائیں دیں اور رخصت ہوگئے۔

حارث رضی اللہ عنہ کو کسی طرح یہ بات معلوم ہوگئی کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی بیٹی کو اپنے قریب بُلانا چاہتے ہیں، وہ خود ہی دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے سُنا ہے کہ آپ فاطمہ زہرا کو اپنے قریب کسی مکان میں بُلانا چاہتے ہیں، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خاموش تھے، حارث رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میرا مال و جان سب کچھ خدا اور اس کے رسول پر قربان ہے۔ آپ جانتے ہی ہیں کہ آپ کے قریب میرے کئی مکان ہیں، اور خدا شاہد ہے کہ میری جو چیز آپ قبول فرمائیں گے۔ اس کا آپ کے پاس رہنا مجھے اپنے پاس رکھنے سے زیادہ محبوب ہوگا، یا رسول اللہ! میرا جو مکان پسند ہو حاضر ہے، میری خوشی بھی یہی ہے کہ آپ فاطمہ زہرا کو اپنے قریب بُلا لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حارث کو دعائیں دیں اور فرمایا حارث! تم نے جو کچھ کہا سچ ہے، اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے قریبی مکان میں بُلا لیا۔

(۳) رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سب سے چھوٹے صاحبزادے مدینے کے بیرونی علاقے میں ایک لوہار ابوسیف کے یہاں پرورش پا رہے تھے، آپ اکثر پیدل وہاں جاتے، ابوسیف لوہار تھے، گھر دھوئیں سے بھرا رہتا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی نظافتِ طبع کے باوجود بیٹے کی محبت میں وہاں بیٹھے رہتے، اور اسی دھوئیں میں اپنے پیارے بچے کو گود میں لیتے، پیار کرتے، اپنا منھ اور ناک اس کے گالوں پر رکھتے، گویا سونگھ رہے ہیں اور پھر پیدل مدینہ واپس آجاتے۔

ایک بار آپ ابوسیف کے یہاں پہنچے تو پیارے بچے کی سانس اُکھڑ چکی تھی، حضرت انس اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما بھی ہمراہ تھے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لختِ جگر کو گود میں لئے بیٹھے تھے، آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں تھے، عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے یہ منظر دیکھا تو خدا کے رسول سے کہا، یارسول اللہ! آپ بھی رو رہے ہیں، فرمایا "عوف! یہ آنسو رحمت کی نشانی ہیں" اور آنکھوں سے آنسو پھر ٹپ ٹپ گرنے لگے۔

نگاہیں حضرت ابراہیم پر تھیں، شفیق باپ کا دل دُکھی تھا، آپ فرما رہے تھے، "آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل دکھتا ہے، مگر ہم زبان سے صرف وہی کہتے ہیں جس کو ہمارا پروردگار پسند کرتا ہے، اور اے ابراہیم! ہمیں تیری جدائی کا بہت غم ہے"۔

(۴) سرورِ کائنات کا مستقل معمول تھا کہ جب بھی سفر سے آتے تو مسجد میں دو رکعت ادا کرنے کے بعد سب سے پہلے اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا

کے یہاں تشریف لے جاتے، اور اسی طرح جب بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں سے رخصت ہوتے۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی شفیق باپ سے ایسے ہی مثالی محبت تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہونے کے بعد صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے، تسلّی اور تشفّی کے کلمات کہنے لگے تو فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے حضرت انس سے کہا۔

''آخر تمہارے دل نے یہ کیسے گوارا کیا کہ منوں خاک کے نیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دبا دیا'' اور بے اختیار آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، پھر مبارک قبر پر پہنچیں اور زار وقطار روتی رہیں، پھر قبر سے مٹی اٹھائی، آنکھوں پر ملی اور یہ دو شعر پڑھے۔

جو شخص بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مزار کی خاک سونگھے اس پر لازم ہے کہ وہ پھر زندگی بھر کوئی دوسری خوشبو نہ سونگھے۔ مجھ پر جو مصیبتیں آئی ہیں اگر یہ مصیبتیں دنوں پر پڑتیں تو یہ دن رات بن جاتے۔

نرم دل نانا

(۱) خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی مسجد میں خطبہ دے رہے تھے، دیکھا کہ مسجد میں حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما بھی آ رہے ہیں، مسجد کے صحن میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے نانا جان کے پاس جلد پہنچنا چاہتے ہیں، لیکن قدم لڑکھڑا رہے ہیں، اور ہر قدم پر خطرہ ہے کہ کہیں گر نہ جائیں۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے، سرخ جوڑا پہنے، بڑے پیارے لگ رہے ہیں، ننھی ننھی ٹانگیں لرز رہی ہیں، اور وہ نانا جان کی طرف بڑھ رہے ہیں، خدا کے رسول کچھ دیر تک تو دیکھتے رہے، مگر ضبط نہ کر سکے، ممبر سے اُترے، نواسوں کو آغوش میں لیا اور لے جا کر اپنے

سامنے بٹھالیا، اب سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، خدا نے کتنی سچی بات فرمائی ہے۔

اِنَّمَآ اَمْوَالُکُمْ وَاَوْلَادُکُمْ فِتْنَۃٌ ط

فی الواقع تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہارے لئے ذریعہ آزمائش ہیں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے، ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا۔ خدا اس سے محبت رکھے جو میرے حسین سے محبت رکھتا ہے''

(۲) حضرت حسن رضی اللہ عنہ یا حضرت حسین رضی اللہ عنہ محبت کرنے والے نانا کے پیروں پر پیر رکھے کھڑے تھے۔ آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے اور فرمایا بیٹے! اور اوپر چڑھ آؤ، اور وہ اوپر چڑھتے چڑھتے اس سینے پر چڑھ آئے، جس میں پوری انسانیت کا درد تھا، نانا جان نے پیار سے نواسے کا منہ چوما اور خدا سے التجا کی، ''پروردگار! میں اس سے پیار کرتا ہوں تو بھی اس سے پیار کر۔''

(۳) خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے یہاں مدعو تھے، تیز تیز قدموں سے جارہے تھے۔ چلتے چلتے رُک گئے۔ پیارے نواسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ راستے میں کھیل رہے تھے۔ آپ نے آگے بڑھ کر اپنے دونوں ہاتھ پھیلا دئے، اور نواسے کو سینے سے لگانے کے لئے بلایا۔ حضرت حسین رضی اللہ عنہ ہنسے اور دوڑتے ہوئے آئے مگر پاس آکر ہر بار کترا جاتے، اور بچ کر نکل جاتے، آخر ایک بار پکڑ میں آگئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہاتھ ان کی تھوڑی پر رکھا اور ایک ہاتھ ان کے سینے پر، اور مبارک سینے سے جوش محبت میں چمٹا لیا۔ اور پھر بڑے پیار سے فرمایا، ''حسین میرا ہے اور میں حسین کا ہوں۔''

(۴) آپ ایک شاہراہ سے گذر رہے ہیں، پیارا نواسہ اس کندھے پر سوار ہے جس پر پورے عالم کی قیادت کا بوجھ تھا۔ راہ میں کسی نے کہا، کیا اچھی سواری ہاتھ

آئی ہے تمہیں صاحبزادے! پیار کرنے والے نانا نے کہا ”سوار بھی کیسا اچھا ہے۔“

(۵) خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں وہ نماز جس کے خلوص اور خشوع وخضوع کی کوئی رمق بھی مل جائے، تو پوری امت کی نماز، نماز ہو جائے۔ اسی دوران ایک پیاری معصوم بچّی آتی ہے اور کندھے پر سوار ہو جاتی ہے، آپ رکوع میں جانا چاہتے ہیں اور بچّی کندھے پر سوار ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت نرمی سے پیاری بچّی کو کندھے سے اُتار دیتے ہیں، اور خدا کے حضور رکوع وسجود کرتے ہیں، پھر کھڑے ہوتے ہیں، تو بچّی پھر سوار ہو جاتی ہے، نماز سے فارغ ہوتے ہیں تو پیاری نواسی کو نہ ڈانٹتے ہیں نہ جھڑکتے ہیں بلکہ جوش محبت میں سینے سے لپٹا لیتے ہیں۔

ایک بار خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ تحفے آئے، اچھے تحفے، ان تحفوں میں ایک سنہرا خوبصورت ہار بھی تھا یہی بچّی ایک کونے میں کھیل رہی تھی، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ہار تو میں اپنے گھر والوں میں سے اسے دونگا جو مجھے بہت زیادہ پیاری ہے، لوگوں نے سمجھا ضرور آپ یہ ہار حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گلے کی زینت بنائیں گے۔

مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھیلنے والی پیاری بچّی کو اپنے پاس بلایا، پیار کیا، اور اپنے مبارک ہاتھوں سے وہ ہار پیاری نواسی امامہ رضی اللہ عنہا کے گلے میں ڈال دیا۔

(۶) شفیق نانا پیارے نواسے حسین رضی اللہ عنہ کو پیار کر رہے تھے، اسی دوران مکّے کے ایک دولت مند سردار اقرع بن حابس بھی خدمت میں حاضر ہوئے! اقرع بن حابس نے یہ منظر دیکھا تو انہیں حیرت ہوئی کہ اتنی عظیم ہستی بچوں کو اس طرح پیار کر رہی ہے۔ اور اپنی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولے۔

”مجھے خدا نے دس بچّے دے رکھے ہیں، مگر میں نے تو آج تک کسی ایک بچّے

کو بھی پیار نہیں کیا ہے''۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جو دوسروں پر رحم نہیں کرتا خدا بھی اس پر رحم نہیں کرتا۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے ''حسن اور حسین میرے گلدستے ہیں۔'' جب کبھی آپ اپنی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے یہاں تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے فرماتے، ''فاطمہ! میرے بچّے کہاں ہیں لاؤ نہیں،'' وہ دونوں بیٹوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لاتیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو سینے سے لپٹاتے، پیار کرتے اور ان کے رخساروں پر اپنا منہ اور ناک رکھ کر اس طرح پیار فرماتے گویا سونگھ رہے ہیں۔

(۷) پیاری بیٹی زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے شفیق باپ کے پاس قاصد بھیجا اور کہلوایا، میرے بچے کی جاں کنی کا نازک وقت ہے، ذرا دیر کے لئے تشریف لے آیئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیغام پہنچا تو قدرتی طور پر غمزدہ ہوئے، ضبط سے کام لیا اور قاصد سے کہلا بھیجا، بیٹی! تم پر سلامتی ہو، جو کچھ خدا نے لے لیا وہ خدا ہی کا ہے، اور جو کچھ اس نے عطا فرمایا وہ بھی خدا ہی کا ہے، ہر چیز کا اس کے یہاں وقت مقرر ہے۔ بیٹی! صبر سے کام لو خدا تمہیں ضرور اس کا بہترین صلہ دے گا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا جاں کنی کا منظر دیکھ کر بے حال تھیں، جگر گوشہ گود میں پڑا اپنی آخری گھڑیاں پوری کر رہا تھا، آپ نے پھر قاصد بھیجا اور کہلوایا، حضور ضرور تشریف لائیں بڑا سخت وقت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہ، معاذ بن جبل، اُبی ابن کعب، زید بن ثابت اور کچھ دوسرے صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی تھے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیٹی کے یہاں پہنچے تو بچے کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا گیا۔ بچے کی جاں کنی ہو رہی

تھی، معصوم بچہ آخری ہچکیاں لے رہا تھا، نواسے کی یہ کیفیت دیکھ کر بے اختیار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپاٹپ گرنے لگے۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بولے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا آپ رو رہے ہیں؟ ارشاد فرمایا یہ رحم ہے رحم، جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کیا ہے، اور اللہ تعالیٰ انہیں بندوں پر رحم فرماتا ہے جو آپس میں ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں۔

ادب شناس بیٹا

جعرّانہ کے مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے گوشت تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک بوڑھی عورت آئی، یہ قبیلہ بنی سعد کی ایک خاتون تھیں، آپ نے بوڑھی عورت کو دیکھا تو استقبال اور احترام کے لئے فوراً اٹھے، اور پنے قریب ہی اپنی چادر بچھائی، پھر نہایت عزت واکرام کے ساتھ اس بوڑھی خاتون کو بٹھایا، ادب واحترام سے ان سے گفتگو کرتے رہے۔ ایک صحابی ابوالطفیل رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو لوگوں سے پوچھا، یہ کون خاتون ہیں، جن کا آپ اتنا احترام فرما رہے ہیں، لوگوں نے بتایا یہ قابل احترام خاتون حلیمہ سعدیہ ہیں جنھوں نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پالا تھا، اور اپنا دودھ پلایا تھا۔

حق شناس بھائی

مجاہدین اسلام نے قبیلہ بنی ہوازن پر حملہ کیا، اور بہت کچھ سامان، لونڈی غلام قبضے میں آئے، ان عورتوں میں حارث کی بیٹی شیما بھی تھیں، یہ باندیاں بھی خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی گئیں تو شیما دیر تک ٹکٹکی باندھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتی رہیں پھر بولیں، جانتے ہو میں کون ہوں؟ میں

تمہاری رضاعی بہن شیما ہوں دیکھو یہ میری نشانی ہے جس سے تم واقف ہو، حضور نے وہ نشانی دیکھی تو کچھ یادیں تازہ ہو گئیں، آنکھوں میں آنسو آ گئے، وہ منظر یاد آ گیا جب شیما حضور کو اپنی والدہ سعدیہ کی گود میں کھلایا کرتی تھیں۔

شیما بولیں، محمد! تمیں یاد ہے جب میں تمہیں گود میں لئے کھلاتی تھیں اور یہ گیت گایا کرتی تھی۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا حَتّٰی اَرَاهُ یَافِعًا وَاَمْرَدًا

ثم اراہ سَیِّدًا مَسْعُوْدًا وَاکْبِتْ اَعَادِیْهِ الْحُسَّدَا

اے ہمارے رب! محمد کو جیتا رکھ کہ ہم اپنی آنکھوں سے ان کو جوان دیکھیں ، پھر ہم اس کو ایک معزز سردار دیکھیں اور اس سے حسد رکھنے والے دشمن، ذلیل اور سرنگوں ہوں، خدایا! تو اس کو ایسی عزت عطا کر جو ہمیشہ ہمیشہ رہے۔

خدا کا شکر ہے یہ سب کچھ آج میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اور شیما کی آنکھوں سے خوشی کے دو موٹے موٹے آنسو ٹپک پڑے، انہیں اسیرانِ جنگ میں آپ کی رضاعی بہن حضرت شیما بھی تھیں لوگوں نے جب اُن کو گرفتار کیا تو انہوں نے کہا میں تمہارے پیغمبر کی بہن ہوں لوگ تصدیق کے لئے آپ کی خدمت میں لے کر آئے، شیما نے کہا اے محمد میں تمہاری بہن ہوں اور علامت بتلائی کہ لڑکپن میں ایک مرتبہ تم نے دانت سے کاٹا تھا جس کا یہ نشان موجود ہے، آپ نے پہچان لیا اور مرحبا کہا اور بیٹھنے کیلئے چادر بچھا دی اور فرط، مسرت سے آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا اگر تم میرے پاس رہنا چاہو تو نہایت عزت واحترام کے ساتھ تم کو رکھوں گا اور اگر اپنے قبیلہ میں جانا چاہو تو تم کو اختیار ہے۔ شیما نے کہا میں اپنی قوم میں جانا چاہتی ہوں اور مسلمان ہو گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے ان کو کچھ اونٹ اور بکریاں اور تین غلام اور ایک باندی عطا

فرمائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہوں میں بچپن کا پورا منظر گھوم گیا، پرانی یادیں تازہ ہوگئیں، آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے، اپنی پاک چادر اپنے ہاتھ سے بچھائی، بڑی بہن کو عزت کے ساتھ اس پر بٹھایا، کچھ دیر باتیں کرتے رہے، خوشی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ دمک رہا تھا، پھر بہن سے کہا، اگر تم میرے پاس رہنا پسند کرو تو یہاں تمہیں ہر طرح کا آرام ملے گا، عزت و آسائش سے یہاں رہو گی اور اگر اپنے قبیلے ہی میں واپس جانا چاہتی ہو تو تمہیں وہیں آرام و عزت کے ساتھ روانہ کرا دیا جائے۔

شیما نے کہا، پیارے بھائی! سب سے پہلے تو مجھے کلمہ پڑھا کر اسلام میں داخل کرو، لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کلمہ پڑھ کر شیما اسلام کی دولت سے مالا مال ہوگئیں۔ پھر درخواست کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اب مجھے میرے قبیلے ہی میں واپس بھیجنے کا انتظام فرما دیجئے۔ آپ نے شیما کو تین غلام، ایک باندی، ایک بکری اور کچھ نقد رقم دے کر عزت و اکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔

مہربان خسر

ایک بار حضرت علی رضی اللہ عنہ نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا "یا رسول اللہ! آپ اپنی بیٹی اور اپنے داماد دونوں میں سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہیں"؟ عجیب وغریب سوال تھا۔ مگر ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بڑا عجیب وغریب جواب دیا "تم سے زیادہ مجھے فاطمہ محبوب ہے اور فاطمہ سے زیادہ تم مجھے عزیز ہو"۔

حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما کے درمیان کسی بات پر ایک بار کچھ خفگی ہوگئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ذرا سخت رویہ اختیار کیا، فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا روٹھ کر اپنے شفیق باپ کے یہاں پہنچیں کہ باپ کو اپنا غم سنا کر دل کا کچھ بوجھ ہلکا کریں۔ پیچھے پیچھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد بھی گھبرائے ہوئے پہنچے اور آڑ میں کھڑے ہوگئے۔ خدانا خواستہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوگئے تو دین ودنیا تباہ ہوجائیگی۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنے شوہر کی سختی اور غصہ کی شکایت کی، ان کی زیادتی کا حال سنایا اور زاروقطار رونے لگیں۔ شفیق باپ نے اس طرح بیٹی کو روتے دیکھا تو ان کا دل بھر آیا، آبدیدہ ہوگئے مگر داماد کے حق میں کوئی جملہ کہنے کے بجائے بیٹی کو سمجھاتے ہوئے شفیق باپ نے کہا "بیٹی! میں نے تمہارا نکاح اس شخص سے کیا ہے جو قریش کے جوانوں میں اور اسلام لانے والوں میں سب سے افضل ہے"۔

"بیٹی! میاں بیوی میں کبھی کبھی ایسی باتیں ہو ہی جاتی ہیں، وہ کون سے میاں بیوی ہیں جن کے درمیان کبھی کوئی رنجش کی بات نہ ہو، اور بیٹی یہ کیسے ممکن ہے کہ مرد سارے کام ہمیشہ عورت کی مرضی کے مطابق ہی کیا کرے۔ اور اپنی بیوی سے کچھ نہ کہے، بیٹی! جاؤ اپنے گھر جاؤ، خدا تمہیں ہمیشہ خوش اور آباد رکھے، اور

میں تم دونوں کو خوش دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی کروں،" بیٹی کے دل سے کبیدگی دور ہو گئی۔ ادھر علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے مہربان خسر کی مشفقانہ گفتگو سنی تو ان کا دل بھی بھر آیا، سامنے آئے، آنکھوں میں آنسو تھے، رقّت کے انداز میں فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کہا "خدا کی قسم آئندہ تم ایسی بات نہ دیکھو گی جس سے تمہارے نازک دل کو دُکھ پہنچے"۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا دل بھی بھر آیا، بولیں "نہیں، غلطی تو میری ہی تھی" اور دونوں ایک دوسرے کی محبت سے سرشار، خوش خوش اپنے گھر لوٹ گئے، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو تیرنے لگے۔ اور پھر یہ محبت اس قدر بڑھی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، تو آپ روزانہ ان کی قبر پر بے تابانہ پہنچتے اور یہ اشعار آپ کی زبان پر ہوتے

> "اے اللہ! یہ میری کیا حالت ہوگئی کہ میں روزانہ قبر پر سلام کرنے آتا ہوں۔ لیکن میرے حبیب کی قبر مجھے کوئی جواب ہی نہیں دیتی' اے قبر! تجھے کیا ہوا کہ پکارنے والے کی پکار کا کوئی جواب نہیں دیتی۔ کیا تو احباب کی محبت سے کبیدہ خاطر ہوگئی ہے؟

رحمدل بھتیجا

(۱) غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دو دستی تلوار مارتے، بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے برابر آگے بڑھ رہے تھے، کفّار کی صفوں میں ان کی جاں بازی سے افراتفری مچی ہوئی تھی، جبیر بن مطعم کا ایک حبشی غلام تھا، وحشی، جبیر نے وحشی سے وعدہ کرلیا تھا کہ اگر وہ حمزہ رضی اللہ عنہ کو قتل کردے تو آزاد کردیا جائے گا۔ اس لئے وہ برابر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی تاک میں لگا رہا۔ ایک موقع پر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، وحشی کے قریب آئے تو اس حبشی نے اپنا چھوٹا

نیزہ، حربہ تاک کر پیٹ میں مارا، نیزہ ناف میں لگا اور پار ہوگیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پلٹ کر وحشی پر حملہ کریں۔ لیکن زخم کاری تھا، لڑکھڑا کر گر پڑے اور جام شہادت نوش کیا۔

اس غزوہ میں اگرچہ رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر معمولی شجاعت اور استقلال اور بے مثال تدبّر و بصیرت سے مسلمانوں کی شکست، فتح میں بدل گئی تھی لیکن یہ واقعہ ہے کہ مسلمانوں کو اس جنگ میں سخت زِک اٹھانی پڑی اور بہت سے مسلمان شہید ہوئے۔ اسلامی فوج جب جنگ سے واپس مدینے پہنچی تو مدینے میں گھر گھر ماتم بپا تھا، خواتین اپنے اپنے شہیدوں کو یاد کر کے نوحہ کر رہی تھیں۔ بڑا ہی رقّت انگیز منظر تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ منظر دیکھا کہ عورتیں اپنے جگر گوشوں اور عزیزوں کا ماتم کر رہی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بھر آیا، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا منظر سامنے آگیا اور بڑے ہی رقّت انگیز انداز میں فرمایا ''کیا حمزہ کا ماتم کرنے والا کوئی نہیں ہے'' وحشی جنگ طائف کے بعد ایمان لے آئے تھے لیکن جب بھی وحشی پر رحمتِ عالم کی نظر پڑتی، چچا یاد آجاتے۔ بہت ضبط فرماتے۔ مگر ایک دن وحشی سے فرمایا ''تم میرے سامنے نہ آیا کرو''۔

(۲) غزوۂ بدر کے قیدیوں میں رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس بھی قید ہو کر آئے۔ مسلمانوں نے قیدیوں کے ہاتھ پاؤں جکڑ کر باندھ دئے تھے، عباس کے ہاتھ پاؤں بھی رسّی اور زنجیروں سے جکڑ دئے گئے تھے، عباس برابر درد سے کراہ رہے تھے۔ ان کے کراہنے کی آواز رحمدل بھتیجے کے کان میں پہنچ رہی تھی۔ اور آپ بے قراری اور بے چینی میں بار بار کروٹیں بدل رہے تھے، نیند کسی کروٹ پر نہیں آرہی تھی۔ مگر کیسے کہتے کہ عباس کے بندھن ڈھیلے کر دو۔ آپ کو بے قرار دیکھ کر جاں نثار بھی بے قرار ہوگئے اور سمجھ گئے کہ عباس کی کراہوں نے

آپ کو بے چین کر رکھا ہے۔لوگوں نے عباس کے بندھن ڈھیلے کر دیئے۔ان کے درد و کرب میں کمی آئی۔کراہیں بند ہوئیں۔تو رحمتِ عالم ﷺ کو بھی آرام ملا۔اور آپ ﷺ سو گئے۔

ضعیفوں کا ماویٰ

(۱) رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بازار کی طرف جا رہے تھے، جیب میں صرف آٹھ درہم تھے، راستے میں ایک ضعیف عورت بیٹھی رو رہی تھی، آپ ﷺ رُک گئے۔اس کے قریب پہنچے اور اس کے غم میں شریک ہونے کے لئے اس سے پوچھا بڑی بی کیوں رو رہی ہو؟ کیا حادثہ پیش آیا ہے''؟

''بی بی نے دو درہم لے کر سودا لینے کو بھیجا تھا، درہم راستے میں کہیں گر گئے، اب وہ کیا خیال کرے گی!'' یہ کہہ کر بڑھیا پھر زار و قطار رونے لگی۔آپ ﷺ نے جیب سے دو درہم نکالے، بڑھیا کے ہاتھ پر رکھے اور اس کو تسلّی دیتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔

بازار پہنچ کر خدا کے رسول نے دو درہم میں ایک قمیص خریدی اور واپس ہو گئے۔واپسی میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک فقیر بالکل ننگا کھڑا ہے، پھٹا پرانا چیتھڑا ٹانگوں پر باندھ رکھا ہے اور صدا لگا رہا ہے''جو مجھے پہنائے گا خدا اسے جنّت کا جوڑا عطا فرمائے گا۔

آپ ﷺ ذرا رُکے، فقیر نے پھر صدا لگائی ''جو مجھے پہنائے گا، خدا اسے جنت کا جوڑا عطا فرمائے گا''۔آپ ﷺ نے وہ قمیص اسی وقت اس فقیر کو پہنا دی، اور پھر بازار کی طرف چل دئے۔وہاں جا کر آپ ﷺ نے دوسری قمیص دو درہم میں خریدی اور اپنے گھر جانے کے لئے واپس ہوئے، دیکھا کہ راستے

میں پھر وہی بڑھیا کھڑی رو رہی ہے۔

دریافت فرمایا، ”بڑی بی! اب کیا بات ہے“؟

بولی:۔”یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں کہاں تک آپ کو پریشان کروں! گھر سے نکلتے ہوئے کافی دیر ہوگئی ہے۔گھر والیاں انتظار کررہی ہوں گی۔ یہاں دیر لگ گئی اتنی دیر میں پہنچوں گی تو وہ ناراض ہوں گی بُرا بھلا کہیں گی ،سزا دیں گی ۔ بڑھیا یہ کہہ کر پھر زور زور سے رونے لگی۔آپ نے بڑھیا کی فریاد نہایت دھیان سے سنی ، بڑھیا پر بڑا ترس آیا۔اسے تشفی دی اور فرمایا چلو، اچھا میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں ، بڑھیا خوش خوش چل دی ،خدا کے رسول ﷺ بھی ساتھ ساتھ تھے ،تھوڑی ہی دور گئے تھے کہ کچھ انصار کے گھر نظر آئے ۔بڑھیا نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا ”میں انہیں گھروں میں کام کرتی ہوں ،۔ان گھروں کے مرد باہر گئے ہوئے ہیں،گھروں میں صرف عورتیں ہی ہیں“۔

آپ ﷺ گھروں کے قریب پہنچے اور ذرا بلند آواز سے کہا

”اے بیبیو! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ!“

آواز مانوس تھی ، ہر خاتون متوجہ ہوگئی مگر بالکل خاموش رہی، کسی گھر سے کوئی جواب نہ آیا۔

آپ ﷺ نے پھر بلند آواز سے کہا ”السّلام علیکم ورحمۃ اللہ برکاتہٗ

پھر وہی خاموشی رہی، کسی گھر سے کوئی جواب نہ آیا۔

خواتین دروازوں کے قریب آ گئیں اور مشتاق تھیں کہ دلنواز آواز پھر آئے ،خدا کے رسول ﷺ نے تیسری بار پھر ذرا بلند آواز سے کہا

”اے بیبیو! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

تیسری آواز پر سارے گھروں کی عورتوں نے مل کر جواب دیا ”وعلیکم السلام

ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ،فِدَاكَ اَبِيْ وَاُمِّيْ"! آپ ﷺ نے پوچھا، ''بیبیو! کیا تم نے میری پہلی آواز نہیں سنی تھی''؟

''یارسول اللہ! ہم نے آپ کا پہلا ہی سلام سن لیا تھا، اور آپ کی آواز پہچان لی تھی، لیکن جواب اس لئے نہیں دیا کہ آپ کی زبان مبارک سے سلامتی اور رحمت وبرکت کی دعائیں ہم اور ہمارے بچے بار بار سنیں''۔ عورتوں نے عقیدت وارادت کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ خدا کے رسول ﷺ مُسکرادئے۔ پھر فرمایا۔

''یہ تمہاری خادمہ ڈر رہی تھی، کہ تم اسے ڈانٹو گی اور سزا دوگی، اتفاق سے اس خدا کی بندی کو دیر ہوگئی تھی۔ میں اس کی سفارش کے لئے آیا ہوں'' رسول خدا کے الفاظ سن کر خواتین کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور ایک زبان ہوکر بولیں ''یارسول اللہ! یہ آپ کو سفارش میں لے کر آئی ہے تو آپ گواہ رہیں ہم اسی وقت اس کو آزاد کرتے ہیں اب اس پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے''۔

باندی کی آزادی پر آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اور آپ ان نیک خواتین کو دعائیں دیتے ہوئے خوشی خوشی گھر واپس آگئے۔

(۲) مکّہ فتح ہوچکا ہے اور لوگ جوق درجوق اسلام کا شرف حاصل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہورہے ہیں۔ آپ کے رفیق غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی ایک کمزور بوڑھے شخص کو لئے آرہے ہیں، بوڑھے کی ٹانگیں لرز رہی ہیں، آنکھوں کی بینائی جاتی رہی ہے۔ کمزوری کی وجہ سے سانس پھول رہی ہے۔ یہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد ابوقحافہ عثمان ہیں۔ رحمتِ عالم ﷺ نے انہیں دیکھا تو آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا یارسول اللہ! ان کو کلمہ پڑھا کر اسلام کے حلقے میں داخل فرمایئے''

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا! ابوبکر تم نے خواہ مخواہ ایک بزرگ کو اتنی تکلیف دی، میں خود ہی ان کے پاس چلا جاتا۔ اور پھر آپ نے ان کو کلمہ پڑھا کر اسلام کی دولت سے مالا مال کر دیا۔

صادق وامین

آپ کی شادی ہو چکی تھی، لگ بھگ ۳۰ سال کی عمر تھی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت یا تو عبادت الٰہی میں مصروف رہتے یا مخلوق خدا کی خیر خواہی، بھلائی اور فلاح کے کاموں میں لگے رہتے۔ ملک کا حال ان دنوں بڑا ابتر تھا، ملک میں عام طو پر بدامنی تھی، راستوں میں ہر وقت لوٹ مار کا اندیشہ تھا، مسافر اکثر لٹ جاتے تھے، غریبوں اور کمزوروں پر ہر طرف ظلم وزیادتی عام تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر سوچتے رہتے کہ ان خرابیوں کا انسداد کس طرح ہو۔ قبیلے کے سرداروں سے بھی آپ اکثر ملتے، انہیں توجہ دلاتے، اور ان باتوں کی اصلاح اور سدھار کے لئے آمادہ کرتے رہتے۔ انہیں ابتدائی کوششوں کے نتیجے میں آخر ایک انجمن قائم ہوگئی جس میں بنی ہاشم، بنو مطلب، بنو اسد، بنو زہرہ اور بنو تمیم کے لوگ شامل تھے۔

اس انجمن میں شامل ہونے والے چند باتوں کا عہد کر کے انجمن کے ممبر بنتے تھے۔

(۱) ہم ملک میں امن وامان قائم کریں گے۔

(۲) ہم مسافروں اور رہگیروں کی حفاظت کریں گے۔

(۳) ہم غریبوں اور معذوروں کی مدد کریں گے۔

(۴) ہم زبردستوں کو کمزوروں پر ظلم کرنے سے روکیں گے۔

اس انجمن کی کوششوں سے ملک سے بہت کچھ برائیوں کا انسداد ہوا۔ لوگوں کے جان ومال کی حفاظت ہوئی اور کچھ اطمینان وسکون پیدا ہوا۔ کچھ عرصے کے

بعد خدا نے آپ ﷺ کو نبوّت کے منصب پر سرفراز فرمایا، اور پورے عالم کی اصلاح اور قیادت کی ذمّہ داری آپ ﷺ کے سپرد کی۔ نبوّت کے زمانے میں آپ فرمایا کرتے، ''اگر آج بھی کوئی ایسی انجمن کے تعاون کے لئے مجھے بلائے تو میں سب سے پہلے تیار ہوں گا''۔

انہیں نیک کارناموں کے باعث ملک میں آپ ﷺ صادق اور امین کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ اور آپ ﷺ کی نیکی، صداقت، اور امانت و دیانت سے مکّے کے سب لوگ واقف اور متاثر تھے۔

انہیں دنوں ایک زبردست سیلاب آیا، بیت اللہ کی دیواریں سیلاب سے پھٹ گئیں۔ بیت اللہ کی دوبارہ تعمیر ہوئی۔ اس کی تعمیر میں قریش کے سبھی لوگ شریک ہوئے۔ اب مسئلہ تھا، حجر اسود کو اپنی جگہ نصب کرنے کا۔ ہر قبیلہ یہ چاہتا تھا کہ یہ شرف اسے حاصل ہو، بات بڑھ گئی، چار دن اسی کشاکشی میں گزر گئے۔ سخت خونریزی اور فساد کا اندیشہ پیدا ہوگیا۔ آخر بنی اُمیہ ابن مغیرہ نے ایک تجویز رکھی کہ کسی کو ثالث بنا لیا جائے۔ اور وہ جو فیصلہ کرے سب مان لیں۔ بنو اُمیّہ قریش کے لوگوں میں معمّر بھی تھا اور سمجھدار بھی، تجویز بھی معقول تھی، سب نے مان لی اور یہ طے ہوا کہ کل جو شخص حرم میں سب سے پہلے داخل ہوگا وہی ثالث مان لیا جائے گا۔

حُسنِ اتفاق دوسرے روز سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے۔ آپ کو دیکھتے ہی لوگ خوشی سے چیخ اُٹھے

هٰذَا الْاَمِيْنُ هٰذَا الصَّادِقُ رَضِيْنَاهُ

یہ امین ہیں۔ یہ صادق ہیں۔ ہم ان کی ثالثی کے لئے راضی ہیں۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبردست بصیرت اور حسن تدبیر سے ایسا فیصلہ کیا کہ لوگوں کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ آپ نے ایک بڑی چادر بچھائی، اور اپنے دست مبارک سے حجر اسود اٹھا کر اس چادر پر رکھا، اور پھر ہر قبیلے کے سردار سے کہا کہ چادر کو اٹھائیں، اس طرح سب قبیلوں کے سرداروں کو پتھر اٹھانے کی سعادت حاصل ہوگئی اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے پتھر اٹھا کر اس کی جگہ پر اسے نصب کر دیا۔

بے مثال فاتح

ہجرت کا آٹھواں سال تھا۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینے میں عام اعلان کرایا کہ اسلام کے جاں باز مجاہدین تیار ہو جائیں، اور مدینے میں ہر طرف مسلم رضا کار اپنے اپنے ہتھیار درست کرنے میں لگ گئے، گھر میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ”میرے ہتھیار تیار کر دئے جائیں ایک بڑا معرکہ درپیش ہے“ مگر آپ نے یہ راز کسی پر ظاہر نہ فرمایا کہ کس طرف کا قصد ہے، عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار تیار کئے مگر انہیں بھی یہ معلوم نہ تھا کہ اسلامی فوجیں کدھر کا رُخ کر رہی ہیں۔ البتہ عظیم لشکر کی تیاری سے لوگوں نے قیاس ضرور کر لیا تھا کہ ہو نہ ہو مکّے پر چڑھائی کا منصوبہ ہے۔

رمضان کی دس تاریخ تھی، ہجرت کا آٹھواں سال تھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دس ہزار جاں نثاروں کی عظیم فوج کو ہمراہ لے کر نہایت شان اور دبدبے کے ساتھ مکّے کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی فوج جوش جہاد سے سرشار برابر آگے بڑھ رہی تھی، اور راستے میں قبیلوں کے لوگ آ کر فوج میں شامل ہو رہے تھے۔ مرّ الظہران پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوجی کیمپ لگایا، حالات کا جائزہ لیا، اور

اپنی پیغمبرانہ بصیرت سے کام لیتے ہوئے آپ نے اہم فوجی مصلحت کے پیش نظر فوج کو حکم دیا کہ ہر سپاہی اپنے لئے الگ الگ چولہے روشن کرے۔ دس ہزار جوان مردوں نے پورے میدان میں پھیل کر دس ہزار چولہے روشن کئے۔ پورا ریگستان وادیٔ ایمن کا منظر پیش کر رہا تھا۔

قریش کو اسلامی لشکر کی آمد کی سُن گُن لگ گئی تھی، تین سردار ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام، بدیل ابن ورقاء تحقیقِ حال کے لئے پہنچے۔ ٹیلے کی بلندی سے تینوں نے دیکھا تو دور دور تک ہزاروں چولہے جلتے نظر آئے، اتنا عظیم لشکر دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خیمے کی حفاظت کے لئے جو دستہ متعیّن تھا، اس نے ان کو دیکھا اور ابوسفیان کو پہچان لیا،

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان سے کہا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم عظیم لشکر کے ساتھ مکّے آ پہنچے! ابوسفیان نے کہا، اب قریش کا کیا بنے گا!۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ میرے پیچھے خچر پر بیٹھو اور رسولِ خدا سے بات چیت کر لو۔

ابوسفیان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بات چیت کرنے کے لئے آپ کے خیمے کی طرف روانہ ہوئے، قریب پہنچے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھا، جوشِ انتقام سے بے قابو ہو گئے۔ اور ابوسفیان سے کہا، او، دشمن خدا! آج تو قابو میں آیا ہے، تیز تیز رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے ابوسفیان کے قتل کی اجازت چاہی، مگر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں انہیں اپنی پناہ میں آپ کے پاس لایا ہوں۔ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کب چاہتے تھے کہ آج خون بہایا جائے۔ ابوسفیان سے فرمایا۔ ابوسفیان! کیا اب بھی تمہیں یقین آیا کہ خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔

ابوسفیان:۔ ''کوئی اور خدا ہوتا تو ہمارے کام آیا ہوتا''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:۔ ''کیا اس میں اب بھی شک ہے کہ میں اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں''؟

ابوسفیان:۔ ''ہاں اس میں تو کچھ شبہ ہے''

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوڑو اب ڈھٹائی کو، عزت کے ساتھ اسلام قبول کرلو''۔ اور مکّے کے سب سے بڑے سردار نے چارو ناچار اسلام کی اطاعت قبول کرلی، اسلام کے فداکاروں نے صبح تک ابوسفیان کو اپنی حراست میں رکھا مگر اس انداز سے کہ ابوسفیان کو محسوس نہ ہونے دیا۔

صبح ہوئی تو اسلامی لشکر کے جاں باز مجاہدین کُدیٰ کے راستے سے مکّے کی طرف روانہ ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ ابوسفیان کو پہاڑی کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کردو، کہ وہ اپنی آنکھوں سے، اسلامی فوج کی عظمت وشان کا منظر دیکھ لے،

پہلے غِفار کا لشکر اپنا پرچم لہراتا، خدا کی عظمت کا ذکر کرتا گزرا، پھر جہینہ، اور سُلیم کے جان باز ہتھیاروں میں ڈوبے، فداکاری کے جذبے سے سرشار، تکبیر کی صدائیں بلند کرتے گزرے، اور آخر میں انصار کے دستے اس شانِ جلال کے ساتھ گزرے کہ ابوسفیان سکتے میں رہ گئے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا یہ کون ہیں، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نام بتایا اور ٹھیک اسی لمحے برابر سے انصاری فوج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بڑی شان وشوکت سے گزرے، ابوسفیان پر نظر پڑی تو گرج دار آواز میں کہا۔

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَلْحَمَةِ اَلْيَوْمَ تَسْتَحِلُّ الْكَعْبَةَ۔

آج گھمسان کی جنگ کا دن ہے۔ آج کے دن کعبہ کے ماحول میں بھی

خونریزی حلال کردی جائے گی۔

سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ جوش میں یہ کہتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ان کے پیچھے دو جہاں کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تھی ، اور یہ سواری سادگی اور عجز کی عجب شان کے ساتھ گزر رہی تھی ۔ابوسفیان کی نظر چہرۂ انور پر پڑی تو بولے یارسول اللہ! آپ نے سعد بن عبادہ کی بات سُن لی؟

فرمایا سعد نے صحیح بات نہیں کہی ، آج کعبہ کی عظمت کا دن ہے، آج مرحمت ومعافی کا دن ہے۔

اَلْيَوْمُ يَوْمُ الْمَرْحَمَةِ آج کا دن مرحمت اور عفو وکرم کا دن ہے۔

اور فرمایا۔سعد بن عبادہ سے فوجی علم لے کر ان کے بیٹے کے حوالے کردیا جائے ۔آپ مکّے میں داخل ہوئے تو دنیا کے فاتحوں سے آپ کی شان اور ادا بالکل مختلف تھی ، نہ کوئی اکڑ تھی ، نہ فخر و تعلّی کے نعرے تھے، نہ جشن کے شادیانے تھے، نہ کسی سے انتقام لینے کی قاہرانہ دھمکیاں تھیں ، نہ اقتدار کے نشے کی بد مستیاں تھیں بلکہ عجز وانکساری سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک سواری پر اس طرح جھکا ہوا تھا، کہ پیشانی مبارک کجاوے کو چھو رہی تھی اور سورۂ فتح کی تلاوت میں مصروف تھے۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا۔

بے شک ہم نے آپ کو کھلی ہوئی فتح عطا کردی

دریافت کیا گیا حضور کہاں قیام فرمائیں گے، کیا اپنے آبائی مکان میں؟ رقّت انگیز لہجے میں جواب دیا ”عقیل نے گھر کہاں چھوڑا کہ اس میں اتروں؟ عقیل اپنے مکان ابوسفیان کے ہاتھ بیچ چکے تھے۔ میں مقام خیف میں قیام کروں گا جہاں قریش نے ہمارے خلاف باہم عہد و پیمان کیا تھا۔مقامِ خیف میں اترنے کے بعد

آپ حرم کعبہ میں داخل ہوئے، جہاں مشرکین نے ۳۶۰ بُت نصب کر رکھے تھے۔ آپ ایک ایک بت کو لکڑی کی نوک سے ٹھوکتے اور یہ پڑھتے جاتے۔

جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقاً

(بنی اسرائیل ۸۱)

حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل تو ہے ہی مٹنے کے لئے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں نماز شکر ادا کی، کچھ دیر ذکر وفکر میں مصروف رہے، کعبہ کے باہر عام ہجوم تھا، لوگ اپنی قسمت کا فیصلہ سننے کے لئے بے تاب تھے۔ اس وقت آپ نے ایک بڑا ہی ایمان افروز خطبہ دیا، جو صرف مکّے والوں کے لئے نہ تھا بلکہ رہتی دنیا کے لئے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

''ایک خدا کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔
اس نے اپنا وعدہ سچّا کر دکھایا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد فرمائی
اور تمام لشکروں کو اس نے تنہا شکست دی۔
آج فخر وغرور کی تمام باتیں، خون کے سارے دعوے، مال کے تمام
مطالبے میرے ان قدموں کے نیچے روند دئے گئے۔ البتہ بیت اللہ کی
تولیت اور حجاج کی آب رسانی کے منصب اس سے مستثنٰی ہیں۔

اے قریش کے لوگو! اب جاہلیت کا غرور اور نسل ونسب کا فخر خدا نے مٹا دیا، سارے آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنے ہیں۔

پھر آپ نے یہ قرآن کی یہ آیت پڑھی۔

يَآ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ٥ (الحجرات ۱۴)

"لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا۔ اور تمہارے قبیلے اور خاندان بنائے تاکہ آپس میں پہچان ہو سکے۔ لیکن خدا کی نظر میں سب سے زیادہ عزّت و اکرام والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو، بے شک اللہ خوب جاننے والا پوری طرح باخبر ہے۔

خطبہ سے فارغ ہوئے تو آپ نے مجمع پر ایک نظر ڈالی۔ ہر طرف سناٹا تھا لوگوں پر حیرت و ہیبت طاری تھی، یہ وہی لوگ تھے جنہوں نے چند سال پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّے سے نکالا تھا، ان میں وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں اور کوسنے دیئے تھے، وہ بھی تھے جنھوں نے طنز و تشنیع سے آپ کا دل دُکھایا تھا، وہ بھی تھے جنھوں نے شانِ رسالت میں گستاخیاں کی تھیں، وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں غلاظتیں پھینکی تھیں اور کانٹے بچھائے تھے۔ وہ بھی تھے جنھوں نے پتھر برسا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا تھا۔ وہ بھی تھے جنھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیزوں کا کلیجہ چبایا تھا اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے، وہ بھی تھے جنھوں نے مدینے میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سکون کی سانس نہیں لینے دی تھی، وہ بھی تھے جنھوں نے تپتی ریت پر مسلمانوں کو لٹا کر ان کے سینوں پر وزنی پتھر رکھے تھے۔ اور وہ بھی تھے، جنھوں نے مسلمانوں کو زنجیروں میں جکڑ کر پتھریلی زمین پر گھسیٹا تھا۔ وہ بھی تھے جنھوں نے سعید روحوں کو شعب ابی طالب میں قید کر کے کچّے چمڑے اور درختوں کی کھال کھانے پر مجبور کیا تھا۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر ایک نظر ڈالی اور پُر ہیبت لہجے میں پوچھا، جانتے ہو آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ بے بسی اور ندامت کے عالم میں ہر طرف سے ایک ہی رحم طلب صدا گونجی۔

اَخٌ کَرِیْمٌ، آپ عالی ظرف اور شریف بھائی

وَابْنُ اَخٍ کَرِیْمٍ۔ ہیں اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں

اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا۔

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی گرفت نہیں، جاؤ تم سب آزاد ہو۔

عالی ظرف فاتح نے ان کے جسموں کو تو آزاد کر دیا مگر ان کے دلوں پر قبضہ کرلیا، اور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ پھر نماز کا وقت آیا تو مؤذّنِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر چڑھ کر پُرجوش لہجے میں اذان دی اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مرکزِ توحید میں توحید کے پروانوں کو نماز پڑھائی۔

راست باز شریک تجارت

ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے ان ساتھی کی بہت تعریف کی۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، میں ان کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ پھر ان صاحب نے بتایا کہ میں نے ایک عرصے تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں تجارت کی ہے، اور میں نے ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معاملہ کا کھرا پایا، ایک دوسرے صحابی قیس مخزومی نے بھی کچھ عرصے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شرکت میں کاروبار کیا تھا، قیس مخزومی کا بیان ہے کہ میں نے معاملات میں ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو راست باز اور صادق پایا اور آپ کا معاملہ ہمیشہ صاف رہا۔

مکّہ میں سب سے بڑا کاروبار حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا تھا، مکّے سے جب کوئی تجارتی قافلہ چلتا تو صاحبِ طبقات ابن سعد کے بقول آدھا مال اگر تمام مکّے والوں کا ہوتا تھا تو آدھا مال حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا ہوتا تھا، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی، حُسنِ معاملہ اور امانت ودیانت کا حال سنا تو ان سے درخواست کی کہ اگر آپ شام کو میرا مالِ تجارت لے جانا پسند کریں تو میں آپ کو منافع کا اس سے دوگنا حصّہ دوں گی جتنا دوسروں کو دیتی ہوں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یہ پیش کش قبول فرمالی اور تجارت کا مال لے کر شام کی طرف روانہ ہو گئے۔

خدا کے فضل وکرم سے اس سفر میں کافی نفع ہوا اور کاروبار میں بڑی خیر وبرکت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سارا حساب سمجھایا، خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ اس بار تو خدا کی عنایت سے بڑی خیر وبرکت ہوئی وہ بہت متاثّر ہوئیں، پھر جب سفر کے ساتھی غلام نے آپ کی پاکبازی، دیانت، سچّائی اور راست بازی کے حالات سنائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے دل میں آپ کیلئے اور جگہ پیدا ہوئی اور آخر کار اس سفر کے تین مہینے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں نکاح کا پیغام بھجوایا۔ اس وقت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس سال کی تھی اور آپ اس وقت صرف ۲۵ سال کے تھے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضامندی دے دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہو گیا۔

بداندیش کے دل میں گھر کرنے والا

(۱) مکّہ کو فتح ہوئے ابھی ایک ہی دن گزرا تھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑے

جذبے کے ساتھ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ فضالہ ابن عمیر نے آپ کو دیکھا کہ بڑے انہماک اور دلبستگی کے ساتھ آپ طواف کر رہے ہیں، اسے شیطان نے اکسایا، اور وہ آپ کو (توبہ توبہ) قتل کرنے کے ناپاک ارادے سے آپ کی طرف چل دیا۔ جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو آپ متوجہ ہوئے اور پوچھا، ''کیا فضالہ آرہا ہے''؟

فضالہ: ''جی ہاں میں فضالہ ہوں''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: ''بتاؤ کس ارادہ سے آئے ہو''؟

فضالہ: ''جی کوئی خاص ارادہ نہیں، بس اللہ اللہ کر رہا ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضالہ کا یہ جواب سُن کر مُسکرا دئے اور فرمایا ''فضالہ تم تو کسی اور ارادے سے آئے ہو''، فضالہ حیرت زدہ رہ گیا، آپ نے نہایت شفقت کے ساتھ کہا، ''تم اپنے رب سے اپنے لئے معافی مانگو''، اور آپ نے اس کے سینے پر اپنا دایاں ہاتھ رکھ دیا۔

فضالہ کہتے ہیں ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ رکھنا تھا کہ میرے دل کو عجیب قسم کا سکون ہوا، سرور حاصل ہوا اور میرے دل کی عجیب کیفیت ہوگئی۔ ابھی چند لمحے پہلے میں جس شخص کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا، اب اس کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی تھی، اب میرے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کوئی محبوب نہ تھا۔ میں کچھ دیر ٹکٹکی باندھے اس عظیم ہستی کو دیکھتا رہا، میرے دل کی روشنی برابر بڑھتی رہی، اور میرے روح کو ایسی فرحت حاصل ہورہی تھی جس کو میں بیان نہیں کرسکتا۔ میں اسی روحانی سرور اور کیفیت کے ساتھ یہاں سے گھر کیلئے واپس ہوا۔ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار چلا جارہا تھا، راستے میں وہ محبوبہ مل گئی جس کے ساتھ میں پہروں

بیٹھا کرتا تھا اور جس کی محبت میرے دل کے ریشے ریشے میں پیوست تھی، اس محبوبہ نے حسب معمول دلنواز انداز میں میرا استقبال کیا اور مجھے بلایا۔

میں نے کہا، نہیں اب میں تمہارے قریب نہیں آسکتا، میں نے اپنا ہاتھ محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہاتھ میں دیدیا ہے۔ اب ان کی محبت کے ساتھ کوئی دوسری محبت جمع نہیں ہوسکتی''۔

(۲) نبوّت کا تیرھواں سال تھا، ماہ صفر کی ستائیسویں شب تھی۔ نہایت ہی تاریک اور بھیانک شب، کفّارِ مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر گھیر رکھا تھا، فیصلہ یہ تھا کہ جونہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائیں گے، سب یکبارگی تلواروں سے حملہ کردیں گے۔ اور اپنے ناپاک منصوبے میں کامیاب ہوجائیں گے، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے الٰہی ہدایات کے تحت اپنے جواں سال بھائی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے بستر پر لٹایا اور سورۂ یٰسٓ کی تلاوت کرتے ہوئے کفار کے گھیرے سے باہر نکل گئے۔ اور وہ قلب ونظر کے اندھے کچھ نہ دیکھ سکے، صبح جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو خدا کی حفاظت میں تشریف لے جاچکے، تو دانت پیستے رہ گئے۔ وہ حیران تھے کہ یہ کیا ہوا، اور کیسے ہوا۔

کفّارِ مکّہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خون بہانے کی قیمت مقرر کی اور اعلان کیا کہ جو شخص بھی (توبہ توبہ) محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا سر کاٹ کر لائیگا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو زندہ گرفتار کر کے لائے گا، اسے انعام دیا جائے گا۔ بہت بڑا انعام، سو موٹے تازے اونٹ، بہت سے لالچیوں کی رال ٹپکنے لگی، انعام کی لالچ میں سب سے پہلے جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیچھا کرنے کے لئے دوڑا وہ سراقہ بن جعشم تھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گھر سے چلنے کے بعد ایک غار میں پناہ لی، یہ غار مکّے سے خاصے فاصلے پر تھا اور غارِ ثور کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ خدا کے رسول

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تین دن یہاں قیام فرمایا اور چوتھے دن وہاں سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے۔ ربیع الاول کی پہلی تاریخ تھی اور دوشنبہ کا دن تھا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ایک غلام عامر بن فہیرہ تھے، اور راستہ بتانے کے لئے عبداللہ بن اریقط تھے ان کو رہنمائی کے لئے آپ معاوضہ پر ساتھ لے گئے تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سمندر کے کنارے کنارے جارہے تھے، جب آپ رابغ اور ساحلِ بحر کے درمیان میدان سے گزر رہے تھے، تو یکا یک آپ پر سراقہ بن جعشم کی نظر پڑی، وہ خوشی سے اچھل پڑا اور اس نے اپنا برق رفتار گھوڑا آپ کے تعاقب میں ڈال دیا۔ سراقہ سر پر خود رکھے، نیزہ تانے، چمکتے ہتھیار بدن پر سجائے، اپنی گھوڑی کو سرپٹ دوڑا رہا تھا اور دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا، کہ اب کامیابی یقینی ہے، سو اونٹوں کے لالچ میں اس نے اپنی گھوڑی کو ایک اور ایڑ لگائی، اور دوسرے ہی لمحے اس کی صبا رفتار گھوڑی گھٹنوں کے بل زمین پر دھڑام سے گری۔ سراقہ بھی منہ کے بل زمین پر اوندھا گرا مگر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ اٹھا گھوڑی کو اٹھایا، چند قدم ٹہلایا اور پھر کود کر گھوڑی پر سوار ہو گیا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذکر و فکر میں مشغول اپنے رب سے لو لگائے، بے فکری کے ساتھ چلے جارہے تھے، دشمن جب بالکل ہی قریب پہنچا تو آپ کو اطلاع کی گئی۔ آپ نے ایک نظر سراقہ پر ڈالی اور اپنے خدا سے فریاد کی۔ ”پروردگار! تو ہمیں اس کے شر سے بچا“۔ زبان مبارک سے دعا کا کلمہ پورا ہوا ہی تھا، کہ گھوڑی کے پاؤں زمین میں دھنس گئے۔ سراقہ دھڑام سے زمین پر آرہا، اور سمجھ گیا کہ خدا نے حفاظت کا خصوصی فیصلہ فرمایا ہے، نہایت عاجزی کے ساتھ اس نے جان کی امان طلب کی، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان کی امان دی، سراقہ نے کہا،

محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں تم سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں آپ کے تعاقب میں آنے والے ہر شخص کو راستے سے ہی لوٹاتا رہوں گا۔ سراقہ وعدہ کر کے پلٹا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ''سراقہ! اس وقت تمہاری شان وشوکت کا کیا حال ہوگا جب تمہارے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔''

چند سال ہی گزرے تھے کہ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعاقب کرنے والا یہ سراقہ، رسولِ خدا کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور کہا، یا رسول اللہ! مجھے اپنے فدا کاروں میں شامل فرمایئے۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ کو کلمہ پڑھایا اور اس دل چھیل دینے والے واقعہ کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان پر نہیں لائے۔

فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مدائن فتح ہوا۔ اور کسریٰ کے تاج اور طلائی، بیش قیمت زیورات فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش کئے گئے تو امیر المؤمنین فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو اپنے پاس بلایا اور ان کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن پہنائے، کچھ دیر دیکھتے رہے، پھر فرمایا۔ ''اللہ اکبر، اس بے نیاز کی بھی کیا شان ہے کہ کسریٰ کے کنگن، اس نے عرب کے بدّو سراقہ کو پہنائے۔

(۳) ہجرت نبوی کا تیسرا سال تھا، بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے قریش بے تاب تھے، ایک شخص عمیر بن وہب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کٹّر دشمن تھا، صفوان بن امیّہ نے اسے زبردست انعام دیا اور اس مقصد سے مدینہ منوّرہ بھیجا کہ وہاں جا کر وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دے (توبہ توبہ) عمیر نے اپنی تلوار زہر میں بجھائی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے مدینے میں داخل ہوا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جاں نثاروں نے اس کے تیور پہچان کر اس کے ساتھ سخت

رویہ اختیار کرنا چاہا، مگر رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز گوارا نہ کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت شفقت سے عمیر کو اپنے پاس بٹھایا، محبت کے ساتھ اس سے باتیں کیں اور پھر چپکے سے اس پر وہ راز ظاہر فرمادیا جس ارادے سے وہ آیا تھا، رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے یہ سن کر وہ سناٹے میں آ گیا۔ اس کا دل دھڑکنے لگا۔ اور سمجھ گیا کہ میری قضا مجھے یہاں لائی تھی، اب یہاں سے بچ کر نکلنے کی کوئی راہ نہیں۔ خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ کیفیت بھانپ لی، اسے اطمینان دلایا اور فرمایا۔ تم آرام سے رہو یا جاؤ، کوئی تم سے کچھ نہ کہے گا۔ یہ بے مثال شانِ کرم دیکھ کر اس کے دل کی گرہیں کھل گئیں، نفرت نے محبت کا روپ دھار لیا۔ وہ اندھیرے سے روشنی میں آ گیا۔ اپنی پیشانی سے ندامت کا پسینہ پونچھا۔ اور کہا، میرے ماں باپ آپ پر قربان، مجھے کلمہ پڑھایئے اور اپنے جاں نثاروں میں شامل فرمایئے۔ عمیر اسلام کی دولت سے مالا مال ہو کر مکے پہنچے، اور وہاں اسلام کی دعوت واشاعت میں لگ گئے۔ (داعیٔ اعظم)

اہل زہد کی حکیمانہ باتیں

وقت چلتی ٹرین ہے

حضرت اقدس مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کے پہلو میں سوز و دردمندی سے بے قرار دل ہمہ وقت امت کی اصلاح کیلئے بے چین وفکر مند رہتا تھا، جو دینی حمیت، اتباع سنت، صبر وقناعت اور دین کیلئے جہد ومشقت میں صحابہ کرامؓ کی زندہ یادگار تھے اور بقول صاحب دل: ''اپنے دور میں قدرت کے خزانۂ عامرہ کا انمول ہیرا تھے''۔ فرماتے ہیں: ''وقت چلتی ہوئی ریل ہے، گھنٹے منٹ اور لمحے گویا اس کے ڈبے ہیں اور ہمارے مشاغل اس میں بیٹھنے والی

سواریاں ہیں۔افسوس! ہمارے ''دنیوی اور مادی مشاغل'' نے ہماری زندگی کی ریل کے ڈبوں پر ایسا قبضہ جمالیا ہے کہ ''شریف اخروی مشاغل'' کو اندر آنے نہیں دیتے ۔ ہمارا کام (اور فرض) یہ ہے کہ عزیمت (مضبوط ارادے اور حوصلہ) سے کام لیکر ان مشاغل کی جگہ ان شریف اور اعلی مشاغل کو قبضہ دلائیں جو خدا کو راضی کرنے اور ہماری آخرت بنانے کا ذریعہ بنیں۔(ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص ۳۸)

مدرسہ کے اوقات اور اسباق کی پابندی

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ نے ایک مجلس میں ارشاد فرمایا: مجھے ایسے شخص سے بہت اذیت ہوتی ہے جو طلبہ کا حرج کرتا ہے، مجھے تو سالہا سال گذر جاتے تھے، بیمار رہتا تھا، اس کے باوجود پڑھتا تھا، محض اس اندیشہ سے کہ طلبہ کا حرج ہوگا، میرے والد صاحب کا بھی یہی معمول تھا اور ارشاد فرمایا کہ حضرت شیخ (شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ) کے چچا (داعی کبیر حضرت مولانا الیاسؒ صاحب) حجاز مقدس سے سہارنپور واپس تشریف لا رہے تھے اور ٹرین ایسے وقت پہنچ رہی تھی کہ وہ وقت حضرت شیخ کے سبق کا وقت تھا۔حضرت شیخ اسٹیشن تشریف نہیں لے گئے کہ طلبہ کا حرج ہوگا۔

(ملفوظات فقیہ الامت ۲/ ۱۹۴ و ۱۹۵)

اور مشاہدہ ہے کہ جیسے اسباق کے ناغہ سے طلبۂ عزیز کا حرج ہوتا ہے اسی طرح ''تاخیر سے درسگاہ پہنچنا'' بھی طلبہ کی اذیت اور حرج کا سبب ہوتا ہے، انتظار کے لمحات میں یکسوئی نہیں ہوتی ہے، لہٰذا کوئی کام بھی نہیں ہوتا ہے، اس لئے طلبہ بیٹھے بیٹھے کڑھتے رہتے ہیں یا منتشر ہوجاتے ہیں۔اور وقت ضائع ہوجاتا ہے۔

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمیؒ صدر المدرسین و شیخ الحدیث مدرسہ شاہی اپنی تمام تر مصروفیتوں کے باوجود گھنٹہ شروع ہونے سے پہلے دس پانچ منٹ پہلے ہی درسگاہ کے قریب آکر بیٹھ جاتے اور گھنٹہ شروع ہوتے ہی درسگاہ میں پہنچ جاتے تھے، حالانکہ ایک عرصہ سے تنخواہ لینا موقوف کر رکھا تھا، فرمایا کرتے تھے: ''اوبابا! تنخواہ نہ لینے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ طلبہ کا وقت ضائع کیا جائے'' (اوبابا! مرحوم کا تکیہ کلام تھا)۔

قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ کی نصیحت

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا (محمد یعقوب نانوتویؒ) چونکہ دارالعلوم دیوبند کے استاذ ہونے کے علاوہ شیخ طریقت اور مرجع خلائق بھی تھے، اس لئے آپ کے پاس عام لوگوں کی آمد و رفت بہت رہتی تھی، لہٰذا بعض اوقات درسگاہ میں پہنچتے پہنچتے دیر ہو جاتی تھی، حضرت مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند نے دارالعلوم کے سرپرست قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے شکایت کی۔ حضرت گنگوہی قدس سرہ نے پہلے تو حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کو سمجھایا (کیا سمجھایا؟ اسے جاننے سے پہلے ''حضرت مولانا یعقوب صاحبؒ کی حیثیت اور ان کا مقام حضرت گنگوہی کی نظر میں'' ملاحظہ فرمائیں) حضرت مہتمم صاحب کو بلا کر فرمایا ''میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب کو پابندئ وقت کیلئے کہہ تو دیا ہے لیکن اگر آئندہ کبھی ان سے اس قسم کی شکایت پیش آئے تو آپ اس کی زیادہ فکر نہ کریں کیونکہ خدا کی قسم مولوی محمد یعقوب صاحب کا مقام یہ ہے کہ اگر وہ مدرسہ میں ایک بھی سبق نہ پڑھائیں اور دن میں صرف مدرسہ کا ایک ہی

چکر لگا جایا کریں، تب بھی مدرسہ کے لئے کافی ہے اور ان کی تنخواہ کی قیمت وصول ہے'' اس اعتراف واعلان کے باوجود حضرت گنگوہیؒ نے مولانا مرحوم کو جو نصیحت فرمائی تھی وہ ہم سب کیلئے عبرت کی چیز ہے فرمایا'' مولانا یہ نہ سمجھئے کہ آپ خدمت خلق میں مصروف رہنے کی وجہ سے معذور ہیں، جن لوگوں کی آپ خدمت کرتے ہیں وہ تو مقامی ہیں، لیکن یہ طلبہ جو دور دراز سے تحصیل علم کے لئے آئے ہیں اگر ان کا وقت خراب ہوگا تو آخرت میں آپ سے ان کی باز پرس ہوگی''۔

(جہانِ دیدہ صفحہ ۵۱۶ تا ۵۱۷)

معلوم ہوا کہ ''حق طلبہ'' اور ''حق تنخواہ'' دو الگ الگ حقوق ہیں اور آخرت میں ہر ایک کی باز پرس ہوگی، یہی وجہ ہے کہ حضرت گنگوہی علیہ الرحمہ ایک طرف تو مہتمم صاحب سے فرمارہے ہیں'' مولوی محمد یعقوب صاحب کا صرف ایک چکر لگا جانا ہی کافی ہے اور اسی ایک چکر میں ان کی تنخواہ کی قیمت وصول ہے'' لیکن دوسری طرف مولانا موصوفؒ سے فرمارہے ہیں کہ اگر تاخیر کی وجہ سے آپ کے انتظار میں طلبہ کا وقت خراب ہوگا تو آخرت میں آپ سے باز پرس ہوگی۔

اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور تمام معلمین واساتذۂ کرام کو فکر آخرت اور دین کی صحیح سمجھ عطا فرمائے۔ آمین۔

مدارس اسلامیہ کے اساتذہ کرام!

اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے آپ حضرات کو ''معلم خیر'' اور ''اسلامی مربی'' کے عظیم وجلیل منصب پر فائز کیا ہے، آپ کو اصحاب صفہؓ کی یادگار اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کا پیشوا ومربی ہونے کا اعزاز عطا فرمایا ہے، آپ ان کے مقتدا وآئیڈیل ہیں اور وہ آپ کے پیروکار وفالور (Follower)

آپ کی معمولی کوتاہی ان کے لئے بڑی لغزش کا پیش خیمہ بن سکتی ہے "زلۃالعالِم زلۃالعالَم" (عالِم کی غلطی عالَم کی گمراہی کا سبب بن سکتی ہے) محض ایک محاورہ ہی نہیں بلکہ ایک ناقابل تردید حقیقت بھی ہے۔ اس لئے اوقات درس کی حاضری میں آپ کی کوتاہی طلبہ کے دل ودماغ پر اور مدارس کی معاشرت پر یہ منفی اثر ڈال سکتی ہے کہ طلبہ کے قلوب اس "قبیح عمل" کی قباحت سے خالی ہوجائیں اور وہ جہاں بھی جائیں اس غلط روش کی داغ بیل ڈالیں اور جب کوئی ہمدرد روک ٹوک کرے تو اپنے اساتذۂ کرام کا "اسوہ" پیش کرکے اسے خاموش کرنے کی ناجائز جسارت دکھائیں، اس طرح آپ کے لئے ایک "سیۂ جاریہ" کی بنیاد پڑ جائے اور بہت عرصہ تک، مرنے کے بعد بھی نامۂ اعمال میں اس کوتاہی کا اندراج ہوتا رہے گا، ظاہر ہے ایسے نازیبا ماحول میں نہ تعلیم ہوگی نہ تربیت۔ پھر ملت اسلامیہ کو جس عظیم خسارہ سے دوچار ہونا پڑیگا فہیم وباشعور حضرات سے مخفی نہیں اور مرنے کے بعد بھی آپ اس کے وبال سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے، کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ ہر مقتدا وپیشوا کو اس کے پیروکاروں کے عذاب وثواب اور جزا وسزا میں شریک کردیا جاتا ہے، حضرت جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ اَجْرُهَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ بَعْدِهِ مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئٌ۔ وَمَنْ سَنَّ فِي الْاِسْلَامِ سُنَّةً سَيِّئَةً كَانَ عَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا مِنْ غَيْرِ اَنْ يُنْقَصَ مِنْ اَوْزَارِهِمْ شَيْئٌ (رواه مسلم والنسائی والترمذی وابن ماجه)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں کسی اچھے

(اسلامی) طریقہ کو رائج کرتا ہے تو اسے اس کا ثواب اور اس کے بعد اس پر عمل کرنے والوں کا ثواب ملتا رہتا ہے اور پیروکاروں کے ثواب میں ذرہ برابر کی کمی نہیں کی جاتی ہے، اور جو شخص اسلام میں کسی برے (غیر اسلامی) طریقہ کو رائج کرتا ہے تو اس برائی کا گناہ اور ہر اس شخص کا گناہ اس کے سر پڑتا ہے جو اس برائی کو اختیار کرتا ہے اور ان پیروکاروں کے گناہوں میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں کی جاتی۔

پھر ہم جیسے لوگ جو کسی مدرسہ سے ماہانہ تنخواہ لیتے ہیں۔ ضابطہ میں مدرسہ کے ملازم ہیں اور ملازمت کے اسلامی اصول وقوانین کے مکلّف ہیں، اسباق کی پابندی، اوقات مقررہ پر حاضری اور ان میں مفوضہ امور کی انجام دہی، ہمارا مذہبی فریضہ ہے۔ اس میں کوتاہی کرنا نہ صرف ادارہ کی حق تلفی، فرض منصبی سے غفلت ہے بلکہ اسلامی اصول کی خلاف ورزی اور معصیت بھی ہے حتی الامکان اس سے بچنے کا اہتمام ضروری ہے۔ بصورت دیگر توبہ واستغفار لازم ہے لیکن کافی نہیں بلکہ ''حق ادارہ'' میں جو کوتاہی ہو جائے اس کی تلافی کرنا بھی ضروری ہے۔

تاخیر کی تلافی کیسے ہو؟

ہمارے اکابر واسلاف رحمہم اللہ کا دستور تو یہ تھا کہ جتنے منٹ یا گھنٹہ کی تاخیر ہو جاتی تھی اسے یادداشت میں نوٹ کیا کرتے تھے ''اوقات تاخیر'' کی تنخواہ کو اپنے لئے جائز نہ سمجھتے تھے اس لئے پورے مہینہ کی تاخیر کا حساب لگاتے اور اس کے مطابق تنخواہ وضع کرادیا کرتے تھے۔

حضرت مولانا اختر شاہ خاں سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ جو تقوی وطہارت اور ریاضت ومجاہدہ میں اپنی نظیر آپ تھے، (وفات کے کئی مہینہ کے بعد موصوف کی قبر کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ آپ کا جسم وکفن پورے طور پر محفوظ ہے۔ مدرسہ

شاہی میں حدیث پاک کا درس دیتے تھے اور فتاویٰ بھی لکھا کرتے تھے) ان کا بھی معمول تھا کہ اگر کبھی کبھار اتفاقاً تاخیر ہوجاتی تو باضابطہ حساب لگا کر تنخواہ وضع کرا دیا کرتے تھے، حضرت اقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہیؒ کے ملفوظات میں بھی کسی بزرگ کا یہی معمول بتایا گیا ہے، ملفوظات فقیہ الامت میں لکھا ہے:

مولانا موصوف کا تدریس کے زمانہ میں یہ حال تھا کہ اگر کوئی شخص وقت مدرسہ میں مسئلہ معلوم کرتا تو بتلا دیتے اور اگر کوئی ویسے بات چیت کرنے والا ہوتا تو فوراً گھڑی دیکھتے کہ اتنے بجکر اتنے منٹ پر یہ شخص آیا اور وہ جب واپس جاتا تو گھڑی دیکھتے۔ اور یہ کل وقت ایک کاغذ پر (جو حضرت کی کتاب میں رہتا تھا) لکھ لیتے۔ مہینہ ختم ہونے پر روزانہ کا حساب جمع کرتے تھے۔ جتنے گھنٹے اور دن بنتے اس کی اطلاع دفتر میں بھیج دیتے کہ اتنے گھنٹے یا اتنے دن کی تنخواہ وضع کرلی جائے۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۲/۲۱۹)

مدرسہ کا وقت کہاں صرف ہو؟

حضرت مولانا محمد احمد صاحب مدظلہ العالی سابق شیخ الحدیث مدرسہ شاہی کو دیکھا، اوقات مدرسہ کی پابندی کا بے حد اہتمام فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ حضرت والا نظامت تعلیمات کے زمانہ میں دفتر تعلیمات مدرسہ شاہی میں تشریف فرما تھے، ایک ساتھی دفتر پہنچا اور عرض کی، لال باغ تشریف لے چلیں؟ موصوف اٹھ کھڑے ہوئے لیکن اٹھتے اٹھتے گھڑی پر نظر ڈالی اور یہ فرماتے ہوئے بیٹھ گئے کہ ابھی پانچ منٹ باقی ہے، ساتھی نے عرض کیا ''اب کوئی کام تو رہا نہیں'' مولانا نے فرمایا: ''مولوی صاحب! مدرسہ کا وقت مدرسہ میں ہی صرف ہونا چاہیے''۔

افسوس! اکابر واسلاف کی یہ عظیم روایات ختم ہوتی جارہی ہے اور اصاغر واخلاف کو اس کا احساس بھی نہیں

وائے ناکامی! کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

(ملفوظات فقیہ الامت)

انتظار کی بھٹی

دور حاضر کا ایک المیہ یہ بھی ہے کہ اس دور میں جہاں اپنے قیمتی اوقات کو ضائع کرنے والوں کی کمی نہیں ہے وہیں ایسے دانشوروں کی بھی بھر مار ہے جو دوسروں کا وقت ضائع کرنے کو کمال و ہنر سمجھتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ جب دوسروں کے وقت کی ناقدری کی جاتی ہے، اور بار باران کو انتظار کی بھٹی میں تپایا جاتا ہے تو ان میں کسل و بددلی پیدا ہوجاتی ہے اور وہ بھی ''تاخیر کا شیوہ'' اپنانے پر مجبور ہوجاتے ہیں۔ اس لئے اس دانشور طبقہ کو چاہئے کہ وقت کی پابندی کا اہتمام کرکے معاشرہ میں رائج تکلیف دہ صورت حال کو ختم کرنے میں اپنا تعاون پیش کرے۔ الحمدللہ آج بھی امت میں ایسے حساس و باشعور افراد موجود ہیں جو اس مستحسن اقدام کی پیروی وتحسین کے لئے بے تاب ہیں۔

علم کی غیرت وحمیت کوٹھیس نہ پہنچے

بادشاہ ہارون رشید نے حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث سننے کی خواہش کی، امام صاحب نے فرمایا: اِنَّ الْعِلْمَ یُؤْتیٰ وَلَا یَاتِیْ (یعنی علم کی شان یہ ہے کہ کسی کے پاس ازخود نہیں جایا کرتا ہے بلکہ اہل علم کی خدمت میں

حاضر ہوکر اسے حاصل کیا جاتا ہے) ہارون رشیدؒ بادشاہ وقت ہونے کے باوجود امام صاحب کے دولت کدۂ علم ومعرفت میں حاضر ہوئے اور بیٹھک میں دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ امام صاحب نے استاذ کے احترام وادب کی تعلیم دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درج ذیل حدیث سنائی:

اِنَّ مِنْ اِجْلَالِ اللّٰہِ اِکْرَامَ ذِی الشَّیْبَۃِ الْمُسْلِمِ ۔ (ابوداؤد ۲۶۵۵)

یعنی اللہ جل جلالہٗ کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ بوڑھے مسلمان کی تعظیم کی جائے۔

ہارون رشید امام صاحب کا اشارہ سمجھ گئے اور اپنی جگہ سے اٹھ کر طلبہ کی صف میں جا بیٹھے۔ اس طرح ہارون رشید نے حضرت امام مالکؒ سے علم حدیث حاصل کیا اور ایک عرصہ بعد اپنا ایک تجربہ پیش کیا جس میں علماء کے لئے بھی درس عبرت ہے اور دولت مندوں کے لئے بھی سامانِ نصیحت ہے۔ ہارون رشید نے حضرت امام مالکؒ سے فرمایا:

یَا اَبَا عَبْدِاللّٰہِ! تَوَاضَعْنَا لِعِلْمِكَ فَانْتَفَعْنَا بِہٖ وَتَوَاضَعَ لَنَا عِلْمُ سُفْیَانَ بِنْ عُیَیْنَۃَ فَلَمْ نَنْتَفِعْ۔

ابوعبداللہ! ہم نے آپ سے علم حاصل کرنے کے لئے انکساری وتواضع اختیار کی، ہمیں اس علم سے فائدہ ہوا (قلب اس سے متاثر ہوا اور عمل کی توفیق ہوئی) اس کے برخلاف حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے ہم تک علم پہنچانے کے لئے تواضع سے کام لیا، ہمیں اپنے پاس بلانے کے بجائے خود ہمارے یہاں تشریف لاتے رہے ہمیں اس علم سے فائدہ نہیں ہوا۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: علم کو اس وقت تک عزت حاصل رہی جب تک اسے بادشاہوں اور دنیاداروں کے دروازوں پر نہیں ڈالا

گیا اور جب علم کو ان کے دروازوں پر ڈال کر دنیا حاصل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا تو اللہ نے ایسے علماء کے قلوب سے دین وایمان کی حلاوت (مٹھاس) نکال لی اور اس پر عمل کی توفیق سے محروم کر دیا۔

(کتاب الآداب الشرعیہ ۲/ ۵۵۔۶۵)

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی تین نصیحتیں

یَاعَائِشَۃُ! اِنْ اَرَدْتِ اللُّحُوْقَ بِیْ فَلْیَکْفِکِ مِنَ الدُّنْیَا کَزَادِ رَاکِبٍ، وَاِیَّاکِ وَمُجَالَسَۃَ الاَغْنِیَاءِ، وَلَا تَسْتَخْلِقِیْ ثَوْباً حَتّٰی تُرَقِّعِیْہِ۔ (ترمذی)

عائشہ! اگر وفات کے بعد مجھ سے ملاقات کرنا پسند کرتی ہو تو (تین نصیحتوں پر عمل کر لینا) (۱) مسافر کے توشہ کے بقدر دنیا تمہیں کافی ہونی چاہئے (۲) دولت مندوں کی صحبت سے بچکر رہنا (۳) اپنے کپڑے پر جب تک پیوند نہ لگالو اسے پرانا کہہ کر ریٹائرمت کرنا۔ یعنی خوراک و پوشاک دونوں میں زہد وسادگی اختیار کرنا اور خوش حال لوگوں سے دور رہنا تاکہ ان کی خوش حالی اور آرائش وزیبائش تمہاری سادگی کو متاثر نہ کرے۔

حضرت گنگوہیؒ کا عشق نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحبؒ مدینہ منورہ سے تشریف لائے اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سے ملاقات کے لئے گنگوہ پہنچے تو حضرت گنگوہی نے سوال کیا کہ روضۂ اطہر کی خاک پاک کہاں ہے؟ حضرت مدنیؒ نے

خدمت میں پیش کردی۔ حضرت گنگوہیؒ نے اس کو اپنے سرمہ میں ملا دیا۔ اس طرح اس پاک سرزمین کی پاکیزہ مٹی کو آنکھوں میں جگہ دی، یہ ہے عشق نبوی، کہاں ہیں وہ لوگ جو ان بزرگانِ دین اور عاشقان نبی کو گستاخ رسول کہتے ہیں۔ آئیں اور موازنہ کریں۔ (ملفوظات فقیہ الامت ۲۹۵/۳)

شادی میں صحابہ کرام کی سادگی

ایک صاحب نے حضرت مفتی محمود حسن صاحب قدس سرہ سے اپنی بچی کے نکاح پڑھانے کی درخواست کی۔ تو ارشاد فرمایا کہ نکاح میں شرعاً اعلان کی اہمیت ہے۔ جس کی آسان صورت یہ ہے کہ مثلاً عصر بعد لوگوں کو روک لیا جائے کہ میرے بچہ یا بچی کا نکاح ہے۔ لوگ رک جائیں اور نکاح ہو جائے۔ باقی جن لوازمات کو ہندوستان میں اختیار کر رکھا ہے وہ سب زائد (اور مشکلات کا سبب) ہیں (صحابہ کرامؓ کے یہاں اس قسم کے تکلفات اور بے جا رسموں کا تصور بھی نہ تھا) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ پر زرد نشان دیکھا جو کسی خوشبو کا تھا، تو دریافت کیا کہ نشان کیسا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ولیمہ کرنے کی ترغیب دی۔ (البخاری ۷۵۹/۲) اسی طرح حضرت جابرؓ کا واقعہ ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک غزوہ سے واپس ہوئے، میں ذرا تیزی کے ساتھ آگے بڑھا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا کہ اے جابر! اتنی جلدی کیوں ہے؟ بتلایا کہ (یا رسول اللہ!) میں نے نئی نئی شادی کی ہے، آپ نے دریافت فرمایا کہ نکاحی سے یا بے نکاحی (کنواری) سے؟ میں نے عرض کیا کہ نکاحی سے الخ۔ (بخاری شریف ۷۶۰/۲)

ان دونوں واقعوں سے معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح پڑھوانے کا اہتمام نہ کرتے تھے بلکہ ان کے یہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نکاح کی اطلاع دینے کا بھی اہتمام نہ تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بعد میں علم ہوتا

"كَانُوْيَتَزَوَّجُوْنَ مِنْ غَيْرِ عِلْمِهٖ وَحُضُوْرِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ الخ".

(فتح القدیر ۳/۱۷۴)

کیا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ خواہش نہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کا نکاح پڑھائیں؟ ضرور تھی مگر چونکہ شرع میں اس کی کوئی اہمیت نہیں اس لئے وہ بھی اس کا اہتمام نہ کرتے تھے۔

(ملفوظات فقیہ الامت ۱/ ۳۶۲ تا ۳۶۴)

نکاح میں شرکت کے لئے سفر

حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہیؒ ارشاد فرماتے ہیں: محی السنہ حضرت مولانا ابرارالحق صاحبؒ نے ہردوئی سے میرے پاس کانپور لکھا کہ "میری بہن نے بھانجی کا نکاح میرے سپرد کر دیا ہے۔ میں نے اس میں کسی کو نہیں بلایا ہے، صرف آپ کو بلا رہا ہوں۔ تشریف لا کر نکاح پڑھا دیجئے۔ میں نے لکھ دیا کہ حاضری متوقع نہیں اس لئے معذرت خواہ ہوں، البتہ آپ کے علم میں اگر کوئی روایت بھانجی کے نکاح میں اس طرح دور سے کسی کو مدعو کرنے کی ہو تو اس سے مطلع فرمائیں احسان عظیم ہوگا (ملفوظات فقیہ الامت ۳/ ۴۲۸)

اپنی اولاد کو شیطانی ضرر سے بچایئے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل

فرماتے ہیں:

لَوْ اَنَّ اَحَدَهُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ يَّأْتِيَ اَهْلَهٗ قَالَ "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" فَاِنَّهٗ اِنْ يُقَدَّرْ بَيْنَهُمَا وَلَدٌ فِيْ ذٰلِكَ لَمْ يَضُرَّهٗ شَيْطٰنٌ اَبَدًا۔ (رواہ مسلم)

اگر کوئی شخص اپنی اہلیہ سے ہم بستری کا ارادہ کرتے وقت بسم اللہ سے مارزقتنا تک پڑھے تو اگر اس موقع پر ان کے لئے کوئی بچہ مقدر کردیا گیا تو اسے شیطان کبھی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔

مطلب یہ ہے کہ جب آدمی ہم بستری کا ارادہ کرے تو کپڑے اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھے "بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا" جو شخص اس دعا کا اہتمام کرے گا اس کی اولاد کا ایمان سلامت رہے گا، اور مصنف عبدالرزاق کی ایک مرسل روایت کے مطابق وہ بچہ صالح اور نیک ہوگا۔

یہ دعا کس وقت پڑھی جائے؟

حدیث پاک میں خود وضاحت آچکی ہے کہ جب ہم بستری کا ارادہ کرے اسی وقت یہ دعا پڑھ لے۔ محقق فقہاء کرام کا اس بات پر اتفاق ہے، شروح ہدایہ میں قاعدہ لکھا ہے:

ذِكْرُ اللّٰهِ حَالَ انْكِشَافِ الْعَوْرَةِ وَفِيْ مَحَلِّ النَّجَاسَةِ غَيْرُ مُسْتَحِبٍّ تَعْظِيْمًا لِاسْمِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ (عنایہ، کفایہ فتح القدیر ص،)

جب شرم گاہ کھلی ہو، اسی طرح جب آدمی کسی ناپاک جگہ پر ہو ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں: اعلم انه یکره الذکر فی حالة الجلوس علی البول والغائط وفی حالة الجماع۔ (حاشیہ مسلم ۱/ ۱۶۲) معلوم ہوا کہ کپڑے اتارنے سے پہلے یہ دعا پڑھی جائے گی، ہم بستری شروع کرتے وقت یا ہم بستری کے دوران زبان سے کوئی بھی ذکر کرنا اللہ جل جلالہٗ کے نام کی بے ادبی اور مکروہ ہے، ہاں دل میں دعا کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں ''جب انزال ہونے لگے اس وقت دعا کرے ''اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ لِلشَّيْطَانِ فِيْمَا رَزَقْتَنِيْ نَصِيْباً'' ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ دل میں یہ دعا کرے زبان سے نہ پڑھے کیونکہ حالت جماع میں زبان سے ذکر کرنا بالاتفاق مکروہ ہے ''لَعَلَّهٗ يَقُوْلُهَا فِيْ قَلْبِهٖ اَوْ عِنْدَ انْفِصَالِهٖ لِكَرَاهَةِ ذِكْرِ اللّٰهِ بِاللِّسَانِ فِيْ حَالِ الْجِمَاعِ بِالْاِجْمَاعِ۔ (فتح الملهم شرح مسلم شریف ۳/ ۵۰۷)

غلط فہمی کا ازالہ

بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ ''یہ دعا بیوی سے ہم بستری کرتے وقت پڑھنا چاہئے یہ نہ سمجھے کہ اس میں اللہ کا نام بھی ہے۔ ہم بستری کے وقت کیسے پڑھا جائے؟ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ ہم بستری شروع کرتے وقت اس دعا کا پڑھنا مسنون ہے''۔ لیکن مذکورہ دلائل کی روشنی میں یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ کوئی بھی محدث یا فقیہ اس کے مسنون ہونے کا قائل نہیں ہے، ذرا غور فرمائیے! تمام فقہاء کرامؒ کی نظر میں جو عمل مکروہ ہے وہ مسنون کیسے ہوگیا؟ حقیقت یہ ہے کہ جب

کسی قرآن وحدیث کی تشریح میں محض اپنی عقل وفہم پر اعتماد کیا، اپنے اسلاف کی رائے معلوم کرنے کی زحمت نہیں کی گئی تو لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں۔

حضرت حسن بصریؒ کی حق گوئی

اجلہ تابعین میں حضرت حسن بصریؒ کا نام نامی ممتاز اور نمایاں ہے، وہ بڑی خوبیوں کے حامل، نیک بخت اور سعادتوں کے جامع تھے، نہایت صالح اور پاکیزہ معاشرہ میں انہوں نے آنکھیں کھولیں۔ تمام مسلمانوں کی ماں اور عرب کی عاقلہ خاتون ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گود حضرت حسن بصریؒ کا گہوارہ بنی، انہوں نے پیغمبر آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک گھر میں شیر خوارگی کا زمانہ گزارا، ان کی والدہ ''خیرہ'' حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آزاد کردہ باندی تھیں اور انہی کی خدمت میں رہا کرتی تھیں، بسا اوقات ایسا ہوتا کہ حضرت حسن بصریؒ کی والدہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کام سے گھر سے باہر جاتیں تو حضرت حسنؒ کچھ دیر بعد بھوک کی وجہ سے رونے لگتے، حضرت ام سلمہؓ ان کو گود میں لے کر بہلاتیں اور اپنے سینہ سے لگا کر خونِ جگر پلانا شروع کر دیتیں۔ یہ وہ سعادت تھی جو حضرت حسن بصریؒ کو خداوند قدوس کی جانب سے عطاء کی گئی، اس طرح حضرت ام سلمہؓ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہونے کی حیثیت سے تمام مؤمنین ومؤمنات کی ماں تھیں، حضرت حسن بصریؒ کی رضاعی والدہ بھی بن گئیں۔ حضرت ام سلمہؓ بڑی ذی علم، زیرک اور دور اندیش خاتون تھیں، ازواجِ مطہرات میں نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام سے سب سے زیادہ (تقریباً ۳۷۸) احادیث نقل کرنے والی آپ ہی ہیں، آپ کا شمار ان اقل قلیل عورتوں میں بھی

ہوتا تھا، جو زمانۂ جاہلیت سے لکھنا جانتی تھیں۔

حضرت حسن بصریؒ اپنی باکمال رضاعی والدہ کی تربیت میں ایسے پروان چڑھے کہ روز بروز زندگی میں نکھار آتا چلا گیا، امہات المؤمنین کے گھروں کی برکتوں سے خوب خوب مالامال ہوئے اور اس چشمۂ فیاض سے جی بھر پیاس بجھاتے رہے، کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جیسے حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ سے شرفِ تلمذ حاصل کیا، اور سید التابعین کے لقب سے مشہور ہوئے۔

حضرت علی بن ابی طالبؓ کے تو آپ دل دادہ تھے، ان کی صلابت دینی، عبادات میں کامل درجہ کا احسان، زاہدانہ زندگی اور دنیا کی زیب وزینت سے بے رغبتی نے آپ کو نہایت متاثر کیا تھا، اِس کے ساتھ ساتھ آپ کے حکمت ومعرفت سے لبریز جامع اقوال، دلوں کو روشن کرنے والے بیانات اور قلوب جھنجھوڑ دینے والی نصیحتوں نے حضرت حسن بصریؒ کے دل کو موہ لیا، چناں چہ تقویٰ، پرہیز گاری، عبادت، پارسائی اور دنیا سے بے رغبتی جیسی صفات میں حضرت علیؓ کے نقوش قدم پر کامیابی کے ساتھ چلنے لگے، اس کے ساتھ ساتھ فصاحت وبلاغت اور تقریر وخطابت میں بھی کافی حد تک ان کے رنگ میں رنگ گئے۔

حضرت حسن بصریؒ کی بصرہ روانگی

حضرت حسنؒ کی عمر مبارک ۱۴ برس کی ہوئی اور انہوں نے عہد جوانی میں قدم رکھا تو وہ اپنے والدین کے ہمراہ مدینہ منورہ سے بصرہ کی جانب ہجرت کر گئے اور وہیں پر اپنے خاندان کے ہمراہ زندگی بسر کرنے لگے، یہیں سے حضرت حسن

کے ساتھ ''بصرہ'' کی نسبت لگی اور وہ لوگوں میں ''حسن بصری'' کے نام سے معروف ومشہور ہو گئے۔

یہ وہ زمانہ ہے جب بصرہ دولت اسلامیہ میں کعبۃ العلم اور مرکز العلماء والمحدثین کی حیثیت اختیار کر چکا ہے، وہاں کی بڑی مسجدیں کبار صحابہ اور اجلہ تابعین سے بھری رہتی تھیں، جگہ جگہ قرآن وحدیث کے حلقے لگے رہتے اور طالبین علوم نبوت اپنی پیاس بجھاتے رہتے، حضرت حسن بصریؒ کا بھی زیادہ وقت انہیں حلقات میں گذرتا، خاص طور سے رئیس المفسرین حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا حلقہ آپ کا مرکز توجہ کا بنا رہتا، علم تفسیر وحدیث اور فن قرأت میں آپ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے خوب خوب استفادہ کیا، اور ان کے ممتاز شاگردوں میں جگہ حاصل کی، اِن علمی حلقوں سے جاری ہونے والے فیضانِ علوم سے آپ نے اپنی زندگی کو آراستہ کیا اور علوم شرعیہ میں درک وکمال حاصل کر کے مقام بلند پر فائز ہوئے، وہ زمانہ بھی آیا جب آپ نے مسند درس کو زینت بخشی، کچھ ہی دنوں میں علوم نبوت کے پروانوں نے آپ کو گھیر لیا، لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھ کر ان نصیحتوں کو سننے کے لئے جو پتھر دلوں کو موم اور گنہگار آنکھوں کو اشک بار کر دیں ایسے ہمہ تن گوش اور ساکت بیٹھے رہتے، جیسے ان کے سروں پر پرندے ہوں، آپ کے حکمت سے بھرے ان اقوال کو جو عقل وخرد کو موہ لیں، حرز جاں بناتے۔ اور آپ کے سنت نبوی سے معمور اس طریقے کی اتباع میں فخر محسوس کرتے تھے جو مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ اور اور پسندیدہ محسوس ہوتا، حضرت حسن بصریؒ کا شہرہ شہر در شہر عام ہو گیا، وقت کے فرماں رواں رؤساء اور مال دار ترین لوگ آپ کے احوال سے باخبر رہتے اور دینی سرگرمیوں کی معلومات حاصل کرتے رہتے۔

خالد بن صفوان کہتے ہیں کہ مقام ''حیرہ'' میں میری ملاقات مسلمہ بن عبدالملک سے ہوئی، انہوں نے مجھ سے کہا کہ: اے خالد! مجھے حسن بصریؒ کے احوال سے مطلع کرو؛ اس لئے کہ میرے خیال میں تم سے زیادہ ان کے احوال سے واقف کوئی نہیں، میں نے کہا۔ آپ نے صحیح فرمایا۔ میں ہی حسن بصریؒ کے بارے میں سب سے زیادہ معلومات جاننے والا ہوں، مسلمہ بن عبدالملک نے فرمایا: اپنی معلومات پیش کرو، میں نے کہا کہ حسن بصریؒ ایسی شخصیت ہیں جن کا باطن ظاہر کی طرح نمایاں ہے اور جب کسی برے کام پر نکیر کرتے ہیں تو اس سے سب سے زیادہ باز رہنے والی ذات بھی انہیں کی ہوتی ہے، وہ لوگوں سے بالکل بے نیاز اور ان کے مال و دولت سے حد درجہ بے رغبتی کا مظاہرہ کرتے ہیں، میں لوگوں کو ان کے علم کا محتاج اور ان کی محبت کا اسیر دیکھتا ہوں، یہ سن کر مسلمہ بن عبدالملک نے کہا: خالد بن صفوان بس کرو'' وہ قوم کیسے گمراہ ہوسکتی ہے جس میں حسن بصریؒ جیسی جامع صفات شخصیت موجود ہو''۔

حجاج بن یوسف کا زمانہ ولایت

حجاج بن یوسف ثقفی جب عراق کا والی بنا، اور اس نے اپنی ولایت میں ظلم وطغیان، جبر وتشدد اور ناانصافی کا بازار گرم کیا، تو حسن بصریؒ کا نام تو ان چند لوگوں میں سرفہرست آئے گا، جنہوں نے حجاج جیسے ظالم کی طاقت سے لوہا لیا، اور لوگوں کے درمیان برملا اس کے افعال شنیعہ کی قلعی کھولی، اور اس کے روبہ رو کھڑے ہوکر حق بات کہنے سے گریز نہیں کیا۔ حجاج نے مقام ''واسط'' میں ایک عالی شان مکان تیار کروایا، جب محل کی تعمیر مکمل ہوگئی تو اس نے لوگوں میں اعلان کرایا کہ سب لوگ سیر وتفریح کے لئے اس محل کو دیکھنے جائیں اور برکت کی دعا کریں،

حضرت حسن بصریؒ نے غنیمت کے اس موقع کو ہاتھ سے جانے نہ دیا، وہ لوگوں کے ساتھ مقام ''واسط'' گئے تو ضرور؛ لیکن شاہی محل دیکھنے کی غرض سے نہیں؛ بلکہ ان کو نصیحت کرنے اور اللہ رب العزت والجلال کی یاد دلانے کے لئے، اس کے ساتھ ساتھ دنیا کی حقیر چمک دمک سے بے رغبت کرنے اور باری تعالیٰ کے پاس آخرت میں میسر ہونے والی لافانی اور لازوال نعمتوں کی طرف راغب کرنے کے لئے، چنانچہ جب آپ متعینہ جگہ پہنچے اور ایک بڑے مجمع کو اس محل کے ارد گرد رقص کرتے ہوئے اس حال میں دیکھا کہ وہ لوگ اس عمارت کی شان وشوکت، حسن جمال کی جھلک اور رقبہ کی وسعت سے انگشت بدنداں، حیراں وسرگرداں تھے۔

آپ کی ولولہ انگیز تقریر

ان کے درمیان کھڑے ہوکر آپ نے تقریر شروع کی، اور چند جملے ایسے بامعنی، حقیقت کا جامہ پہنے ہوئے اس انداز میں بولے کہ وہ سامعین کے دلوں میں اترتے چلے گئے، اور انہوں نے پورے ماحول کو زیر وزبر کردیا۔ آپ نے فرمایا: لَقَدْ نَظَرْنَا فِيمَا ابْتَنٰى أَخْبَثُ الْأَخْبَثِيْنَ فَوَجَدْنَا أَنَّ "فِرْعَوْنَ" شَيَّدَ أَعْظَمَ مَا شَيَّدَ، وَبَنٰى أَعْلٰى مِمَّا بَنٰى، ثُمَّ أَهْلَكَ اللّٰهُ فِرْعَوْنَ وَأَتٰى عَلٰى مَا بَنَا وَشَيَّدَ. لَيْتَ الْحَجَّاجَ يَعْلَمُ أَنَّ أَهْلَ السَّمَاءِ قَدْ مَقَتُوْهُ، وَأَنَّ أَهْلَ الْأَرْضِ قَدْ غَرُّوْهُ. ایک بہت برے شخص کی تعمیر کردہ عمارت کا ہم نے جائزہ لے لیا، ہم یہ دیکھتے ہیں کہ فرعون نے اس سے زیادہ اور بلند وبالا عمارت بنائی تھی، پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کو ہلاک کیا اور اس کی فلک بوس عمارتوں کو تہس نہس کردیا، کاش کہ حجاج اس وقت کا ادراک کرلیتا کہ

آسمان والے بھی اس سے بیزار ہو چکے ہیں اور دنیا والے بھی بے جا امیدیں دلا کر اسے دھوکہ میں ڈالے ہوئے ہیں۔ حضرت حسن بصریؒ جوش اور ولولہ کے ساتھ اس نہج پر اپنی تقریر جاری رکھے ہوئے تھے کہ سامعین میں سے ایک شخص کھڑا ہوا اور از راہِ ہمدردی عرض کیا: حضرت بس کیجئے! کہیں حجاج انتقام لینے اور سزا دینے پر کمر بستہ نہ ہو جائے۔ حضرت حسن بصریؒ نے اس شخص کو جواب دیا:

لَقَدْ اَخَذَاللّٰهُ الْمِيْثَاقَ عَلٰى اَهْلِ الْعِلْمِ لَيُبَيِّنَنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا يَكْتُمُوْنَهٗ۔

اللہ تعالیٰ اہل علم سے یہ عہد لے چکے ہیں کہ ہر عالم اپنے علم کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرے اور اس کو چھپانے سے گریز کرے۔

حجاج بن یوسف، عالم غضب میں

حضرت حسن بصریؒ کی اس حق گوئی اور جرأت مندانہ انداز خطابت کا علم حجاج بن یوسف کو ہوگیا، وہ تو غصہ سے بھڑک اٹھا اور شدت غضب میں لال پیلا ہوتے ہوئے اپنی مجلس میں آدھمکا، اور حاضرین کو لعن طعن کرتے ہوئے کہنے لگا: ہلاکت و بربادی تمہارا مقدر بنے، بصرہ کا ایک غلام تقریر کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور میرے بارے میں جو چاہتا ہے کہتا ہے اور تم میں سے کسی کو اس کے جواب دینے کی یا زبان روکنے کی ہمت نہیں ہوئی: وَاللّٰهِ لَاسُقِيَنَّكُمْ مِنْ دَمِهٖ يَا مَعْشَرَ الْجُبَنَاءِ۔ (اے بزدلوں کی جماعت! خدا کی قسم حسن کے خون سے تمہاری پیاس بجھاؤں گا) چنانچہ آناً فاناً اس نے تلوار اور چمڑے کا وہ ٹکڑا لانے کا حکم دیا جس پر سزائے موت کے مستحق مجرم کو بٹھا کر اس کا سر قلم کیا جاتا ہے، پھر اس نے جلاد کو بلایا وہ اس کے سامنے آ کر کھڑا ہوگیا، پھر پولس والوں کو حکم دیا کہ وہ

حسن بصریؒ کو لے کر آئیں، تھوڑی ہی دیر کے بعد حسن بصریؒ کا نورانی چہرہ لوگوں کے سامنے تھا، وہ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر حسن بصریؒ کو دیکھ رہے تھے، ان کے دل ودماغ پر لرزہ طاری تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، ساتھ ہی ساتھ ہر شخص ان کی جرأت کو سلام بھی کر رہا تھا، حضرت حسن بصریؒ نے جب جلاّد اور تلوار کو اپنے سامنے پایا، تو لوگوں نے ان کے ہونٹوں میں حرکت محسوس کی، پھر وہ حجاج بن یوسف کی طرف اس حال میں متوجہ ہوئے کہ ان کے چہرے پر ایمان کا جلال، اسلام کی عزت، حق گوئی کا نور، دعوت الی اللہ کا وقار اور محبت الٰہیہ کا واضح اثر نمایاں تھا۔

حجاج بن یوسف مرعوبیت کے عالم میں

غصے سے بھرے حجاج بن یوسف نے جب حسن بصریؒ جیسے فرشتہ صفت انسان کو اس حال میں دیکھا، تو اس پر ایسی شدید ہیبت اور رعب طاری ہوا کہ لمحوں میں غصہ کا سارا نشہ کافور ہو گیا، اب اس میں یہ سکت بھی نہ رہی کہ وہ حسن بصریؒ کا نام لے کر ان کو مخاطب کرتا، یا ان کی آنکھوں سے آنکھیں ملاتا، وہ بہت گھبرا گیا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے، لڑکھڑاتی زبان میں اس نے کہا: ارے ابوسعید (حضرت بصریؒ کی کنیت) ادھر تشریف لائیے، ادھر تشریف لائیے؛ پھر برابر ان کے لئے فراخ دلی اور وسعت ظرفی کا مظاہرہ کرتا رہا؛ یہاں تک کہ ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا، لوگ محو حیرت تھے کہ حسن بصریؒ کے پاس وہ کون سی طاقت تھی کہ جس نے حجاج بن یوسف جیسے ظالم اور منتقم المزاج شخص کے عزائم اور ارادوں کی دنیا بدل دی، جب حسن بصریؒ مسند پر رونق افروز ہوئے، حجاج بن یوسف ایک طالب صادق کی طرح ان کے سامنے

حاضر ہوا اور مسائل دینیہ کے بارے میں استفسار کیا، حضرت حسن بصریؒ اس کے ہر سوال کا بڑی خوش اسلوبی، خود اعتمادی، جادو بیانی اور گہرائی و گیرائی کے ساتھ جواب دیتے رہے، ان کی ثابت قدمی، بے خوفی اور اولوالعزمی سے متأثر ہوکر حجاج بن یوسف نے کہا: اَنْتَ سَیِّدُ الْعُلَمَاءِ یَا اَبَا سَعِیْدٍ۔ اے ابو سعید! آپ علماء کے سردار اور حقیقۃً ان کے سرتاج ہیں۔ پھر اس نے مشک وعنبر سے بنی ہوئی اعلیٰ درجہ خوشبو منگوائی اور اسے حضرت حسن بصریؒ کی خدمت میں پیش کیا، جب حضرت حسن بصریؒ حجاج بن یوسف کے پاس سے چلے گئے تو حجاج کے ایک دربان نے ان کا پیچھا کیا اور ان سے کہا کہ حضرت! حجاج نے آپ کے ساتھ جس عزم واکرام کا معاملہ کیا وہ اس کے سابقہ ارادے کے بالکل خلاف تھا؛ کیوں کہ وہ تو آپ کے گردن زدنی کا فیصلہ کر چکا تھا، اور اس کی یہ عادت ہے کہ وہ جب کوئی ارادہ یا فیصلہ کر لیتا ہے تو اس سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹتا، میں تو آپ سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب آپ حجاج کی مجلس میں تشریف لائے تھے اور آپ کی نظر جلاد اور تلوار پر پڑی تھی، تو آپ نے اپنے ہونٹوں کو حرکت دے کر کون سے کلمات ادا فرمائے تھے؟ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: میں نے تو صرف اپنے اللہ سے لو لگاتے ہوئے یہ کہا تھا:

یَاوَلِیَّ نِعْمَتِیْ وَمَلَاذِیْ عِنْدَ کُرْبَتِیْ اِجْعَلْ نِقْمَتَہٗ بَرْداً وَّسَلَاماً عَلَیَّ کَمَا جَعَلْتَ النَّارَ بَرْداً وَّسَلَاماً عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ (صور من حیاۃ التابعین ۹۵۔۱۰۴، الحب الخالد ۱۷۸، الطبقات الکبریٰ لابن سعد ۷/۱۵۶)

اے نعمتوں سے سرشار کرنے والے، مصیبت اور آڑے وقت کام آنے والے! حجاج بن یوسف کے میرے خلاف جذبۂ انتقام اور جوش غضب کو ایسے ہی ٹھنڈا اور باعث سلام کر دے جیسا کہ تو نے نمرود کے ذریعہ جلائی جلانے والی

آگ کو اپنے خلیل ابرہیم علیہ السلام کے حق میں ٹھنڈک اور باعث سلام قرار دے دیا تھا۔

دل سے نکلنے والے یہی وہ پر تاثیر کلمے تھے جنہوں نے اپنا رنگ دکھایا، بارگاہ ایزدی میں عاشق صادق کی درخواست کو شرف قبول عطا ہوا، نتیجۃً یہی کلمات اس خونی معرکہ کو انجام دینے میں سب سے بڑی رکاوٹ بن گئے جس کے لئے حجاج زمین ہموار کر چکا تھا، ورنہ تو یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ حجاج سزائے موت کے فیصلے کو واپس بھی لے سکتا ہے؛ لیکن حسن بصریؒ کا رابطہ اللہ رب العزت والجلال سے بڑا مضبوط تھا اور ان کی محبت صادق تھی، یہ حقیقت ہے کہ جب خدائے ذوالجلال کی محبت سے انسان کا قلب سرشار ہو جاتا ہے تو پھر کوئی چیز اس کی راہ میں حائل و رکاوٹ نہیں ہوتی، وہ لوگوں کی ملامت ناراضگی اور دشمنی کی پرواہ کئے بغیر احقاق حق اور ابطال باطل کا فریضہ انجام دینے میں مشغول رہتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہم سب کے دلوں میں اپنی محبت کی شمع جلا دے؛ تاکہ ہم ابدی سعادتوں سے بہرہ ور ہو سکیں، ہمیں اپنی زبان سے مندرجہ ذیل دعائیہ کلمات کا ورد رکھنا چاہئے: اِلَيْكَ رَبِّ فَحَبِّبْنِيْ، وَفِيْ نَفْسِيْ لَكَ رَبِّ فَذَلِّلْنِيْ وَفِيْ اَعْيُنِ النَّاسِ فَعَظِّمْنِيْ، وَمِنْ سَيِّءِ الْاَخْلَاقِ فَجَنِّبْنِيْ (کنز العمال حدیث: ۵۰۸۷) (اے رب! مجھے اپنا محبوب بنا لیجئے، اور مجھے اپنی نظر میں ذلیل اور لوگوں کی نظر میں باعزت بنا دیجئے اور برے اخلاق سے مجھے بچا لیجئے۔ آمین۔) (یہاں تک کے مضمون کی پروف ریڈنگ مکہ معظّمہ کے قیام کے دوران مکمل کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔) (آمین)

ماہ صفر اور اوہام پرستی

اسلامی نقطۂ نظر

اسلام کا بنیادی عقیدہ ''توحید'' یعنی اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو ایک ماننے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات کے اعتبار سے بھی یکتا ہے، خدا کا کوئی کنبہ اور خاندان نہیں اور نہ اس کے لئے اولاد اور اعزہ واقارب ہیں، اور خدا اپنی صفات اور اختیارات کے اعتبار سے بھی یکتا و بے مثال ہے، حیات وموت کی کلید اس نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہے، وہی رزق دیتا ہے، رزق میں وسعت اور تنگی بڑھاتا ہے اور رزق سے محروم کرتا ہے، اور وہی نقصان سے دوچار کرتا ہے، کامیابی و ناکامی اور فتح وشکست اسی کے حکم سے وابستہ ہے، توحید کا یہ تصور در در سر جھکانے سے انسان کو بچاتا ہے، اور بہت سی غلامیوں سے نجات عطا کرتا ہے، ان ہی میں ایک توہمات کی غلامی ہے۔

اوہام پرستی بھی ایک طرح کی غلامی ہے کہ آدمی اپنے پاؤں کی ٹھوکروں میں رہنے والی چیزوں سے بھی ڈرنے اور خوف کھانے لگے اور اس سے اپنے نفع ونقصان کو وابستہ کرلے، اگر سامنے سے کوئی جانور نکلنے جائے تو آدمی سمجھے کہ یہ سفر ناکام ہوگا گھر پر کوئی پرندہ بیٹھ جائے تو اس کو اپنے لئے مصیبتوں کا پیش خیمہ سمجھنے لگے، کسی خاص پتھر کی انگوٹھی سے کامیابی اور نفع کی امید رکھے، کسی مہینہ، دن اور گھڑی کو نامبارک، منحوس اور ''اشبہ'' تصور کرنے لگے یہ سب توہمات کی غلامی ہے، جو شخص عقیدہ توحید سے محروم ہو اور خدا پر اس کا یقین کامل نہ ہو، مشکل ہے کہ وہ اس غلامی سے آزاد ہوسکے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے ترقی یافتہ ممالک

جہاں صد فیصد تعلیم یافتہ لوگ پائے جاتے ہیں وہاں بھی لوگ بعض اعداد کو منحوس سمجھتے ہیں، ہوٹلوں میں اس نمبر کے روم نہیں رکھے جاتے۔

جو شخص توحید پر جتنا یقین رکھتا ہے اور اللہ پر جس کا جتنا زیادہ ایمان ہو، اوہام پرستی کی اس مصیبت سے آزاد اور توہمات کا اسیر بننے سے محفوظ رہے گا۔ اسلام کی آمد سے پہلے عربوں میں اس طرح کے توہمات پائے جاتے تھے، لوگ سفر کے لئے نکلتے، پرندے کو اڑایا جاتا، اگر وہ دائیں جانب اڑتا، تو اسے نیک فال تصور کرتے اور سفر کرتے، اور اگر بائیں طرف اڑتا تو بدفالی لیتے اور سفر سے گریز کرتے، اسی طرح الّو کو منحوس پرندہ خیال کرتے، کسی کے گھر پر بیٹھ جاتا تو سمجھتے کہ یہ گھر اجڑ جائے گا، صفر کے مہینے کو نامبارک سمجھتے، سمجھتے کہ اس ماہ میں جو کاروبار ہوگا نقصان سے دوچار ہوگا، جو سفر ہوگا وہ نامراد ہوگا، جو شادی ہوگی وہ ناکام ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تصورات کی تردید فرمائی اور ارشاد فرمایا:

ان چیزوں کی کوئی حقیقت نہیں (بخاری: باب الجزام)

دوسرے کو بیماری لگنے، پرندہ سے بدفالی، الّو اور ماہ صفر کو منحوس سمجھنے کی کوئی حقیقت نہیں، عربوں میں اور ایک خیال یہ تھا کہ صحرا میں کچھ شیاطین ہوتے ہیں، جو رنگ بدلنے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور راہ گیروں کو راستے سے بھٹکانے کا کام کرتے ہیں، عرب انہیں ''غول'' کہا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تصور کی بھی نفی فرمائی (فتح الباری: ۱/۱۶۷)۔۔۔۔۔۔ عرب، شوال کے مہینے کو بھی نامبارک اور شادی بیاہ کے لئے ناموزوں تصور کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شوال میں نکاح فرمایا اور شوال ہی میں رخصتی بھی ہوئی، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس خام خیالی کی تردید کرتے ہوئے فرماتی تھیں کہ میرے نکاح سے زیادہ بابرکت نکاح

کون سا ہو سکتا ہے؟

خاصے پڑھے لوگ بھی ایسی چیزوں کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اس ملک میں رہتے ہوئے جہاں ہم نے برادرانِ وطن سے زندگی کے دوسرے شعبوں اور سماجی رسوم وروایات میں ہندو معاشرت کا اثر قبول کیا، وہیں فکر وعقیدہ کے باب میں بھی ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے، ان ہی میں سے ایک اوہام پرستی کا مزاج ومذاق ہے، آج مسلمان بھی سمجھتے ہیں کہ بلی راستہ کاٹ دے تو سفر ملتوی کر دینا چاہئے، الو کا بیٹھنا نحس کی علامت ہے، اگر کسی بہو کے گھر میں آنے کے بعد سسرال میں کسی کا انتقال ہو جائے تو اس کو منحوس تصور کیا جاتا ہے، گھر کی تعمیر شروع ہو تو ناریل توڑے جاتے ہیں، گاڑی خریدی جائے تو چند لیموں لٹکائے جاتے ہیں، اور اب ایک نئی بات گھر کی تعمیر میں ''واستو'' کی شروع ہوئی ہے، پنڈت بتاتا ہے کہ گھر کو کس ڈیزائن کا ہونا چاہئے۔ خیال کیا جاتا ہے کہ اس کی خلاف ورزی میں بے برکتی ہوگی اور نقصان اٹھانا پڑے گا اس کے علاوہ انجینئر سے مشورہ کرنا چاہئے کہ مکان کس طرح کا ہو، کہ ہوا اور روشنی پوری طرح بہم پہنچے، لیکن اس کا مشورہ بھی پنڈتوں سے کیا جاتا ہے، جو محض چند پیسوں کے لئے لوگوں کو اوہام میں گرفتار رکھنا چاہتے ہیں، یہ تمام باتیں محض ایمان کی کمزوری اور ضعف عقیدہ کا نتیجہ ہیں، حد یہ کہ اب بعض مسلمان بھی عقد نکاح کے وقت اور شادی کے جوڑ کے سلسلے میں عاملین سے مشورہ لیتے ہیں گویا جس غلامی سے اسلام نے اسے آزاد کیا تھا، خود ہی اپنے آپ اس میں مبتلا ہوتے ہیں۔

اس سے بڑھ کر بدقسمتی اور کیا ہوگی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلے الفاظ میں ''صفر'' کے منحوس ہونے کی تردید فرمائی، یہ تردید نہایت ہی صحیح اور مستند روایت سے ثا

بت ہے اس کے باوجود صفر کی ۱۳ رتاریخ اور آخری چہارشنبہ کو منحوس دن تصور کیا جاتا ہے، کچھ لوگ چھلے فروخت کرنے اور اپنے روزگار کا مسئلہ حل کرنے کی غرض سے باور کراتے ہیں کہ اس دن ڈھیر ساری بلائیں نازل ہوتی ہیں اور وہ ان کا علاج کر سکتے ہیں، حالانکہ اسلام کی نگاہ میں کوئی وقت منحوس نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض مہینوں، راتوں اور گھڑیوں کو مبارک ضرور قرار دیا، لیکن کوئی وقت اور گھڑی نامبارک نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر نحس ہوتا تو تین چیزوں میں ہوتا: عورت، گھر اور سواری، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز میں نحس ہے ہی نہیں۔ یہ مشرکانہ تصور ہیکہ انسان اللہ کے بجائے ایسی چیزوں سے نفع ونقصان کو متعلق سمجھے، اس سے بھی زیادہ بدقسمتی کچھ اور بھی ہوسکتی ہے کہ کوئی قوم علم رکھنے کے باوجود انجانوں جیسا کام کرے اور خدا نے جس کی پیشانی کو چوکھٹوں کے داغ مذلت سے آزاد کیا ہو وہ خود ہی جبین شرافت کو داغ دار اور رسوا و خوار کرے۔ واللہ المستعان! اے اللہ! ہم کو ایسا ایمان نصیب فرما جو تجھے خوش کردے۔ (آمین)

دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی کرنا ہے

زبان درازوں کی دنیا

کسی شخص نے ایک بزرگ سے پوچھا کہ: انسان میں کتنے عیب ہوتے ہیں؟ بزرگ نے جواب دیا، انسان میں اتنے عیب ہوتے ہیں کہ اگر گنواؤں تو گن نہ سکو گے، لیکن انسان میں ایک خوبی ہو تو وہ تمام عیبوں پر پردہ ڈال دیتی ہے، اور وہ خوبی ہے زبان پر قابو۔

جھوٹ، چغل خوری، عیب جوئی، خوشامد، تلخ کلامی، بہتان طرازی، گالی گلوج ،نکتہ چینی، طعنے دینا، جھوٹی قسمیں کھانا، اور دوسروں کے عیب اچھالنا ایسی برا ئیاں ہیں جن کا تعلق ہماری زبان سے ہے، اگر موجودہ حالات کا بغور جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ لوگوں کے تعلقات میں جو بگاڑ پیدا ہوا ہے اور مختلف خاندانی رقابتوں کی وجہ سے جو گھریلو تنازعے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں ان میں سب سے بڑا ہاتھ زبان درازی ہی کا ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ زبان نے ۳۲/دانتوں کو مخاطب کر کے کہا کہ تم میر ے کتنے اچھے بھائی ہو، میرا کتنا خیال رکھتے ہو میں بڑی آزادی سے تمھار ے حصار میں محفوظ رہتی ہوں، بتیس دانتوں نے جواب دیا: بہن یہ بات تو ہے لیکن تو بھی ہمارا خیال رکھا کر، اور لوگوں سے مت الجھا کر، ورنہ کوئی سر پھرا تیرے بتیس بھائیوں کو گھر سے نکال دے گا۔

زبان درازی سے بچنے کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ انسان کے دل میں کھوٹ، نفرت، بغض اور کینہ نہ ہو، جب دل میں حسد اور جلن ہو گی، تو گفتگو میں طنز، گالی اور نکتہ چینی خود بخود شامل ہو جائے گی، اور یہی چیز نہ صرف یہ کہ ناپسندیدہ بلکہ انسانی تعلقات کے بگاڑنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔

دنیا کا سب سے آسان کام دوسروں پر نکتہ چینی کرنا ہے۔ دوسروں کو جلی کٹی سنا کر دل کی بھڑاس نکالنا، طنز اور طعنوں سے جگر چھلنی کرنا، معمولی باتوں پر گالی گلوج پر اتر آنا، اور ہر معاملے میں نکتہ چینی کا رویہ اختیار کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انسان کے دل میں تکبر اور انا پرستی کا بیج پڑ چکا ہے، اس لئے وہ ہر کسی کو ذلیل اور حقیر سمجھنے لگا ہے، ایسا تلخ رویہ گھر، دفتر، کاروبار، ہمسایوں، خاندانی تعلقات اور دوست احباب میں خرابی پیدا کرتا ہے، ایک مسلمان کو قطعا یہ زیب نہیں دیتا کہ اپنے غصہ ور طبیعت اور زبان

درازی کی وجہ سے دوستوں اور رشتہ داروں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

انسان کی فطرت ہے کہ وہ اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں پر شرمندہ ہونے کے بجائے دوسروں کی معمولی معمولی باتوں پر نظر رکھتا ہے، اور دوسروں کی ناپسندیدہ باتوں پر نکتہ چینی کرنا اپنا فرض سمجھتا ہے، یاد رکھئے! الزام تراشی اور تنگ خوئی کا رویہ جلتی پر تیل کا کام کرتا ہے، جب کہ نرم خوئی، درگذر اور کشادہ دلی کا رویہ آگ بجھاتا ہے، ہم اپنے غرور نفس، اور درشت خوئی کی وجہ سے دوسروں کو حقیر سمجھنے لگتے ہیں، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ لوگ ہم سے دور بھاگتے ہیں، کنی کتراتے ہیں، مگر ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ ایسا کیوں ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ جب کسی شخص کی عزت نفس مجروح ہوجائے تو یہ کانٹا دل سے کبھی نہیں نکلتا:

اس درد کا درماں نہیں الفاظ کا مرہم
جو زخم ترے طرز تکلم سے لگا ہے

شیخ سعدی کی ایک حکایت ملاحظہ ہو:

ایک شہد فروخت کرنے والا شخص نہایت خوش اخلاق اور شیریں بیان تھا، اس کی شیریں بیانی کے باعث لوگ اس کے گرد یوں جمع ہوتے جیسے مکھیاں شہد پر جمع ہوتی ہیں، اس کا سارا شہد دیکھتے ہی دیکھتے بک جاتا، اس کے حاسدوں نے اسے اتنا تنگ کیا کہ اس کی خوش اخلاقی رفتہ رفتہ بدمزاجی اور تلخ کلامی میں بدل گئی، اب گاہک اس سے بات کرتا تو وہ اس سے لڑتا جھگڑتا اور کڑوی بات کرتا، نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے گاہک ٹوٹ گئے، اور نوبت فاقوں تک پہنچ گئی، ایک دن بیوی سے کہنے لگا، نا جانے خدا ہم سے کیوں ناراض ہوگیا ہے، سارا سارا دن بیکار بیٹھا رہتا ہوں لیکن شہد فروخت نہیں ہوتا، بیوی نے جواب دیا، خدا تو پہلے کی طرح مہربان ہے، فرق تمہارے اخلاق، زبان اور رویہ میں آگیا ہے، پہلے تم

اپنی شیریں بیانی اور حسن اخلاق سے لوگوں کے دل موہ لیتے تھے، ہر شخص تمہاری باتوں سے خوش ہوتا تھا اور دوسرے شہد فروشوں کو چھوڑ کر تم سے شہد خریدتا تھا، اب تمہاری تلخ کلامی نے لوگوں کے دلوں میں تمہارے لئے نفرت پیدا کردی ہے، وہ تمہاری زبان درازی کی وجہ سے دور رہنا پسند کرتے ہیں انھیں تمہارا میٹھا شہد کڑوا معلوم ہوتا ہے۔

بعض لوگوں میں تلخ کلامی ایک عمارت کی صورت اختیار کرلیتی ہے، اور وہ بات پہ بات بگڑنے کا کوئی بہانہ ڈھونڈ نکالتے ہیں، اگر آج ہم اپنے باہمی اختلافات، گھریلو جھگڑوں اور طلاق کی وجوہات تلاش کریں تو ان میں زبان درازی کا عنصر واضح طور پر سامنے آئے گا، اور اگر ہم اپنے تھانوں، اسپتالوں، عدالتوں اور جیلوں میں پڑے لوگوں کے حالات معلوم کریں تو یہ بات سامنے آئے گی کہ وہاں کتنے لوگ اپنی انا پرستی، غصیلی طبیعت اور گندی زبان کی جہ سے یہاں تک پہنچے ہیں، غرض ساس بہو کی لڑائی ہو، استاد شاگرد کا اختلاف ہو، نند بھابھی کی کشمکش ہو، بھائی بھائی کا جھگڑا ہو، میاں بیوی کی تکرار ہو، یا گاہک اور دوکاندار کی تلخ کلامی ہو ہر جھگڑے کے پیچھے اندھے جذبات اور بے لگام زبان درازی ہی ہوتی ہے۔

زبان درازی میں غیبت کو برقرار دیا گیا ہے، کیوں کہ یہ باہمی تعلقات خراب کرنے اور افراد کے درمیان سرد جنگ کا آغاز ہے، غیبت سے بڑھکر چغلی ہے، چغلی اتنا گھناؤنا فعل ہے کہ یہ باہمی تعلقات میں آگ لگا دیتا ہے، اسی لئے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چغل خور جنت میں داخل نہ ہوگا۔ کہتے ہیں کہ ایک چغل خور نے ایک بزرگ سے کہا کہ فلاں شخص آپ کو گالیاں دے رہا تھا، بزرگ نے فرمایا کہ تم بھی عجیب دوست ہو، جو تیر اس نے مجھے مارے، وہ مجھے نہ

لگ سکے، اب تم تیر اٹھا اٹھا کر مجھے چبھو رہے ہو، تا کہ میں محسوس کروں۔

اللہ تعالیٰ نے انسانی زبان میں یہ خاصیت رکھی ہے، کہ یہ دلوں کو جوڑنے اور توڑنے میں بڑی قوت رکھتی ہے، زبان سے نکلی ہوئی ایک دل آزار بات، طنزیا طعنہ تیر کی طرح دل پر اثر کرتا ہے، اور اس زخم کا مندمل ہونا بہت مشکل ہوتا ہے، یہ زبان ہی تو ہے جو ہمارے باہمی تعلقات کو عروج سے پستیوں کی طرف دھکیل دیتی ہے، دوسری طرف زبان سے نکلی ہوئی کوئی اچھی بات یا تعریفی جملہ، ہمدردی کا بول اور تسلی آمیز باتیں باہمی تعلقات کو بام عروج پر پہنچا دیتی ہیں۔

غرض ہماری معاشرتی بیماریوں میں زبان درازی اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اب اس برائی کا احساس ختم ہوتا جارہا ہے، نتیجہ یہ ہے کہ ہر گھر محلّہ اور خاندان میں کشمکش اور انتشار پھیلتا چلا جارہا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سب سے زیادہ بدنصیب وہ ہے کہ جس کی زبان کی وجہ سے لوگ اس سے دور رہیں، دیکھنے میں آیا ہے کہ گالی گلوچ کرنے والے، دوسروں کی برائی کرنے والے، چغلی اور شکایتیں کرنے والے، جھوٹے وعدے اور اپنی بڑائی جتانے والے، دوسروں پر طنزیہ فقرے کسنے والے اور بات بات پر لڑنے جھگڑنے والے لوگ معاشرے میں تنہا رہ جاتے ہیں، چونکہ ہمیں یوم آخرت میں، زبان سے کی گئی تمام باتوں کا حساب کتاب دینا ہے، اس لئے زبان کو احتیاط سے استعمال کرنا چاہئے، کیونکہ ہماری تمام باتوں کا ریکارڈ محفوظ کیا جارہا ہے، اللہ تعالیٰ کے فرشتے ہماری گفتگو نوٹ کرتے رہتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہے: جب بھی کوئی بات ان کی زبان پر آتی ہے تو ایک نگراں اس کو لکھنے کے لئے مستعد رہتا ہے (سورہ ق:۱۸)

رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر کرتے ہوئے کئی دن ہوگئے تھے، اور اب وہ مکّے سے دور مدینے کے قریب تھے۔ قریش نے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سر لانے کے

لئے بھاری انعام کا اعلان کیا تھا۔ بریدہ اپنی قوم کا سردار اور سمجھ دار آدمی تھا، مگر انعام کی لالچ میں رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی فکر میں سرگرداں تھا، یہ اپنے کچھ آدمیوں کے ساتھ آپ کی تلاش میں نکلا تھا، راستہ میں ایک دن خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آمنا سامنا ہو گیا۔ اور اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔ مگر جب خدا کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات چیت کی تو دل کی دنیا بدل گئی، اور اسی وقت اپنے ساتھیوں سمیت ایمان کی دولت سے مالا مال ہو گئے۔ رسول خدا کے چند بولوں نے بریدہ اسلمی کی قسمت بدل دی، بریدہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی پگڑی اتار کر اپنے نیزہ پر باندھی اور اس کا پھریرا ہوا میں اُڑاتے اور یہ خوشخبری سناتے ہوئے آگے آگے روانہ ہوئے۔

''امن کے بادشاہ، صلح کے حامی، اور عالم انسانیت کو عدل وانصاف اور نیکی سے مالا مال کرنے والے تشریف لا رہے ہیں''۔

دیانت دار خریدار

طارق بن عبداللہ بیان کرتے ہیں ''میں مکے کے ایک بازار ''سوق المجاز'' میں کھڑا تھا، کہ ایک آدمی وہاں آیا وہ پکار پکار کر لوگوں سے کہہ رہا تھا۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللهُ تُفْلِحُوْا۔

لوگو! لا الٰہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔

اس آدمی کے پیچھے پیچھے ایک دوسرا آدمی تھا، جو اس کے کنکریاں مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا، ''لوگو! اس آدمی کو سچا نہ سمجھو، یہ بڑا جھوٹا ہے''

لوگ کہہ رہے تھے: یہ پہلا شخص تو بنی ہاشم کے خاندان کا ہے اور اپنے آپ کو خدا کا رسول بتاتا ہے اور یہ دوسرا شخص اس کا چچا عبدالعزیٰ (ابولہب ہے)

اس واقعہ کو برسوں گزر گئے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مدینے چلے گئے، اور وہیں رہنے لگے تھے۔ بات پرانی ہوگئی تھی۔ عرصے کے بعد ہم چند افراد ایک بار کھجوریں خریدنے کے لئے مدینے گئے۔ مدینے کے قریب پہنچ کر ہم ٹھہر گئے، کہ منہ ہاتھ دھو کر اور کپڑے بدل کر شہر کے اندر جائیں گے۔ اتنے میں ایک شخص آتا دکھائی دیا یہ شخص دو پرانی چادریں اوڑھے ہوئے تھا، اس نے ہمیں سلام کیا اور پھر پوچھا، ''کہاں سے آئے ہو، اور کہاں کا اردہ ہے''؟

ہم نے بتایا کہ ''ہم ربذہ سے آئے ہیں، اور یہیں تک آئے ہیں'' پوچھا ''یہاں کس مقصد سے آئے ہو؟''

''ہم نے کہا: مدینے کی شیریں کھجوریں خریدنے آئے ہیں''

ہمارے پاس ایک خوبصورت سرخ اونٹ بھی تھا، جس کے مہار پڑی ہوئی تھی، آنے والے اس شخص نے پوچھا، ''اونٹ بیچو گے؟'' ''ہم نے کہا بیچیں گے، مگر کھجوروں کے بدلے اور اتنی کھجوریں لیں گے'' ہمارا جواب سن کر وہ شخص خاموش رہا۔ ایک لفظ بھی نہیں کہا، کہ تم زیادہ کھجوریں مانگ رہے ہو کچھ کم کردو بلکہ اس نے اونٹ کی مہار پکڑی اور شہر کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور ہم حیرت سے اسے دیکھتے رہے۔ جب وہ آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ اور شہر میں پہنچ گیا تب ہمیں ذرا فکر ہوئی اور ہم نے آپس میں ایک دوسرے سے کہا۔ ارے! یہ ہم نے کیا کیا، ایک اجنبی کو اونٹ حوالے کردیا، نہ ہم اسے جانتے ہیں نہ اس کا پتہ معلوم ہے، اب کیا ہوگا۔ ہودج میں بیٹھی ہمارے سردار کی بیوی ہماری گفتگو سن رہی تھیں۔ کہنے لگیں ''تم ذرا فکر نہ کرو۔ میں نے اس خریدار کا چہرہ دیکھا تھا، اس کا چہرہ چودھویں کے چاند سے زیادہ روشن تھا، یہ شخص دھوکا نہیں دے سکتا۔ میں ذمہ داری لیتی ہوں۔ اگر یہ نہیں دے گا تو میں دونگی''۔

یہ بات چیت ہو رہی تھی، کہ مدینے کی طرف سے ایک شخص تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آیا، اور بولا: مجھے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے، اونٹ کی قیمت کی کھجوریں دی ہیں، اور تمہاری مہمانی کے لئے بھی الگ سے کھجوریں دی ہیں۔ یہ لو قیمت کی کھجوریں تول کر دیکھ لو،۔ ہم لوگوں نے اس سے کھجوریں لیں، اور خوب سیر ہو کر کھائیں اور پھر شہر میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے منبر پر کھڑا تقریر کر رہا ہے۔

"لوگو! صدقہ وخیرات دیا کرو۔ صدقہ وخیرات دینا تمہارے لئے بہت بہتر ہے۔ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہت بہتر ہے۔ خرچ کرو، ماں باپ پر، بہن بھائیوں پر، قریبی رشتہ داروں پر، اور اسی طرح درجہ بدرجہ سارے عزیزوں پر۔"

موبائیل کے نقصانات

گانا سننا اس کو اچھا لگے گا جس میں نفاق پیدا ہو چکا ہو، موبائل پر گانے کی آوازیں لگا کر لوگ نہ صرف یہ کہ خود گنہگار ہوتے ہیں بلکہ اس گناہ میں دوسرے کو بھی شریک کرتے ہیں، اور فعلاً دوسروں کا گناہ بھی اپنے سر لیتے ہیں، افسوس! وہ امت جس کے پیشوا اور آقا سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بعثت کے مقاصد میں ایک مقصد یہ بتایا تھا کہ مجھے مزامیر (یعنی موسیقی اور گانا بجانا وغیرہ) کو مٹانے کا حکم دیا گیا ہے۔ آج اس نبی کے نام لیواؤں کی بڑی تعداد اس بلا میں مبتلا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی القلب کَمَا یُنْبِتُ الماءُ الزَّرْعَ"، یعنی گانا دل میں نفاق کو اس طرح پیدا کرتا ہے جس طرح کہ پانی کھیتی کو اگاتا ہے۔ حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ گانا سننا اس کو اچھا لگے گا

جس میں نفاق پیدا ہو چکا ہو، ایک صالح مسلمان اور نفاق سے خالی مسلمان کبھی گانے کے قریب نہیں جا سکتا، گانے کا ایسا رواج ہو گیا ہے کہ چھوٹے چھوٹے بچے، چلتے پھرتے گانے گنگناتے پھرتے ہیں۔ اور یہ سب ٹی وی کی نحوستیں ہیں جو حقیقتاً ٹی بی ہے اور جس نے سارے جہاں میں فحاشی و بے حیائی کو عام کرنے میں بڑا کردار ادا کیا ہے، اچھے اچھے دین دار کہلانے والے مختلف حیلے بہانوں سے اپنے گھروں میں ٹی وی رکھتے ہیں، اور موجب لعنت قرار پاتے ہیں، عموماً ٹی وی والے گھرانوں سے حیا کا جنازہ نکل ہی جاتا ہے، آج کی ٹی ویاں خبروں کے ساتھ ساتھ ہر تھوڑے وقفہ سے ایڈورٹائزمنٹ کے بہانے فحش مناظر اور بے حیائی کے سین دکھاتی ہیں، جس کو دیکھنے والے گھر کے سب ہی افراد ہوتے ہیں، بچے کیا بوڑھے کیا، نمازی کیا، حاجی کیا، بیٹی کیا غرض حیاء کی جگہ بے حیائی نے لی ہے، اور کیمرا والے موبائیل نے آکر اور زخم پر نمک چھڑکنے کا کام کیا ہے،،

موبائیل کے ذریعہ بلا وجہ دوسروں کو پریشان کرنا

موبائیل کے ذریعہ بلا وجہ دوسروں کو پریشان کرنا ایک عام رواج سا ہو گیا ہے، یہ عمل جہاں انفرادی طور سے خوب عام ہو رہا ہے کہ یوں ہی بلا وجہ نمبر ملا کر گھنٹی دیکر بند کر دیا جاتا ہے۔ یا بعض بد طینت لڑکے لڑکیاں دوستی گانٹھتی پھرتی ہیں، اور ایک شریف انسان اس سے پریشان ہوتا ہے، وہیں بہت سی تجارتی کمپنیاں ایڈورٹائزمنٹ کے لئے پیغامات ارسال کرتی رہتی ہیں، اور فون بھی کرتی رہتی ہیں، جس سے موبائیل رکھنے والا پریشان ہو جاتا ہے اور ایک شریف شخص یہ سوچنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ آخر اس کا کیا علاج کیا جائے کہ بیکار کے پیغامات اور لایعنی کالوں کا سلسلہ بند ہو۔ اسی طرح بعض لوگ ہیں کہ ان کی

عادت یہ ہوتی ہے کہ اپنا پیسہ خرچ نہ ہو اس لئے صرف مس کال پر اکتفا کرتے ہیں، یہ فعل از روئے شرع درست نہیں، مسلمان وہ ہے جو دوسروں کے لئے وہی پسند کرے جو اپنے لئے پسند ہو، حدیث شریف میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد عالی ہے "اَحِبَّ لِلنَّاسِ مَا تُحِبُّ لِنَفْسِكَ (لوگوں کے لئے وہی پسند کرو جو اپنے لئے پسند کرتے ہو) البتہ بعض مجبوریاں ایسی ہوتی ہیں کہ انسان صرف گھنٹی یا مس کال پر اکتفا کرسکتا ہے، تو اس میں کوئی حرج نہیں، یا کوئی اپنے بڑے کو ایسا کرسکتا ہے، یا کسی کو اجازت دے رکھی ہو تو اور بات ہے۔

موبائیل کے متعلق کچھ اہم ہدایات

موبائیل سے متعلق ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ کچھ اہم امور ومناسب ہدایات درج کرتے جائیں تاکہ افادیت میں اضافہ ہو اور باتوفیق بندے عمل کرلیں اور ہمیں اجر مل جائے۔(۱) ہر شخص اپنا جائزہ لے کہ کیا موبائیل اس کی ضرورت ہے؟ یا اس کا شوق؟ اگر ضرورت میں موبائیل رکھا گیا ہے تو بقدر ضرورت ہی اس کو استعمال کیا جائے نہ کہ اس کے استعمال میں فضول باتوں یا اس کا فضول استعمال کیا جائے (۲) اگر کوئی شخص شوق میں موبائیل رکھتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنے اس شوق کو چھوڑ دے، یہ موبائیل کا شوق تباہ کن شوق ہے، یہ انسان کی خون پسینے کی کمائی کو بڑی آسانی سے کھاتا رہتا ہے، بلکہ یہ موبائیل کا شوق روزانہ کتنے انسانوں کی جان لیتا رہتا ہے، شاید ہماری اس بات سے بعض کو اتفاق نہ ہو لیکن اگر کوئی چند روز اخبارات کا مطالعہ کرلے اور معاشرہ کا گہرائی سے جائزہ لے لے تو یقیناً ہماری اس بات سے اس کو اتفاق ہوجائے گا۔(۳) موبائیل رکھے تو اس کو رکھنے کا نظام ترتیب دے، نہ ہر وقت موبائیل کھلا رہے،

نہ ہر وقت بند، کچھ اوقات ایسے ہیں جن میں موبائیل کو بند رکھنا نہایت ضروری ہے، مثلاً نماز کے اوقات، یا قضائے حاجت کے اوقات یا اپنی ملازمت یا محنت ومشقت کے کام سے فارغ ہونے کے بعد آرام کے اوقات وغیرہ وغیرہ ان اوقات میں موبائیل کو ضرور بند رکھیں، تاکہ آپ آسانی اور دل جمعی سے زندگی کے ان اہم کاموں کو انجام دے سکیں۔(۴) موبائیل کی گھنٹی کو سادہ رکھیں، اس میں ساز اور نغمہ اور موسیقی نہ ہو، تاکہ آپ بلا وجہ گناہ میں مبتلا نہ ہوں، اسی طرح سننے والی گھنٹی سادہ رکھیں تاکہ سننے والا بھی حرام موسیقی سننے سے بچ سکے۔(۵) موبائیل رکھنے میں اس بات کا ہمیشہ خیال رکھیں کہ بات بقدر ضرورت ہو، خواہ کوئی موبائیل کمپنیوں سے دی جانے والی کوئی آفر ہی کیوں نہ ہو جس میں پیسہ کا ضیاع نہ ہو۔اس لئے کہ اگر پیسہ کا ضیاع اس صورت میں نہ بھی سہی، تاہم بلا وجہ فضولیات باتیں کر کے وقت کا ضیاع تو ہے ہی۔ اور کیا وقت پیسے سے بھی کم قیمت ہے، مشہور قول ہے کہ "اَلْوَقْتُ اَثْمَنُ مِنَ الذَّهَبِ" (وقت سونے (گولڈ سے) بھی زیادہ قیمتی ہے) حدیث شریف میں فضول پیسہ خرچ کرنے اور قیل وقال یعنی بلا وجہ وبلا ضرورت کثرت کلام کی ممانعت وارد ہوئی ہے، چنانچہ بخاری شریف میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "ان اللہ کرہ لکم ثلاثا، قیل وقال واضاعة المال و کثرة السوال" (بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے تین چیزیں ناپسند فرمائی ہیں، قیل وقال، اضاعت مال، اور کثرت سوال، لہٰذا جتنی بات کرنا ضروری ہو اتنی ہی کریں اور فوراً موبائیل بند کر دیا کریں تاکہ بلا وجہ پیسہ یا وقت ضائع ہونے سے بچ سکے، واضح ہو کہ وقت ہماری زندگی ہے، جو دھیرے دھیرے ختم ہو رہا ہے۔انسان سوچتا ہے کہ وقت گذر گیا۔جب کہ

حقیقت میں گزرنے والا وقت ہماری زندگی کا جُز تھا جس کے گزرنے کا مطلب یہ کہ ہماری زندگی کا ایک جُز کم ہوگیا ؎

صبح ہوتی ہے شام ہوتی ہے
عمر یوں ہی تمام ہوتی ہے

(۶) چھوٹے بچوں کو موبائیل کے شوق سے محفوظ رکھا جائے، ان کو بتایا جائے کہ موبائیل ایک ضرورت کی چیز ہے جب تم اس لائق ہو جاؤ گے تو تمہیں فراہم کر دیا جائے گا (۷) لڑکیوں کو اگر واقعتاً ضرورت نہ ہو تو ان کو موبائیل سے دور رکھا جائے، آج کی لڑکیوں کے پاس موبائیل ہونے سے ایسے ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں کہ ایسے واقعات سننے سے ایک ہوشمند کے ہوش اُڑ جاتے ہیں۔ موبائیل کے جہاں معاشرہ میں بہت سے نقصانات سامنے آئے ہیں۔ ان میں سے ایک بڑا نقصان فحاشی کا پھیلاؤ ہے کہ موبائیل کے ذریعہ بآسانی تعلقات ہو جاتے ہیں۔ اور پھر کیا کیا ہوتا ہے اس سے کوئی ہوشمند اور سوجھ بوجھ رکھنے والا غافل نہیں، لہٰذا لڑکیوں کو موبائیل سے دور رکھنا والدین اور سرپرستوں کی اہم ترین ذمہ داری ہے (۸) لڑکے بھی خواہ جوان ہی کیوں نہ ہوا گر وہ تعلیمی لائن سے وابستہ ہیں تو ان کو بھی موبائیل سے دور رکھا جائے، دورانِ تعلیم موبائیل کوئی اچھی چیز نہیں۔ ہاں اگر تعلیم کے علاوہ کسی ملازمت اور تجارت کے پیشے سے وابستہ ہیں تو پھر ان کی ضرورت کو دیکھا جائے۔ اگر ضرورت ہے تو پھر ان کو موبائیل دیں ورنہ ان کو بھی موبائیل سے دور رکھیں بالخصوص شادی سے پہلے کی عمر کا جو مرحلہ یعنی ۱۲ سے ۳۰ سال تک کا عمری مرحلہ بڑا پُرخطر ہے، اس میں والدین اپنے بچوں کی خاص حفاظت کریں، اور کوشش کریں کہ شادی میں تاخیر نہ ہو۔ بیس سال کے بعد جلد از جلد شادی کی فکر کریں، فتنوں کے اس دور میں والدین کے ذمہ ہے کہ وہ

اپنے بچوں کی پاک دامنی کو داغدار ہونے سے بچالیں۔

مقام والدین

اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کی روشنی میں

۱۔ ماں باپ، رحمت وشفقت، کرم وعنایت اور مہر ومحبت کا پیکر ہیں۔

(سورۃ یوسف، ۸۴، بخاری)

۲۔ ماں باپ، اللہ سبحانہ تعالیٰ کی ایسی نعمت ہیں کہ جس کا کوئی بدل نہیں۔

(بخاری ومسلم)

۳۔ ماں باپ، قابل قدر واحترام، واجب العزت والاکرام اور لائق خدمت واحسان ہیں گرچہ کافر ہی کیوں نہ ہوں۔

(بنی اسرائیل ۲۴ لقمان، بخاری)

۴۔ ماں باپ کی بخشش ومغفرت کے لئے دعا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے خصوصی حکم دیا ہے۔ (بنی اسرائیل، ۲۴، ابوداؤد)

۵۔ ماں باپ، اولاد کے حق میں مستجاب الدعا ہوتے ہیں گرچہ غیر مسلم ہی ہوں۔

(بخاری)

۶۔ ماں باپ کی دعاؤں کے آگے تقدیر بھی بے بس ہوتی ہے۔ (ترمذی)

۷۔ ماں باپ کی رضا میں اللہ کی رضا اور ان کی ناراضگی میں اللہ کی ناراضگی پنہاں ہے۔ (ترمذی)

۸۔ ماں باپ کی خدمت واطاعت سے رزق اور عمر میں برکت ہوتی ہے۔

(مسند احمد)

۹۔ ماں باپ پر ایک بار نظر شفقت کے ساتھ دیکھنے پر حج مقبول کا ثواب ملتا ہے

(شعب الایمان بیہقی)

۱۰۔ ماں باپ کا شکر ادا کرنا اتنا ہی ضروری ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ضروری ہے۔ (لقمان، ۱۴)

۱۱۔ ماں باپ کے بعض حقوق ان کے وفات کے بعد بھی واجب الاداء رہتے ہیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

۱۲۔ ماں باپ کے نافرمان کو موت سے پہلے بھی اس جہاں میں ضرور سزا ملتی ہے۔ (شعب الایمان بیہقی مستدرک حاکم)

۱۳۔ ماں باپ کے سامنے اظہار ذلت و کمتری کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ (بنی اسرائیل، ۲۴)

۱۴۔ ماں باپ کے نافرمان پر اللہ تعالیٰ نے جنت حرام کردی ہے۔ (دارمی، مسند احمد، نسائی)

۱۵۔ ماں باپ کی خدمت کا فریضہ جہاد میں جان قربان کرنے جیسے فرض پر مقدم ہے۔ (بخاری و مسلم)

۱۶۔ ماں کے قدموں کے پاس اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین نعمتوں کا مجموعہ "جنت" ہے۔ (نسائی)

۱۷۔ ماں کی خدمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت جیسے اعلیٰ مرتبہ پر مقدم ہے۔ (واقعہ اویس قرنی، از حاشیہ مشکوٰۃ)

۱۸۔ ماں کی آنکھوں کو سکون بخشنے کے لئے اللہ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرعون کی قتل و غارت گری سے محفوظ رکھا۔ (طہٰ ۴۰)

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ ہم سب کو والدین کی مکمل طور پر خدمت و اطاعت کرنیکی توفیق عطا فرمائے، آمین

اے انسان اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان اور صرف اس کی ہی عبادت کر

۱:۔ اے انسان اپنی پیدائش پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۲:۔ اپنی مجبوریوں اور معذوریوں پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۳:۔ اپنی موت اور بیماریوں پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴:۔ اپنی اولاد کی صورتوں، آوازوں اور مزاجوں کے اختلاف کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۵:۔ اپنے بچوں کی نشو ونما ان کی حرکات وسکنات کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۶:۔ میاں بیوی کی آپسی محبت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۷:۔ فضا میں پرندوں کی پرواز کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۸:۔ سمندر میں جہازوں کے چلنے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۹:۔ بادلوں کا بننا اور کرۂ ارض پر پھیلنے کا نظام دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۰:۔ ہر قسم کی زمین پر بارشوں کا برسنا دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۱:۔پہاڑوں کی بلندی کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۲:۔مرغی کے انڈے میں دو مختلف رنگ کے مختلف مادے مل کر بھی جدا جدا، اللہ کی اس قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۳:۔ایک پانی کے بے شمار استعمال کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۴:۔ایک ہی نسان سے پیدا ہونے والے مختلف رنگ ونسل کے انسانوں کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۵:۔انسانوں میں بولی جانے والی بولیوں پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۱۶:۔بیماریوں کے ذریعہ ہزاروں انسانوں کے پلنے کا نظام دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۷:۔ایک ہی ماں باپ کی اولاد میں قد وقامت کا فرق دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۱۸:۔۳۲ دانتوں کے درمیان نرم ونازک زبان کی حرکات پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۱۹:۔اپنے جسم میں نظام دوران خون پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۲۰:۔اپنے جسم میں نظام انہضام اور اعصابی نظام پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۲۱:۔چھوٹے سے دماغ میں زندگی بھر کے واقعات کا محفوظ رہنا دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۲:۔غیر شعوری طور پر انسانی جسم میں عمر کے ساتھ تبدیلیوں کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۳:۔ایک ہی جسم میں بعض جگہ کے بال ہمیشہ بڑھتے رہتے ہیں اور بعض جگہ کے بالکل نہیں بڑھتے، اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۴:۔پتھروں کی سختی، رنگ، اور مختلف خصوصیات میں اختلاف کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۵:۔ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے نباتات کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۶:۔سارے ہی درختوں کے پتے ہرے مگر پھر بھی رنگ مختلف، اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۷:۔آم کی ایک گٹھلی سے آم کا اتنا بڑا درخت جس میں ہزاروں پھل لگے

ہیں۔اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۸:۔رات طاری کر کے اللہ ساری مخلوق کو سلا دیتا ہے، انسان کی بے بسی کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۲۹:۔ایک ہی سورج سے پوری دنیا کو نور اور حرارت ملنے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۰:۔سورج کے طلوع وغروب کے منظم □ نظام کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۱:۔چاند کے گھٹنے اور بڑھنے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۲:۔ہواؤں کے چلنے اور رفتار کے کم زیادہ ہونے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۳:۔زمین، اللہ کا صندوق ہے، ہر چیز اس میں سے نکل رہی ہے، اللہ کی قدرت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۴:۔زمین، اللہ کا دستر خوان بھی ہے، ساری مخلوق اسی میں سے اپنی روزی حاصل کرتی ہے۔اللہ کی ربوبیت کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۵:۔زمین اللہ کا کوڑا دان بھی ہے، ہر خراب چیز اسی میں سما جاتی ہے۔ سارے مردے اسی میں مل کر مٹی بن جاتے ہیں۔اللہ کے اس نظام کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۶:۔اپنے بچپن، جوانی اور بڑھاپے کو دیکھ اور اللہ کو پہچان۔

۳۷:۔اپنے سونے میں مجبور ہونے پر غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۳۸:۔اپنے سو کر اٹھنے سے تازگی حاصل ہونے میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۳۹:۔سورج کے ذریعہ بننے والے سایہ کے گھٹنے بڑھنے میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴۰:۔اللہ تعالیٰ اسی زمین سے ۷۰۰ کروڑ انسانوں کو روزی پہنچا رہا ہے۔ اللہ کی ربوبیت میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴۱:حیوانات کی غذاؤں میں غور کر اور اللہ کو پہچان۔

۴۲:۔انسان کی اندرونی کیفیات کا ظہور کس طرح چہرہ پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ غور کرا اور اللہ کو پہچان۔

۴۳:۔تمام انسانوں کی ہتھیلی اور انگلیوں کی لکیریں کس طرح مختلف ہیں، غور کرا اور اللہ کو پہچان۔

۴۴:۔انسانوں میں پائی جانے والی صفات کس طرح وراثت میں منتقل ہوتی ہیں۔غور کرا اور اللہ کو پہچان۔

۴۵:۔انسانوں کو دیئے گئے علوم وفنون میں غور کرا اور اللہ کو پہچان۔

آپ کس کی عبادت کرتے ہو؟ جس نے آپ کو بنایا اس کی؟ یا جس کو آپ نے بنایا اس کی؟

اللہ اس ذات علی وعظیم کا نام ہے جو اپنی ذات وصفات میں یکتا ہے، وحدہٗ لا شریک لہٗ۔اس کا کوئی مثل نہیں، جو ہمیشہ سے ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے، وہ باقی ہے اس کے علاوہ سب فانی ہے، انسان اپنی عقل میں تمام مخلوق سے ممتاز ہونے کے باوجود اللہ کی ذات وصفات کا احاطہ نہیں کرسکتا۔اسکی ویسی ثناء اور حمد کرنے سے انسان عاجز ہے جیسا کہ وہ اپنی ذات اور اپنی صفات میں ہے، اسکی عظمت اور اس کی قدرت کا کچھ اندازہ اس کی مخلوق میں غور کرنے سے کیا جاسکتا ہے، ورنہ وہ ایسی لطیف ذات ہے جس کو آنکھیں پکڑ نہیں سکتیں۔اس کا عکس انسانی آنکھ کا پردہ تو کیا کسی بڑے سے بڑے Screen میں بھی سما نہیں سکتا۔ذیل میں اس کی مخلوق کا کچھ تذکرہ کیا جارہا ہے جس سے اس کی عظمت کا اندازہ کیا جاسکے۔اپنی ذات کی معرفت کے لئے یہ رہبری بھی اللہ ہی نے کی ہے کہ مجھے پہچانو! میں کیسی طاقت وقوت اور شان وشوکت والا ہوں۔مثلاً ایک جگہ

فرمایا۔ اَفَلاَ یَنظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ وَاِلَی السَّمَاءِ کَیْفَ رُفِعَتْ وَاِلَی الْجِبَالِ کَیْفَ نُصِبَتْ وَاِلَی الْاَرْضِ کَیْفَ سُطِحَتْ۔

اونٹ

یہ اونٹ اللہ کی صنعت کا عجیب نمونہ ہے۔ جسیم ایسا کہ ہر جانور اس کے قریب آ کر اپنے کو حقیر سمجھنے لگے، اس کی ٹانگوں سے اپنی ٹانگوں کا موازنہ کرے تو اپنی کوئی حیثیت نہ نظر آئے۔ مطیع اور فرمانبردار اتنا کہ انسان کا بچہ بھی آسانی سے اس پر سواری کر لے اور جہاں چاہے لیجائے۔ جو نہ ریگستان میں چلنے سے پیچھے ہٹے، نہ بارش سے گھبرائے نہ دھوپ کا اس پر اثر ہو، نہ وہ سردی سے کپکپائے۔ کھانے پینے سے بھی اتنا بے پرواہ کہ پندرہ پندرہ دن بے تکلف بغیر کھانے پانی کے چل سکتا ہے، نہ پہاڑوں کی بلندی اسے آگے بڑھنے سے روک سکے نہ وہ پستی میں اترنے اور پھسلنے سے گھبرائے۔ اس کے پیروں میں ایسے Shockab رکھ دیئے گئے ہیں کہ سوار اس پر بیٹھ کر ویسے دھکے نہیں محسوس کرتا جیسے دو یا چار چکوں کی گاڑیوں میں محسوس کرتا ہے۔ بعض نسلیں اونٹ کی ایسی ہیں کہ اگر اس پر پانی سے لبالب بھرا ہوا پیالہ بیٹھے تو ایک قطرہ بھی نہ چھلکے۔ اسی لئے اللہ نے دعوت دی کہ اسے دیکھ کر مجھے پہچانو۔ ضرورت پڑے تو وہی سواری انسان کی غذا بھی بن جائے۔ اگر پانی نہ ملے تو اسی کے جسم کے اندر پانی کا صاف شفاف ذخیرہ موجود ہے۔ اس کا چمڑا بھی انسان کے لئے انتہائی مفید۔ اسی پر دوسرے چوپایوں کو قیاس کر سکتے ہیں۔ تمام جانور اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ جانوروں کی جلدیں، ان کے بال، ان کے دانت، ان کے سینگ سب میں اللہ نے اپنی قدرت سے انسانوں کے لئے منافع بھر دیئے ہیں۔

آسمان

یہ آسمان بھی اللہ کی عجیب وغریب مخلوق ہے۔ بلند اتنا کہ انسانوں کی پہنچ بلکہ سوچ سے بھی بالاتر۔ اسی کو اللہ نے فرمایا دیکھتے نہیں آسمان کو کیسا بلند کیا۔ کَیْفَ رُفِعَتْ۔ اس کا رقبہ اتنا بڑا کہ اسکی پیمائش نہیں کی جاسکتی۔ اسکی وسعت کا اندازہ کرنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آسمان کے مقابلہ میں یہ زمین ایسی ہے جیسے صحرا میں پڑی ہوئی انگوٹھی۔ اتنا بڑا آسمان مگر اسکو کسی ستون کا سہارا نہیں ہے۔ بلکہ بغیر عمد ترونھا فرمایا۔ ایسی شان کے ساتھ کھڑا کیا گیا ہے کہ ہزاروں سال گذر گئے اس میں کوئی تغیر نہیں نہ کبھی اس کی مرمت کی ضرورت پڑی۔ یہ آسمان اپنے بنانے والے پر ایمان لانے کی دعوت دے رہا ہے، اس کی دعوت ہے کہ دیکھو اور سوچو۔ یہ اللہ کی بنائی ہوئی چھت ہے وَالسَّقْفِ المرفوع۔ وہیں سے مخلوق کی روزی اتاری جاتی ہے۔ رزقکم فی السماء۔ یہ ایک آسمان ہے جو ہمیں نظر آتا ہے اس سے اوپر اور چھ آسمان ہے، ہر آسمان اپنے نیچے والے آسمان کے مقابلہ میں ایسا ہی ہے جیسے کسی صحرا میں پڑی ہوئی انگوٹھی۔ یہ آسمان فرشتوں کا مسکن ہے۔ ساتویں آسمان پر فرشتوں کے لئے بیت المعمور ہے۔ جس کا فرشتے طواف کرتے رہتے ہیں۔ انسان جو چاند پر پہنچے انہوں نے بھی آسمان کو اتنا ہی بلند پایا جتنا وہ زمین سے بلند نظر آتا ہے۔ زمین سے دیکھنے پر اسکا رنگ نیلا ہے۔ چاند سے اس کو کالے رنگ کا دیکھا گیا۔ کسی اور سیارہ پر پہنچنے سے ممکن ہے کہ آسمان کسی اور رنگ کا نظر آئے۔ رنگ بھی تو اللہ ہی کے ہیں۔ یہ رنگوں کا فلسفہ بھی عجیب ہے۔ دو یا زیادہ رنگوں کو ملایا جائے تو ایک نیا رنگ پیدا ہوتا ہے جو اپنے اجزاء کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے۔

پہاڑ

پہاڑ بھی اللہ کی عظمت کی نشانی ہے۔ اللہ نے پہاڑوں کو میخیں فرمایا والجبال اوتاداً جس کی میخیں اتنی بڑی کہ میلوں ان پہاڑوں کا سلسلہ چلتا ہے۔ بلند اتنے کہ انسان کی رسائی نہ ہوسکے۔ جب تک جدید ٹیکنالوجی استعمال نہ کرے۔ یہ پہاڑ اپنی جسامت میں اتنے بڑے کہ زمین کی ہر مخلوق اپنے آپ کو ان کے سامنے چھوٹی سمجھتی ہے۔ ان پہاڑوں کے دامن میں کوئی کھڑا چلا جائے تو اس پر اللہ کی عظمت ٹپکتی ہے، دل اندر سے پکار اٹھتا ہے، ان کا بنانے والا کتنا زبردست ہے۔ پھر ان کی رنگتیں مختلف، بہت کالے بھی ہیں اور مٹیالے اور سرمئی رنگ کے بھی ہیں۔ بعض ایسے کہ نباتات سے ہرے بھرے ہیں تو بعض ایسے کہ کائی جیسی حقیر مخلوق کو بھی اپنے اوپر جگہ نہیں دیتے۔ پھر ان میں اللہ کے مخفی خزانے ہیں۔ کتنی معدنیات ہیں جو ان پہاڑوں میں پائی جاتی ہیں، کسی میں لوہا ہے، تو کسی میں کوئلہ، کہیں سونا ہے، کہیں چاندی۔ یہ پہاڑ زمینوں پرندیوں اور دریاؤں کے جاری ہونے اور ان کے بہتے رہنے کا بھی ذریعہ ہیں۔ جب بارش ہوتی ہے تو پانی ان پہاڑوں کی بلندی سے بہتا ہوا دریاؤں اور ندیوں میں جاتا ہے۔ پھر یہی ندیاں آگے جا کر کہیں جھیل بن جاتے ہیں، تو کہیں مصنوعی باندھ کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ابھی قریب میں کشمیر کا سفر ہوا بڑے بڑے پہاڑ ہیں ان میں سے پانی کی نہریں برابر چل رہی ہیں۔ کہاں سے پانی آتا ہے کچھ پتہ نہیں، پھر کینیڈا کا سفر ہوا بہت بڑا پہاڑ ہے۔ ہزاروں سالوں سے پانی نکل رہا ہے، خوب ٹھنڈا پانی ہوتا ہے۔ سبحان تیری قدرت۔

زمین

زمین تو اللہ کی عظمت کی ایسی نشانی ہے جو ہر پہلو اور ہر سمت سے پکارتی رہتی ہے۔ میرے بنانے والے کو پہچانو، وہ کیسی عظیم ذات ہے۔ یہ زمین اللہ کا صندوق ہے، جس میں سے اللہ کے لامحدود خزانے نکل رہے ہیں۔ یہ اللہ کا دستر خوان بھی ہے، اسی سے ساری مخلوق کھا رہی ہے۔ یہ اللہ میاں کا کوڑادان بھی ہے کہ تمام فاسد اور فضول مادے اسی میں سما جاتے ہیں، اور خود بھی مٹی بن جاتے ہیں۔ یہی زمین تمام حیوانات و نباتات کا مسکن بھی ہے اسی پر سب رہتے ہیں، پرندے بظاہر جو فضا میں نظر آتے ہیں۔ ان کا بسیرا بھی اسی زمین پر کھڑے ہوئے درخت ہیں۔ یہی زمین پانی کا ذخیرہ بھی ہے۔ زمین ہی تمام سمندروں کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہے، سارے دریا اور ندی نالے اسی کی گود میں کھیلتے ہیں۔ زمین کی گہرائی میں بھی پانی کی قدرتی پائپ لائن بچھی ہوئی ہے۔ جہاں کھودو پانی موجود جو ہمیں کنوؤں کی شکل میں برآمد ہوتا ہے۔ یہ زمین اپنی ذات سے اپنے اوپر رہنے والی مخلوق سے ایسا گہرا تعلق رکھتی ہے کہ کوئی چیز اس سے جدا نہیں ہو سکتی۔ کوئی روٹھ کر بھی اس سے دور نہیں جا سکتا، کوئی کتنی ہی بلندی پر پہنچ جائے، وہ زمین پر واپس آنے میں مجبور ہے۔ زمین میں ایسی قوت کشش رکھ دی گئی ہے کہ چاہے جتنی بلندی پر پہنچ جائے زمین اسے اپنی طرف کھینچ لے گی۔ زمین پر مرنے والے انسان اور دوسرے حیوانات بھی مر کر اس زمین سے دور نہیں جا سکتے، زمین ان سب کو اپنے ہی آغوش میں سما لیتی ہے، اور تمام انسان قیامت کے دن اسی زمین سے اٹھائے جائیں گے۔ وقفہ وقفہ سے یہ زمین اپنے رنگ بھی بدلتی رہتی ہے، ضرورت کے لحاظ سے اپنی سختی اور ملائمت میں بھی تبدیلی

کرتی رہتی ہے۔ ہر جگہ اس میں موجود دفینے اور ذخیرے بھی الگ الگ قسم کے ہیں۔غرض زمین کی حالت دعوت ہے، اس کے مکینوں کے لئے کہ زمین کے پیدا کرنے والے خالق حقیقی کو پہچانو، زمین پر رہنے والی چند مخلوق کی حالت کو بھی ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ ہر چھوٹی بڑی مخلوق اللہ ہی کی طرف متوجہ کرا رہی ہے۔

چیونٹی

چیونٹی کا جثہ تو بہت چھوٹا مگر یہ اللہ کی عظمت کی بہت بڑی نشانی ہے۔ اس چھوٹے سے جسم میں اللہ نے کتنا شعور اور کتنی قوت رکھ دی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ چیونٹی دنیا کا سب سے قوی قلی اور سب سے طاقتور حمال ہے۔ ہاتھی جیسے جانور میں بھی یہ قوت نہیں ہے کہ وہ اپنے جسم کے وزن کے برابر بھی بوجھ برداشت کر سکے لیکن آپ دیکھ سکتے ہیں، تجربہ کر سکتے ہیں کہ وہ اپنے جسم سے کئی گنا زیادہ وزن کو آسانی سے کھینچ لیتی ہے۔ آپ ایک چھپکلی کو مار ڈالئے، چند چونٹیاں اس کو آسانی سے کھینچ لیتی ہیں۔ جھینگر کے لئے ایک دو چیونٹیاں ادھر سے ادھر لیجانے کے لئے کافی ہو جاتی ہیں۔ جب کہ اس کا جسم چیونٹی سے کئی گنا زیادہ ہے۔ اگر ایک چھپکلی مر کر پڑی ہو تو انسان اس کو جب تک دیکھ نہ لے صرف بو سے اس کی موجودگی کا پتہ نہیں چلا سکتا۔ لیکن آپ نے دیکھا ہوگا کہ چھپکلی مر کر پڑی اور فوراً چیونٹیاں اس کی تلاش میں نکل جاتی ہیں۔ اور تھوڑی ہی دیر میں اس تک چونٹیوں کا ہجوم لگ جاتا ہے۔ اس چھوٹی سی مخلوق میں سونگھنے کی حس کتنی قوی ہے۔ چیونٹی کے جسم سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی ناک کتنی بڑی ہوگی۔ اس میں یہ حیرت انگیز قوت شامہ اللہ کی عظمت کی دلیل نہیں تو کیا ہے۔ اسی لئے اللہ نے اتنی سی مخلوق کے نام سے اپنے کلام میں ایک مستقل سورت سورہ نمل

اتاری ہے۔ اس میں بھی چیونٹی کے ایک کارنامہ کا ذکر ہے کہ سلیمان علیہ السلام کا لشکر چیونٹیوں کی وادی سے گذرنے والا ہے تو ایک چیونٹی دوسری تمام چیونٹیوں کو خبر دے رہی ہے۔ یَاَیُّھَا النَّمْلُ ادْخُلُوْ مَسَاکِنَکُمْ لَا یَحْطِمَنَّکُمْ سُلَیْمَانُ وَ جُنُوْدُہٗ وَھُمْ لَا یَشْعُرُوْنَ۔ یعنی اے چیونٹیوں تم اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ، کہیں سلیمان اور اس کا لشکر تمہیں کچل نہ دے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے۔ اگر یہ سلیمان علیہ السلام کا معجزہ ہے تب بھی یہ کتنی بڑی بات ہے کہ ایک چیونٹی کو اس کا شعور ہو گیا، اور اس نے اپنی پوری قوم کی فکر کی۔ یہ شعور اس کو کس نے بخشا۔ اس چھوٹے سے دل میں کتنی بڑی بات آگئی۔ یہی وہ رب ہے جس کا تعارف موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے دربار میں ان الفاظ میں کرایا تھا۔ ربنا الذی اعطیٰ کل شیئٍ خلقہ ثم ہدیٰ۔ ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو خلقت عطا کی اور پھر ہدایت بھی دی۔

چوپائے

چوپائے بے زبان ہوتے ہیں۔ مگر وہ اپنی زبانِ حال سے اللہ کی عظمت بیان کرتے رہتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمیں دیکھو اور اپنے اور اپنے رب کو پہچانو، اللہ نے بھی فرمایا اِنَّ لَکُمْ فِی الْاَنْعَامِ لَعِبْرَۃ۔ تمہارے چوپایوں میں عبرت کا سامان ہے۔ ہے تو جانور لیکن انسانوں کیلئے کتنے مفید۔ ایک تو اپنی طاقت و قوت کے باوجود انسان کے نہایت مطیع و فرمانبردار۔ کبھی بغاوت نہیں کرتے۔ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھوں میں بکتے رہتے ہیں، کبھی کوئی شکایت نہیں جہاں رکھیں وہیں رہ جائیں۔ ہرا چارہ نہ ملے تو سوکھے چارہ پر ہی گذارا کریں۔ چارہ پانی میں دیر ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ طاقت سے زیادہ

کام لینے پر بھی صبر کرتے ہیں۔ مالکوں کی بد مزاجی بھی برداشت کرتے ہیں، مار بھی کھاتے ہیں۔ بیل، بھینس کھیتوں میں کام کر کے کسانوں کو فصل کی ابتدائی تیاری سے لے کر فصل کو گھر اور پورے کام کو تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ ان کا دودھ بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ مِن بَینِ فَرثٍ وَّدَمٍ لَّبَناً خَالِصاً سَائِغاً لِلشّٰرِبِینَ گوبر اور خون کے بیچ سے خالص اور لذیذ دودھ پینے والوں کیلئے مہیا کرتے ہیں۔ پھر اس دودھ کا ان جانوروں سے نکالنا بھی کتنا آسان، تھوڑے سے چارہ میں مشغول ہو کر پورا دودھ چھوڑ دیتے ہیں۔ دودھ بھی کیسی عجیب چیز ہے کہ انسان اس سے سینکڑوں طرح کی مصنوعات تیار کر لیتا ہے۔ اور مزے لے لے کر استعمال کرتا ہے۔ ان چوپایوں کا گوشت بھی انسان کی غذا، گوشت بھی جسم کے ہر حصہ کا الگ الگ test لئے ہوئے۔ یہ کیسی اللہ کی قدرت ہے کہ ایک ہی جسم کے الگ الگ حصوں میں الگ الگ لذتیں پیدا کر دی۔ ان جانوروں کے بال اور کھال بھی بیکار نہیں۔ جانوروں کے سینگ اور بڑی ہڈیاں جو کھانے کے قابل نہیں ہوتیں مگر وہ بھی بے کار نہیں۔ سینگ کے ذریعہ پانی کے جہاز میں استعمال ہونے والے پرزے تیار ہوتے ہیں۔ جہاں لکڑی اور لوہا بھی فیل ہو جائے یہ سینگ کے پرزے کار آمد ہوتے ہیں۔ کیسی عجیب شان ہے اللہ کی، کہ ان چوپایوں کے فضلہ کو بھی کار آمد بنا دیا۔ گوبر کی اُپلیاں سکھا کر جلانے کے کام آتی ہیں۔ اگر کوئی کام نہ لیا جائے تو کھیتی کے لئے بہترین کھاد ہے۔ غرض جتنا سوچا جائے اللہ کی عظمت ہی ظاہر ہوتی ہے۔

انسان

اللہ کی بنائی ہوئی مخلوق میں سب سے عظیم شاہکار انسان ہے۔ جسامت میں تو

بہت بڑا نہیں ہے۔ بہت سے جانوروں سے بھی چھوٹا، زمین و آسمان کے مقابلہ میں تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں، مگر اللہ نے اسے عقل کا جوہر عطا فرمایا تو یہ پوری کائنات میں ایسا ممتاز ہے۔ سب نے اس کی افضلیت تسلیم کر لی۔ یہ کائنات کا بادشاہ ہے۔ جس نے سب کو مسخر کر لیا۔ اس میں تحقیق کا وہ مادہ ہے کہ ہر چیز کی باریکیاں تلاش کرتا رہتا ہے اور اپنی محنت صرف کر کے انکشافات کرتا رہتا ہے اور اپنی زندگی کے معیار کو اور اپنے تعیش کے اسباب کو مستقل بڑھاتا جا رہا ہے، اور یہ سب اس اللہ کی عظمت کا بیان ہے جس نے انسان میں ایسی عجیب و غریب قابلیت رکھ دی ہے۔ مکانات پر محنت میں ترقی کرتے کرتے اب یہ یہاں پہنچ گیا کہ دو سو منزلہ عمارت تیار کر لی۔ سواریوں میں ہوائی جہاز اور راکٹ بنا کر خلاء باز بن بیٹھا۔ زمین کے تابع سیارہ چاند پر تو پہنچ ہی گیا لیکن یہاں پہنچ کر مطمئن نہیں ہے۔ نظام شمس کے دوسرے سیاروں پر پہنچنے کے پلان بنا رہا ہے۔ اپنی جگہ پر بیٹھے بیٹھے ہزاروں میل دور بات کر رہا ہے۔ جیسا آمنے سامنے بیٹھے ہوں۔ گھر بیٹھے دور دراز کے نظارے کر رہا ہے۔ خود انسانی جسم کی ایسی باریکی سے اسٹڈی کی کہ اندرونی اعضاء کی بیرونی آزمائشوں کے ذریعہ بیماریوں کا پتہ لگا کر ہر قسم کے امراض کا علاج کر رہا ہے۔ انی جاعل فی الارض خَلِیْفَۃً اپنے عمل سے پوری کائنات کے سامنے ثبوت پیش کر دیا ہے۔

ان ساری ترقیات کے باوجود اللہ نے اپنی عظمت جتانے کے لئے اس کے ساتھ مجبوریاں بھی رکھی ہے۔ چاہے یہ ترقی کرتے کرتے میڈیکل سائنس میں کہیں بھی پہونچ جائے۔ بیمار تو ہونا ہے۔ ترقیات کی جس منزل پر پہنچ جائے موت کے سامنے تو گھٹنے ٹیکنا ہی ہے۔ اپنی جوانی میں جو کرتب چاہے دکھالے بڑھاپا تو آ کر رہے گا۔ اپنی عقل اور ٹیکنالوجی میں ترقی لاکھ کر لے اپنے آپ کو

حوادث اور غموں سے نہیں بچا سکتا اور آخر مجبور ہو کر کائنات کے اس مالک خالق جس کا نام اللہ عظیم ہے، کو ماننا ہی پڑتا ہے۔ اسلام میں اسی ایک اللہ کو اپنا معبود ماننے کی دعوت دی جارہی ہے جس کے قبضہ میں کائنات کا ہر ذرہ ہے۔ وہی ہر چیز کا خالق ہے۔ وہی مالک ہے، اسی کے پاس سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ دنیا کی ہر مخلوق یہی دعوت دے رہی ہے۔ اے انسان مجھے دیکھ اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچان۔ ذیل میں چند اور مخلوقات کا مشاہدہ کیجئے۔

ہوا

ہوا بھی اللہ کی عظمت کی نشانی ہے۔ مقدار کے لحاظ سے اتنی بڑی کہ پورے کرۂ ارض کو چاروں طرف سے کئی میل کی بلندی تک گھیرے ہوئے ہے۔ جو کئی قسم کی گیسوں کا مجموعہ ہے جو تمام جانداروں کی بقا کا ذریعہ ہے۔ تمام اسی ہوا کی آکسیجن کو عمل تنفس کے دوران استعمال کرتے ہیں۔ اللہ نے کیسے عجیب نظام بنائے کہ مسلسل یہ آکسیجن استعمال ہو رہی ہے مگر ختم نہیں ہوتی اس لئے کہ از سر نو بننے کا سلسلہ بھی موجود ہے۔ نباتات کاربن ڈائی آکسائیڈ لیتے ہیں۔ اور آکسیجن چھوڑتے ہیں، اور حیوانات آکسیجن لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ چھوڑتے ہیں، جس سے نظام اعتدال پر رہتا ہے۔ یہ اللہ رب العالمین ہی کا بنایا ہوا نظام ہے۔ اس کے علاوہ ہوا کی طاقت اللہ کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ جب یہ تیز رفتار ہو جاتی ہے تو تمام مخلوق سہم جاتی ہے۔ جب یہ اپنی تیز رفتاری سے چلتی ہے تو نہ بلند عمارتوں کو خاطر میں لاتی ہے نہ درختوں کو۔ انسانوں کو تو تنکوں کی طرح اڑا اڑا کر پھینکتی ہے۔ انسانی ٹیکنالوجی اس کا رخ بدلنے اور اسکی رفتار کو روکنے میں فیل ہے۔ یہی ہوا موسم کی تبدیلی کا بھی ذریعہ ہے۔ یہی ہوا

پیغامات بھی لاتی ہے۔ کہیں بارش ہوتو دوسرے علاقوں میں بھی محسوس ہوجاتا ہے۔ گرمی کے زمانے میں انسان اسی ہوا کو .A.C یا کولر کے ذریعہ مدد کر کے گرمی سے راحت پاتا ہے۔ سردی میں اسی ہوا کو ہیٹر کے ذریعہ گرم کر کے سردی سے اپنا بچاؤ کر لیتا ہے۔ اسکے علاوہ جتنی دور تین چار اور زیادہ پہیوں پر گاڑیاں زمین پر دوڑ رہی ہیں۔ سب میں ہوا بھر کے ہی ان گاڑیوں کو ہوا کی طرح تیز رفتار کر دیا گیا ہے۔ اگر اللہ اس ہوا کو سطح ارض سے غائب کر دے تو تمام حیوانات اور نباتات ڈھیر ہوجائیں، یہ ہوا پکار پکار کر کہہ رہی ہے میرے پیدا کرنے والے کی عظمت کو تسلیم کرو۔

پانی

پانی کتنی معمولی اور سادی سی چیز نظر آتی ہے۔ مگر حیات کے لئے کتنی لازمی چیز ہے۔ اس کے بغیر زندگی کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ **وجعلنا من الماء کل شیئٍ حیٍ**۔ ہم نے ہر چیز کو پانی سے حیات بخشی ہے۔ زمین کا 71 فیصد حصہ پانی ہے تو انسانی جسم کا بھی بڑا حصہ پانی ہی ہے۔ کسی وجہ سے Dehydration ہوجائے تو انسان اپنے آپ کو بے جان محسوس کرنے لگتا ہے۔ تمام نباتات کو غذا پانی ہی کے راستے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور حیوانات بھی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتے۔ عجیب بات ہے کہ پانی دو گیسوں کا مرکب ہے۔ ایک آکسیجن جو جلنے میں مدد دیتے ہیں اور دوسرے ہائیڈروجن جو خود جلتی ہے مگر پانی نہ جلتا ہے نہ جلنے میں مدد دیتا ہے بلکہ جلتی ہوئی چیز کو بجھا دیتا ہے۔ ایک عجیب نظام اللہ کا یہ ہے کہ پانی اپنی تین حالتوں میں پایا جاتا ہے۔ ٹھوس، مائع اور گیس اور تینوں حالتوں میں اسکا استعمال جدا جدا بھی

اور ضروری ہے۔ عام حالت میں تو یہ پانی ہے۔ جب اللہ کو بارش برسا کر زمینوں کو سیراب کرنا ہوتا ہے۔ تو اسے گیس (بھاپ) کی شکل میں بلندیوں پر اٹھا کر بادلوں کی شکل دیتا ہے۔ پھر ان بادلوں کو جہاں چاہتا ہے اپنے مخصوص نظام کے تحت پہنچا تا ہے اور جب چاہتا ہے بارش کی شکل میں برسا دیتا ہے۔ کبھی چاہتا ہے تو بھاپ سے ڈائرکٹ ٹھوس یعنی برف بنا کر برساتا ہے جس کو انسان برف باری کے نام سے جانتا ہے۔ پانی کی ایک عجیب وغریب خاصیت یہ ہے کہ وہ دوسرے تمام عناصر کے معمول کے خلاف رویہ رکھتا ہے جو اللہ کی قدرت اور اسکی عظمت کی نشانیوں میں سے ہے۔ مگر عام لوگ اس سے واقف نہیں ہیں۔ وہ یہ کہ دوسری تمام چیزیں گرم کرنے پر پھیلتی ہیں یعنی ٹھوس سے مائع بنایا جائے تو انکا حجم بڑھتا ہے۔ اس کے برعکس سرد کرنے پر سکڑتی ہیں۔ یعنی ان کا حجم کم ہوتا ہے۔ لیکن پانی کا رویہ مختلف ہے۔ جب پانی کو ٹھنڈا کیا جائے تو یہ بھی سکڑتا ہے مگر 4.C سے نیچے یہ دوبارہ پھیلنے لگتا ہے۔ یعنی اسکی کثافت کم ہوجاتی ہے۔ اور حجم بڑھ جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمیں برف پانی میں تیرتا ہوا نظر آتا ہے۔ اس کا بہت بڑا نفع یہ ہے کہ سرد ممالک میں جب درجہ حرارت صفر سے بھی کم ہوجاتا ہے تو تالاب، دریا، جھیل اور تمام پانی کے ذخائر میں اوپر کا پانی برف بن کر نیچے کے پانی کو برف بننے سے محفوظ رکھتا ہے۔ جسکی وجہ سے تمام آبی جاندار زندہ رہتے ہیں اور آمد ورفت جو پانی کے جہازوں سے ہوتی ہے وہ بھی چلتی رہتی ہے۔ ورنہ برف میں تمام آبی جاندار مرجاتے اور برف پگھلنے پر یہ جانور سڑتے اور ساری فضا کو خراب کردیتے اور زندگی دوبھر ہوجاتی ہے۔ پانی کا یہ رویہ بھی اس علیم وحکیم کی عظمت ظاہر کرتا ہے۔ پانی میں بہت سی اشیاء کو حل کرنے کی جو صفت پائی جاتی ہے وہ بھی اللہ کی عظمت کی دلیل ہیں۔ پانی میں بہت سی چیزوں

کو صاف کرنے کی جو صفت پائی جاتی ہے وہ بھی اللہ کی قدرت کی نشانی ہے۔ یہ پانی اللہ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ جب اپنے بندوں سے ناراض ہوتا ہے تو کبھی پانی کم کر کے اور کبھی زیادہ کر کے عذاب بھی دیتا ہے۔ پانی کو کم کرنا چاہے تو بارش کو روک لے اور زمین کے پانی کو خشک کر دے تو کونسی طاقت ہے جو بارش برسا دے۔ اور کبھی اپنے خزانوں کے منہ کھول دیتا ہے تو اتنا برساتا ہے کہ فصلیں برباد ہو جاتی ہیں۔ ندیوں میں سیلاب آتے ہیں، اور آبادیوں کو بہا کر لے جاتے ہیں۔ بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں۔ نوح علیہ السلام کی قوم کو پانی ہی کا عذاب دیا گیا تھا۔ زمین سے بھی پانی ابل رہا تھا اور آسمان سے بھی برس رہا تھا۔ پہاڑ کی چوٹیاں تک پانی میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ اس زمین کا 71 فیصد حصہ پانی ہے۔ اللہ کے پاس ہر چیز کے لامحدود خزانے ہیں۔ زمین اور آسمان کے درمیان پانی کا ایک دریا ہے جو اتنا بڑا ہے کہ اس میں یہ زمین تنکہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اور وہ مخفی خزانے جن کی ہمیں خبر ہی نہیں اللہ ہی جانتا ہے۔

بارش

بارش بھی پانی ہی کی ایک متحرک شکل ہے۔ سمندروں میں سے پانی بھاپ بن کر اٹھتا ہے، اوپر جا کر بادلوں کی شکل میں جمع ہوتے رہتے ہیں، پھر اللہ کے متعین کردہ نظم کے تحت چلتے ہیں۔ اور جہاں حکم ہوتا ہے برستے ہیں، اور بلا تفریق ہر جگہ برستے ہیں اور جب برستے ہیں تو مردہ زمین میں جان پڑ جاتی ہے۔ بارش کی افادیت ہر جگہ الگ الگ قسم کی ہے۔ یہ اللہ کی قدرت ہے کہ بارش ایک اور نفع مختلف اور بھی کئی اقسام کو احاطہ کئے ہوئے۔ جب یہ زرخیز زمینوں پر برستی ہے تو وہاں غلہ، پھل، ترکاریاں، جانوروں کا چارہ اور کئی اقسام

کے نباتات کے وجود میں آنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔ ایسے نباتات جو غذا بھی ہیں۔ اوران میں دوائیں بھی ہیں۔ جنگلات میں برستی ہے تو کئی قسم کی مفید لکڑیاں والے درخت نشونما پاتے ہیں۔ ایسی زمینوں کو یہ بارش سرسبز وشاداب بنادیتی ہے۔ دوسری قسم زمین کی وہ ہے جہاں سنگ لاخ پہاڑی سلسلے ہی، چٹانیں یا پتھر ہیں۔ ایک دانہ بھی نہیں اگا سکتے۔ مگر بارش وہاں گرتی ہے اور پانی یہاں سے بہا کر اللہ تعالیٰ ندیوں، جھیلوں، تالابوں میں پہنچاتا ہے جو سال بھر پانی کی ضرورت پوری کرتے ہیں۔ یہی پانی زمین میں جذب ہوکر زمین کے اندر ذخیرہ بنتا ہے اورکنوؤں اور ٹیوب ویل کی شکل میں سال بھر پانی مہیا ہوتا ہے۔ یہ بارش سمندروں پر بھی ہوتی ہے۔ بظاہر کوئی ضرورت نظر نہیں آتی مگر اللہ کا نظام ہے کہ یہاں بارش کے قطروں کے ذریعہ موتی وجود میں آتے ہیں۔ بارشوں کا ایک عالمگیر نفع یہ کہ گرمی کی تمازت اعتدال پر آتی ہے۔ گردوغبار صاف ہوجاتا ہے۔ زمین گویا غسل کرلیتی ہے اور ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوجاتی ہے۔ مذکورہ بالا منافع کے علاوہ کتنے انسانوں کے لئے یہ بارش روزی کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ لوگ اپنی چھتوں کودرست کرتے ہیں جس سے مزدوروں کومزدوری ملتی ہے۔ کتنے لوگ چھتریاں بیچ کر اور چھتریوں کی مرمت کرکے اپنا پیٹ بھرنے کا انتظام کرتے ہیں۔ کتنے لوگ رین کوٹ بنانے اور کتنے ہی لوگ رین کوٹ بیچنے کے سیزن کا لطف اٹھاتے ہیں۔ یہ ہے اللہ جو ہر چیز پر قادر ہے۔

وہ مخلوق جو دکھائی نہیں دیتی

اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق ایسی بھی بنائی ہے جو نظر بھی نہیں آتی ۔ بڑی مشکل

سے خورد بین کے ذریعہ اسکو دیکھنا ممکن ہوا ہے۔ مگر اللہ کی شان کہ انسان اسکے مقابلہ سے عاجز ہے۔ اللہ نے اپنی چھوٹی سی مخلوق کے ذریعہ اپنی قدرت دکھائی۔ وہ مخلوق وائرس اور بیکٹیریا ہیں۔ بیکٹیریا مفید بھی ہوتے ہیں اور اتنے ضروری کہ ان کے بغیر کام ہی نہ چل سکے۔ جیسے دودھ کو دہی میں بدلنے والے بیکٹیریا ہی ہوتے ہیں۔ جو ایک قطرہ دہی میں ہزاروں کی تعداد میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ اگر ایک لیٹر دودھ میں ایک قطرہ دہی کا پڑ جائے تو یہ بیکٹیریا پورے دودھ کو دہی میں بدل دیتے ہیں اور اب دودھ کی تاثیر ہی بدل جاتی ہے۔ اسی طرح وائرس ہیں۔ یہ پہلوانوں کو بھی لاغر اور کمزور بنا دینے والی فوج ہے۔ باریک اتنے ہوتے ہیں کہ مچھر جب خون پینے کے لئے انسان کے جسم پر بیٹھتا ہے تو اسکی سونڈ سے ہزاروں وائرس انسانی جسم میں داخل ہوجاتے ہیں جو اوپر تو صرف کھجلی کے طور پر ظاہر ہوتے ہیں، اور اندر جا کر خون میں شامل ہوکر آدمی کو مریض بنا دیتے ہیں۔ ایسے ہی مختلف اقسام کے وائرس ہوتے ہیں جو جسم میں جا کر مختلف قسم کے امراض کا سبب بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر اور غیر مرئی مخلوق کے ذریعہ انسان کی بے بسی اور اپنی قوت کا اظہار کرتا ہے۔ جتنی قسمیں وائرس کی آج تک معلوم ہوسکی ہیں ان میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ اور ان کو قابو میں لانے کی نئی نئی تدبیریں کی جارہی ہیں۔

موسم

اللہ کی عظمت اور اسکی معرفت کی ایک نشانی مواسم ہیں۔ انسان تغیر پسند مخلوق ہے، یکسانیت سے اکتا جاتا ہے۔ اسلئے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے حالات کو بدلتا رہتا ہے۔ کسی جگہ 24 گھنٹے بھی یکساں نہیں رہتے۔ یہ 24 گھنٹے دن اور رات

میں تقسیم ہیں۔ اور دن بھی پورا یکساں نہیں ہوتا۔ اس میں صبح کا منظر الگ ہے۔ دوپہر، سہ پہر الگ الگ کیفیات لئے ہوتے ہیں۔ اور شام ایک الگ لطف لے کر آتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ رات یا دن کو منتقل کر دے، رات کے بعد دن نہ آئے یا دن کے بعد رات نہ آئے تو اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے وہ کون معبود ہے اللہ کے علاوہ جو تمہارے دن لے آئے۔ یا اگر وہ دن ہی رہنے دے تو وہ کون معبود ہے اللہ کے علاوہ جو تمہارے لئے رات لے آئے جس میں تم سکون پاتے ہیں۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

یہ دن رات کے تغیر کے علاوہ ساری دنیا میں موسم بدلتا رہتا ہے۔ ایک ہی وقت میں کہیں سردی ہے تو کہیں گرمی ہے۔ کہیں بارش ہو رہی ہے کہیں بہار ہے۔ تو کہیں خزاں ہے۔ یہ سب اللہ کی عظمت کی نشانی ہے کہ ایک ہی زمین کے مختلف خطوں پر مختلف موسم ہیں۔ ہر موسم کے ہر جگہ الگ الگ قسم کے نفع ہیں۔ ہر موسم کی نباتاتی پیداوار الگ الگ جن کے استعمالات بھی الگ الگ، ہر موسم اپنے پیدا کرنے والے کا تعارف کرا رہا ہے۔

ایک پائلٹ صاحب نے یہ مضمون دیا ہے جو ناظرین کی خدمت میں پیش کیا جارہا ہے

اللہ نے بہت بڑی کائنات بنائی ہے۔ اس میں سے ایک ہماری دنیا بھی ہے۔ جسے سائنس کی زبان میں زمین کہتے ہیں۔ اللہ نے زمین پر انسان کو بسایا

اور جو جو چیزیں انسان کے لئے ضروری تھی وہ چیزیں زمین پر رکھی۔ دوسرے سیاروں یا ستاروں کے مقابلہ ہماری دنیا بہت الگ ہیں۔ دنیا ہی ایسی جگہ ہے جہاں موسم کا بدلنا، ہواؤں کا چلنا، بارش کا نظام، سردی گرمی کا نظام، پیڑ پودوں کا نظام، سمندروں کا نظام، پہاڑوں کا نظام اور ساری وہ چیزیں جو انسان کے زندہ رہنے کے لئے چاہئے تھی۔ وہ سب رکھی ہیں۔ دوسرے ستاروں یا سیاروں میں یہ بات نہیں ہیں۔

دنیا (Earth)

اللہ نے دنیا کو مکمل گول نہیں بنایا۔ بلکہ اسے نارنجی کی طرح اوپر سے اور نیچے سے تھوڑا چپٹا کیا ہوا ہے۔ زمین کی گولائی اگر اوپر سے نیچے کی طرف (شمال سے جنوب اور جنوب سے شمال) ناپی جائے تو پچاس ہزار آٹھ سو بائیس (50,822) کلو میٹر ہوتی ہیں اور دائیں سے بائیں (مشرق سے مغرب اور مغرب سے مشرق) ناپے تو (50,993 KM) کلو میٹر ہیں۔ زمین دو طرح کی گردش میں ہیں۔ ایک گردش خود اس کی محور پر اور ایک گردش سورج کے گرد۔ محوری گردش کی وجہ سے دن اور رات کا نظام اللہ نے بنایا۔ اس گردش کو زمین 23 گھنٹے اور 56 منٹ ((23:56 میں پوری کرتی ہے۔ اور اس طرح سورج کے گرد گردش 365 دن 6 گھنٹے اور 9 منٹ (365:06:09:00) میں پوری کرتی ہے۔ اس لئے اگر ایک سال 365 دن کا پکڑتے ہیں تو ہر چوتھے سال فروری میں ایک دن بڑھانا پڑتا ہے (28 کے بجائے 29) کا مہینہ ہوتا ہے۔ زمین اپنے محور پر 66/1/2 جھکی ہوئی چل رہی ہے۔ اور اس جھکاؤ میں اللہ کی بہت سی قدرت پوشیدہ ہیں۔ اسی وجہ سے 6 مہینے زمین کا جنوبی سرا سورج کے

سامنے ہوتا ہیں۔ اور 6 مہینے شمالی سرا سورج کے سامنے ہوتا ہے۔ جو سرا سامنے ہوتا ہے۔ اس کے قطب پر 6 مہینے کا دن ہوتا ہے۔ اور اس وقت دوسرے قطب پر 6 مہینے رات ہوتی ہیں۔ اگر اللہ نے یہ 66.1/2 کا جھکاؤ نہیں رکھا ہوتا تو دونوں قطب پر ہر وقت ایک جیسا اندھیرا ہوتا۔ اور نہ ہی موسم کا تغیر ہوتا۔ گردش کے دوران، سورج سے اس کا فاصلہ پورے سال بدلتا رہتا ہے۔ 3 جنوری کو زمین سورج کے سب سے زیادہ قریب ہوتی ہے اسے Perihelion کہتے ہیں۔ اور 3 جولائی کو زمین سورج سے سب سے زیادہ دور ہوتی ہے۔ اسے Aphelion کہتے ہیں۔ (Ia)

دنیا کا تقریباً پونہ (3/4) حصہ پانی ہے اور باقی حصہ زمین۔ اگر دنیا کو بیچ سے خطِ استواء سے دو ٹکڑے کئے جائے اور شمال، جنوب دو حصے کاٹے جائے تو زمین کا زیادہ حصہ شمال میں چلا جائے گا۔ صرف آسٹریلیا، نیوزلینڈ، افریقہ کا کچھ حصہ اور جنوبی امریکہ کا کچھ حصہ ہی جنوبی حصے میں آئیں گے۔ اس لئے گرمی کے دنوں میں ہمیں وہ گرمی نہیں ہوتی جو افریقہ والوں کو ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت زمین سورج سے دور ہوتی ہے۔ جب افریقہ کا گرمی کا موسم ہوتا ہے۔ اس وقت زمین سورج کے قریب ہوتی ہیں۔

دنیا میں جو بڑے بڑے سمندر ہیں ان کا بھی بہت سا حصہ قطبین پر برف کی شکل میں اللہ نے جمایا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ گرین لینڈ، نورتھ کینڈا، الاسکا، نورتھ روس میں بھی بڑے بڑے برف کے پہاڑ ہیں۔ اسی طرح یورپ میں بھی کافی برف ہیں۔ اور سب سے بڑا برف کا پہاڑی سلسلہ جسے ہم ہمالیہ کہتے ہیں۔ جس کی ایک چوٹی کی اونچائی تقریباً سطح سمندر سے ستائیس ہزار (27,000) فٹ ہیں۔ جو دنیا میں سب سے بلند ہیں۔ اس ہمالیہ کا سلسلہ اتنا بڑا ہیکہ اس

کا کچھ حصہ چائنا میں، کچھ انڈیا میں، کچھ پاکستان میں، افغانستان، تاجکستان تک پھیلا ہوا ہے۔ بلکہ نیپال اور بھوٹان جیسا پورا ملک ہی اس پہاڑ پر ہیں۔ برف کے بڑے بڑے پہاڑ ہیں۔

اگر اللہ اس بڑے بڑے پہاڑوں (ماؤنٹین) کو پگھلا دے تو سمندر کے پانی کی مقدار مل کر بہت بڑھ جائے گی۔ اور سطح سمندر کی میٹر تک اونچا ہو جاے گی۔ اور اگر ایسا ہوا تو کئی ملک جو آج پانی کے صرف 2 یا 3 میٹر اونچائی پر بسے ہوئے ہیں۔ سارے کے سارے ملک پانی میں غرق ہو جائیں گے۔ ایک نقصان، دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ برف کا میٹھا پانی سمندر کے کھارے پانی میں ملنے کی وجہ سے سمندر کی بحری رو اپنا راستہ بدل دیں گی۔ اور اس وجہ سے دنیا کے موسم میں زبردست تبدیلی ہوں گی اور کیا کیا نقصان ہوگا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

زمین میں اللہ نے ایک مقناطیسی کشش رکھی ہے۔ جس کو استعمال کر کے انسان سمتوں کا اندازہ ٹھیک لگا پاتا ہے۔ ہمارے مقناطیس کا شمالی سرا زمین کا جنوبی سرا ہے اور ہمارے مقناطیس کا جنوبی سرا، زمین کا شمالی سرا ہے۔ اسی لئے جب ہم مقناطیس کو فری رکھتے ہیں تو مقناطیس کا شمالی سرا جنوب کی طرف بتا رہا ہوتا ہے۔ کیونکہ زمین کا وہ سرا اسے کھینچ رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف کا حال ہے۔ (lb)

ہماری زندگی میں موسم کا بہت اثر ہے۔ اللہ نے ہماری زمین پر ہوا کا غلاف چڑھایا ہوا ہے۔ اور اس ہوا میں کئی قسم کی گیس ہے۔ نائیڈروجن =78% آکسیجن 21% اور آرگون، کاربن ڈائی آکسائیڈ، نیون، ہلیم وغیرہ سب ملا کر =1%۔ ہوا کبھی بھی سوکھی نہیں ہوتی۔ کچھ نہ کچھ مقدار میں آبی بخارات ہمیشہ اس میں رہتے ہیں۔ (2)

دنیا پر آب و ہوا کی کئی لہر ہیں۔ جن کے نام لڑوپسفیر، اسٹارٹوسفیر میسیفر اور تھیر مسیفر ہیں۔ آیئے ہم بات کرتے ہیں۔ صرف ٹروپسیفر کی۔ سارے موسم کا بننا بگڑنا اس ایک ہی تہہ میں ہوتا ہے۔ ٹروپسیفر کی اونچائی سطح سمندر سے لے کر خطِ استوا پر 60,000 فٹ اور قطبین پر 30,000 فٹ ہوتی ہیں۔ اللہ نے زمین پر ایک مناسب اور صحیح اندازے کے مطابق حرارت، دباؤ اور ہوا کا نظام رکھا ہے۔ ہم جیسے جیسے سطح سمندر سے اوپر جاتے ہیں، حرارت بھی کم ہوتی جاتی ہے۔ دباؤ بھی کم ہوتا جاتا ہے۔ اور ہوا بھی پتلی ہوتی جاتی ہے۔ سورج سے جتنی حرارت زمین پر آتی ہے۔ اس کا 45% حصہ زمین اپنے میں جذب کرتی ہے۔ باقی 55% حصہ فضا میں واپس ہوجاتا ہے۔ اور اسی 45% حرارت سے اللہ سارے دنیا کا کام چلاتے ہیں۔ بادلوں کا بنانا، کھیتوں کا اگانا وغیرہ وغیرہ۔

اگر اللہ اس حرارت کو تھوڑا بھی کم کردے تو دنیا ٹھنڈ سے جم جائے۔ اور اگر تھوڑا بھی زیادہ کردے تو دنیا گرمی سے پگھل جائے۔ جیسے جیسے ہم سمندر سے اوپر جاتے ہیں۔ حرارت (ٹیمپریچر) کم ہوتا جاتا ہے۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق حرارت 1000 فٹ کی بلندی پر 2 ڈگری ٹیمپریچر کم ہوتا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر بومبے میں سطح سمندر پر 30 ڈگری ٹیمپریچر ہو تو اس وقت ممبئی سے 10,000 فٹ کی بلندی پر حرارت صرف 10 ڈگری ہوگی اور 20,000 فٹ کی بلندی پر نفی 10(10) ڈگری ہوگی۔ (اس حرارت میں انسان بغیر کسی مناسب لباس کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ (3)

اس طرح جتنی بلندی پر جائیں گے اتنا ہی آکسیجن کی مقدار کم ہوتی جاتی ہے۔ اور 20,000 سے 30,000 فٹ کی بلندی پر آکسیجن اتنی کم ہوجاتی

ہے۔ کہ کوئی انسان زندہ نہیں رہ سکتا۔ (4)

اسی طرح سمندر پر ہوا کا دباؤ 29.92 انچ تسلیم کیا گیا ہے۔ ہر 1000 (ہزار) فٹ کی بلندی پر ایک انچ دباؤ کم ہوجاتا ہے۔ اگر ہم زیادہ بلندی پر یا سمندر کی زیادہ تہہ میں جائے تو یہ دباؤ بہت کم یا بہت زیادہ ہوگا اور زندگی ممکن نہیں ہے۔ (5)

اللہ نے انسان کے جسم میں بھی ایک نظام بنایا ہے۔ انسان کے اپنے جسم کی ایک حرارت ہے جو دنیا کی حرارت سے مقابلہ کرسکتی ہے اور دنیا کی ٹھنڈ سے بھی مقابلہ کرسکتی ہے۔ انسان میں سانس لینے کا ایک نظام ہے۔ جو ساری گیس میں سے آکسیجن کو چھانٹ کر اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ انسان میں ایک خاص قسم کا دباؤ ہوتا ہے جو دنیا کے دباؤ کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ اگر انسان بہت زیادہ بلندی پر جائے تو وہاں دباؤ کم ہونے کی وجہ سے انسان کے اندر کا دباؤ باہر آئے گا اور اس کے جسم کی چیزیں باہر آجائیں گی اور جسم پھٹ جائے گا۔

اللہ نے زمین پر ایک کشش رکھی ہے۔ جس سے ساری چیزیں زمین سے جوڑی ہوئی ہے۔ ہم بھی زمین پر آسانی سے چل سکتے ہیں۔ اگر یہ کشش اللہ بڑھادے تو زمین پر سے ایک ایک قدم اٹھانا مشکل ہوجائے۔ اگر اللہ اس کشش کو کم کردے تو زمین پر ایک ایک قدم رکھنا دشوار ہوجائے۔ اسی لئے چاند پر لوگ چل نہیں سکتے بلکہ پھدکتے ہیں۔ کیونکہ چاند پر یہ کشش اللہ نے نہیں رکھی ہے۔ (6)

ہوا۔ ایئر (Air)

دنیا میں سورج ہر جگہ الگ الگ زاویہ سے اپنی شعاع ڈالتا ہے۔ جس کی وجہ

سے ہر جگہ الگ الگ حرارت ہوتی ہے۔ جو ہوا گرم ہوتی ہے۔ وہ پھیلتی ہے، اور وہاں کا دباؤ کم ہوجاتا ہے۔ جہاں ہوا سرد ہوتی ہے وہاں ہوا سکڑتی ہے اور دباؤ زیادہ ہوجاتا ہے۔ ہوا ہمیشہ زیادہ دباؤ والے علاقے سے کم دباؤ والے علاقے کی طرف چلتی ہے، تاکہ ایک جیسا دباؤ ہوجائے۔ ساری دنیا میں ہواؤں کا چلنا اسی دباؤ کے ہیر پھیر کا نتیجہ ہے۔ ہوا کی بہت سی قسمیں ہیں۔(۱) جو ہوا ریگستان یا گرم علاقے سے آتی ہے۔ وہ گرم اور خشک (گرم اور سوکھی) ہوتی ہے۔(۲) جو ہوا گرم علاقے والے سمندر سے آتی ہیں ۔ وہ گرم اور مرطوب ہوتی ہے۔ (۳) جو ہوا سمندر اور ٹھنڈے علاقوں سے آتی ہے۔ وہ ٹھنڈی اور مرطوب ہوتی ہے۔(۴) جو ہوا ٹھنڈے اور خشک علاقوں سے آتی ہے۔ وہ ٹھنڈی اور خشک ہوتی ہے۔ ہر ایک کی اپنی اپنی الگ الگ خصوصیت ہے۔ الگ الگ ہواؤں میں اللہ نے الگ الگ نفع اور نقصان رکھا ہے۔(7)

جو علاقے سمندر سے قریب ہوتے ہیں وہاں دن کے وقت ہوا سمندر سے خشکی کی طرف چلتی ہے۔ اسے ''سی بریز'' کہتے ہیں۔ جو ہوا رات کے وقت خشکی سے سمندر کی طرف چلتی ہے، اسے ''لینڈ بریز'' کہتے ہیں۔(8a)

ایک ہی قسم کی خصوصیت والی ہوا جب دوسری قسم کی خصوصیت والی ہوا سے ملتی ہے تو اسے انگلش میں فرنٹس کہتے ہیں۔ الگ قسم کی فرنٹس میں الگ قسم کے بادل الگ قسم کی حرارت اور الگ قسم کا دباؤ وغیرہ ہوتا ہے۔ کولڈ فرنٹس بالکل الگ ہوتی ہے وارم فرنٹس بالکل الگ۔ اور ان دونوں کے ملنے سے جو فرنٹس بنتی ہے اس کی خصوصیت ان دونوں سے بھی الگ ہوتی ہے اسے Occluded کہتے ہیں۔

(Fo fornts)

جب دو قسم کے فرنٹس آپس میں ایک دوسرے سے مخالف سمت سے آ کر ملتے ہیں۔تو یہ گھوم (رول) ہو جاتے ہیں۔اور زیادہ رول ہونے کی وجہ سے طوفان بنتے ہیں۔ اس کی کئی قسم ہیں۔ ٹروپیئکل سائیکلون اور اکسٹر الٹروپییکل سائیکلون وغیرہ۔(8b)

جن علاقوں میں پہاڑ ہوتے ہیں۔ وہاں دن کے وقت ہوا وادی سے پہاڑ کی اونچائی کی طرف چلتی ہے اسے (ویلی ونڈ) کہتے ہیں۔ اور جو ہوارات کے وقت پہاڑوں کی اونچائی سے نیچے وادی کی طرف چلتی ہے۔اسے (ماؤنٹن ونڈ) کہتے ہیں۔

ایک ہوا ہے جسے جیٹ اسٹریم کہتے ہیں۔ یہ ہوا سطح سمندر سے 40 سے 60ہزار(60000 سے 40000)فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے یہ ایک طرح کی گولائی (رول) میں چلتی ہے جیسے ٹرین چلتی ہے اس کی رفتار 100 سے 300 کلومیٹر ہوتی ہے اگر کوئی ایئر پلین اس ہوا کی زد میں آ جائے تو اس کی رفتار پر بہت اثر ہوتا ہے اور جھٹکے بھی بہت محسوس ہوتے ہیں۔اللہ نے اسی جیٹ اسٹریم میں کہیں کہیں ہوا کا بڑا سا خلاء رکھا ہے اگر ایئر پلین اس خلاء میں چلا جائے تو ایک سیکنڈ میں کئی کئی سو(100) فٹ جھٹکے سے نیچے آ جاتا ہے۔ اسے کٹ (کلیئر ایئر ٹربیلنس (کہتے ہیں۔اور یہ نظر نہیں آتا۔(10)

اور بھی بہت سی ہوائیں اللہ نے بنائی ہے اگر سب کو یہاں تفصیل سے لکھا جائے تو مضمون بڑا ہو جائے گا۔

(کہرہ۔فوگ)(Fog)

آبی بخارات (موئسچر) کے ٹھنڈا ہونے کی وجہ سے وہ بہت ہی باریک باریک

پانی کے قطروں میں تبدیل ہو کر دھواں جیسا بن جاتا ہے۔ کبھی یہ ہلکا ہوتا ہے، کبھی یہ گہرا ہوتا ہے، اور کبھی یہ اتنا گہرا ہوتا ہے کہ قریب کی چیز بھی نظر نہیں آتی۔ اسے Radiation fog, Advection fog, Upslope fog, precipitation fog, steam fog, Aur, Ice fog, وغیرہ۔(11a)

(بادل۔ کلاوڈس)(Clouds)

اللہ کے حکم سے جب سورج (سن) پانی پر پڑتا ہے تو اسے گرم کرتا ہے۔ اور وہ پانی آبی بخارات (موئسچر) میں تبدیل ہو کر گیس کی شکل میں اوپر اٹھتا ہے۔ جو نظر نہیں آتا جس طرح آکسیجن وغیرہ نظر نہیں آتے۔ جب یہ آبی بخارات اوپر جاتے ہیں تو حرارت کم ہونے کی وجہ سے پھر سے پانی کے قطروں میں تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ قطرے بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں جو آنکھ سے نظر نہیں آتے۔ پھر دھوے کی طرح دکھتے ہیں۔ جسے ہم بادل کہتے ہیں۔ جب یہ ہی بادل اور بلندی پر جاتے ہیں تو حرارت اور کم ہوتی ہے۔ اور یہ ہی چھوٹے چھوٹے پانی کے قطرے آپس میں مل کر بڑے ہو جاتے ہیں اور جب یہ اتنے بھاری ہو جاتے ہیں کہ ہوا میں اس کو اٹھانے کی طاقت نہیں ہوتی تو یہ پھر نیچے کی طرف گرتے ہیں اور ہم اسے بارش (رین) کہتے ہیں۔)

جتنی الگ الگ قسم کی ہوا ہوتی ہے۔ اتنے ہی الگ الگ قسم کے بادل بنتے ہیں۔ تقریباً بارہ (12) الگ الگ قسم کے بادل ہے۔(11b)

سطح سمندر سے لے کر 6500 فٹ تک جو بادل بنتے ہیں۔ اسے نچلے بادل (لوکلاؤڈس) کہتے ہیں۔ اس میں tratus, Nimbo-stratus, Aur strato- Cumulus,(low clouds) نامی بادل بنتے ہیں۔ (12)

6500 فٹ کی بلندی سے لے کر (20,000) فٹ کی بلندی تک جو بادل بنتے ہیں۔ اسے درمیانی بادل (میڈل کلاؤڈس) کہتے ہیں۔ اس میں Alto-stratus , Aur alto بنتے ہیں۔

20,000 فٹ کی بلندی سے لے کر تقریباً 60,000 فٹ کی بلندی پر جو بادل بنتے ہیں اسے اونچے بادل (ہائی کلاؤ ڈس) کہتے ہیں۔ کبھی کبھی یہ 60,000 فٹ سے بھی زیادہ بلندی پر چلے جاتے ہیں۔ اس میں Cirrus, cirro- stratus Aur cirro cumules......

یہ تینوں قسم کے بادل تہہ در تہہ (لیئرس) کی شکل میں بنتے ہیں۔ اس کے علاوہ ایک بادل کی قسم ہیں۔ جو پہاڑوں (ماؤنٹن کی طرح اونچے اونچے بنتے ہیں۔ جس کی نچلی سطح زمین سے 1000 فٹ کی بلندی پر ہوتی ہے۔ اور اوپر کا آخری سرا 40000 فٹ تک ہوتا ہے۔ کبھی کبھی اس کا اوپری سرا ساٹھ ہزار (60000) فٹ سے بھی زیادہ اونچا چلا جاتا ہے۔ اس میں Cumulus, Towering cumulus اور سب سے اہم Cumulonimbus بنتے ہیں۔ (15a)

اور بھی کئی قسم کے بادل ہیں جن میں سے کچھ تو صرف قطبین پر ہی بنتے ہیں۔ پورل کلاؤڈس وغیرہ۔ جہاز کو چلانے والے پائلٹ (کیپٹن) ان بادلوں کو دور سے ہی دیکھ کر اندازہ لگا لیتا ہے کہ آگے موسم کیسا ہے یا یہ کہ اسے ان بادلوں سے گزرنا ہے یا ان سے بچنا چاہیئے۔ ہر بادل کا رنگ الگ ، ساخت الگ ، اور

خصوصیت الگ الگ ہے۔ کچھ میں پانی ہوتا ہے۔ کچھ میں نہیں ہوتا۔ کچھ میں برف ہوتا ہے۔ کچھ سے بارش ہوتی ہے۔ کچھ سے نہیں ہوتی۔ اور کچھ سے بارش ہوتی تو ہے۔ پر زمین پر آنے سے پہلے پہلے وہ پانی پھر سے آبی بخارات میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اسے Virga کہتے ہیں۔ (15b)

ہم آیئے بات کرتے ہیں۔ صرف Cumulonimbus کی، (3) تین باتوں کے مجموعہ کی وجہ سے چھوٹے چھوٹے culumus بادل بنتے ہیں۔ پھر یہ آہستہ آہستہ بڑے ہوتے ہیں۔ اور آپس میں قریب آکر ایک ساتھ ملتے جاتے ہیں۔ اور پھر یہ اتنے بڑے ہوجاتے ہیں جیسا بڑا پہاڑ ہو۔ کبھی کبھی یہ ساٹھ ہزار (60,000) فٹ جتنے بھی بڑے ہوجاتے ہیں۔ اس بادل کا گھیراؤ پانچ سے بارہ کلومیٹر جتنا بڑا ہوتا ہے۔ اس میں ہوا تیزی سے گردش کرتی ہے۔ ہوا کی رفتار (اسپیڈ) نیچے سے اوپر جانے کی تین ہزار (3,000) فٹ پَر منٹ تک ہوتی ہے۔ اور اوپر سے نیچے آنے کی رفتار (اسپیڈ) 2,500 (فٹ پَر منٹ) ہوتی ہے۔ بادل کے اوپری سرے پر حرارت (ٹمپریچر) نفی چالس (40) ڈگری تک چلا جاتا ہے۔ اس میں بجلی (الکٹریکل چارج) ہوتا ہے۔ نچلے سرے میں نفی (-) اور اوپری سرے میں مثبت (+) چارج ہوتا ہے۔ کبھی کبھی یہ چارج ایک دوسرے سے ٹکرا جاتے ہیں۔ اور ہمیں زوردار بجلی کی کڑک سنائی دیتی ہے۔ اور آسمان پر بجلی نظر آتی ہے۔ اللہ نے اس میں اتنی طاقت رکھی ہے کہ چھوٹی سی چھوٹی بجلی میں اتنا کرنٹ ہوتا ہے کہ ایک بڑے شہر (سیٹی) کو بجلی (لائٹ) فراہم کرسکتا ہے۔ جب بجلی وجود میں آتی ہے تو اس وقت بجلی کے آس پاس خلاء اتنا گرم ہوتا ہے۔ جتنا سورج کی سطح ہوتی ہے۔ اس بادل میں زبردست پانی کی مقدار ہوتی ہے۔ پانی بادل میں اوپر جانے کے بعد برف میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اور پھر اس بادل سے

برف کے بڑے بڑے گولے گرتے ہیں۔ پھر زمین پر آتے آتے وہ چھوٹے ہوجاتے ہیں۔ ایئر کرافٹ (ایئر وپلین) اس بادل سے کم سے کم 30 کلومیٹر کی دوری سے اڑتا ہے۔ اگر غلطی سے کوئی ایئر پلین اس بادل میں چلا جائے تو اسکے بچنے کی امید بہت ہی کم ہے۔

بھنور (Tornadoes)

اس بادل میں کبھی کبھی طوفان بھی بنتے ہیں۔ جو اتنے تیز ہوتے ہیں کہ کئی کئی گاؤں اور شہر اسکی زد میں آ کر تباہ و برباد ہوجاتے ہیں۔ ان بادلوں میں ہوا کی چال گول گول ہوتی ہے۔ اور اس سے بھنور بنتے ہیں۔ جسے ہم Tornadoes کہتے ہیں۔ اس کی گولائی 300 سے 2000 فٹ تک ہوتی ہے۔ اس میں اللہ نے اتنی طاقت رکھی ہے کہ یہ بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ دیتے ہیں۔ اس کی زد میں آئی ہوئی چھوٹی چھوٹی کار یا بڑی بڑی ٹرک بھی ہوا میں اڑنے لگتی ہیں۔ شہر کے شہر برباد ہوجاتے ہیں۔ اس میں ہوا کی رفتار 400 کلومیٹر سے بھی تیز ہوتی ہے۔ اگر یہ بھنور سمندر میں بنتا ہے۔ تو پانی میں بھنور پیدا کرتا ہے۔ اور بڑے بڑے جہاز بھی اس میں پھنس کر پانی میں ڈوب جاتے ہیں۔ اسے ''واٹر اسپاؤٹ'' کہتے ہیں۔ کبھی کبھی اللہ کی قدرت سے یہ بھنور بادلوں میں بنتا تو ہے پر زمین پر آنے سے پہلے ہی اللہ اس کی طاقت کو ختم کر دیتے ہیں۔ اور اس سے کچھ نقصان نہیں ہوتا۔ اسے Funnal کلاؤڈس کہتے ہیں۔ اور بھی بہت سی اللہ کی قدرت ہیں۔ بادلوں کے بارے میں، صرف کچھ کو بتایا گیا ہے۔ (16)

ہندوستان میں بارش کے موسم کو چھوڑ کر اکثر اوپری طرف پنجاب، دہلی، یوپی وغیرہ میں بہت کہرہ (فوگ) ہوتا ہے۔ اکثر بے موسم برسات ہوتی ہے۔ اور

ٹھنڈی میں ٹھنڈ زیادہ ہوتی ہے۔ یہ سب ایک ہوا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ جو مغرب (ویسٹ) کی طرف سے چلتی ہے جسے ہم (ویسٹرن ڈسٹربنس) کہتے ہیں۔ یہ بھی اللہ کی ایک قدرت ہے بومبے یا ان اطراف میں کبھی بھی برف باری (snow fall) نہیں ہوتا۔

لائٹ Light and electro megnatic wave (EMW)

اللہ نے روشنی (لائٹ) بنائی۔ اس کی رفتار اتنی تیز ہے کہ یہ تین لاکھ کلومیٹر ایک سیکنڈ میں سفر کرسکتی ہیں۔ (3,00,000km/scc) مطلب ایک سیکنڈ میں دنیا کا چھ (6) چکر لگا سکتی ہے۔ مطلب اس کی رفتار گھنٹے کے حساب سے ایک سو آٹھ کروڑ KM ایک گھنٹے میں (108,00,00,00 km/hr) ہوتی ہے۔ یہی رفتار (EMW) کی بھی ہوتی ہے۔ ہے کوئی جو میرے اللہ جتنی تیزی والی سواری بنالے؟ اسی (EMW) کا استعمال ہم موبائیل وغیرہ میں کرتے ہیں کہ ہم نے ابھی امریکہ فون کیا اور اسی سیکنڈ میں ہم نے اپنے بھائی سے بات کی جیسے وہ ہمارے سامنے بیٹھا ہے۔ (ایک سیکنڈ کی بھی دیری نہیں ہوتی) یا زمین سے بات کی اس سے جو چاند پر ابھی اترا ہے۔ (17)

لائٹ جتنا فاصلہ ایک گھنٹے میں کرتی ہے۔ اسے 24 سے ضرب دیجئے پھر 365 سے ضرب دیجئے (108,00,00,00km x 24 x 265) جو حاصل ضرب آئے گا۔ یہ وہ فاصلہ ہیں۔ جو روشنی ایک سال (1 ایئر) میں سفر کرتی ہے۔ جسے ہم اردو میں ایک نوری سال (x1) (1 لائٹ ایئر) کہتے ہیں۔ اللہ کی کائنات اتنی بڑی ہیں کہ اس میں لاکھوں کہکشائیں ہیں۔ کڑوروں ستارے ہیں۔ کئی کہکشاؤں کا پھیلاؤ کئی کئی سو نوری سال کے فاصلے میں پھیلا ہوا

ہے۔کئی ستارے ایسے ہیں۔ جو دنیا سے کئی نوری سال کے فاصلے پر ہیں۔کئی ستاروں کا تو پتہ ہی نہیں چلا کہ کتنے فاصلے پر ہیں ۔کئی ستارے تو آج بھی دریافت ہوتے رہتے ہیں۔جب ستارے اتنے دور کہکشاں اتنی دور وہ بھی ایک نہیں ہزاروں اور کھربوں اوران گنت۔ جب یہ سارے اتنے دور ہیں۔تو میرے اللہ کا بنایا ہوا آسمان کتنا دور ہوا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔''جو شخص 100 مرتبہ لا الہ الا اللہ پڑھتا ہے زمین سے آسمان تک کی درمیانی جگہ نیکیوں سے بھر دی جاتی ہے۔'' اندازہ لگائیے۔کتنی نیکی ہوگی زمین سے آسمان تک۔

زمین سے سورج کئی گنا بڑا ہے۔کئی ستارے سورج سے سو گنا سے بھی زیادہ بڑے ہیں۔ اور ستارے بھی آسمان پر کئی ایک نہیں بلکہ کروڑوں ہیں۔ جدا جدا ہیں۔ایک دوسرے سے بہت فاصلے پر ہیں۔تو اس آسمان نے ان سب کو اپنے اندر اپنے احاطے میں لیا ہوا۔ وہ آسمان اللہ نے کتنا بڑا بنایا ہوا ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھو اور بڑھو ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑائی آسمان و زمین سے کہیں زیادہ ہے۔اندازہ لگائیے۔جب آسمان اتنا بڑا تو جنت کتنی بڑی ہوں گی۔ جب کہ اس کی صرف چوڑائی کا ذکر ہے۔اور لمبائی کا علم تو صرف اللہ ہی کو ہے۔

اس آسمان کے سامنے ہماری دنیا کی کیا اوقات، اور اس بڑے اللہ کے سامنے ہماری کیا اوقات جس نے یہ سب بنایا ہے۔

ساری دنیا کے انسان، جنات اور فرشتے سب کے سب مل کر بھی اللہ کی بڑائی کرے تو بھی اللہ کی بڑائی کا حق ادا نہیں ہوسکتا۔

اللہ کی قدرت کے یہ چھوٹے سے نمونے ہیں۔اللہ تعالیٰ قرآن میں خود کہہ رہا

ہے۔ ''اگر ساری دنیا کے درخت کا قلم بنالو، سارے سمندر کا پانی سیاہی بنالو اور ان سب کو دگنا بھی کر دو اور اللہ کی بڑائی لکھنا شروع کرو، قلم ٹوٹ ٹوٹ کر ختم ہو جائیں گے، سیاہی ختم ہو جائے گی پر اللہ کی بڑائی ختم نہیں ہوگی'' (Surach kaliaf)، تو بھلا یہ ناچیز بندہ کیا اللہ کی بڑائی میں لکھ سکتا ہے۔

(Capt. Mahammed Talha)

اللہ ہم سب کو اپنا تعلق عطا فرمائیں۔ آمین۔

شکر خداوندی کے طریقے

شکر نعمت کے تین طریقے ہیں۔

(۱) الشکر بالقلب : دل سے شکر گذاری (۲) الشکر باللسان : زبان سے شکر ادا کرنا۔ (۳) الشکر بالجوارح: اعضاء وجوارح سے شکر گذاری

(۱) دل سے شکر گذاری: دل سے شکر بجالانے کا مطلب یہ ہے کہ منعم حقیقی سے محبت کی جائے، اس کی نعمتوں کا اقرار واعتراف کرتے ہوئے اس کی فرماں برداری کی جائے۔ کیونکہ شکر گذاری پانچ باتوں پر مبنی ہے۔

(۱) شکر گذار کا مشکور کیلئے عاجزی اختیار کرنا (۲) اس سے سچی محبت کرنا (۳) اس کی نعمتوں کا اعتراف کرنا (۴) اس کی تعریف وتوصیف بیان کرنا (۵) اور ان نعمتوں کو اس (منعم) کی ناپسندیدہ جگہ میں استعمال نہ کرنا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''چار چیزیں جنہیں دی گئیں، انہیں حقیقت میں دنیا وآخرت کی بھلائیاں دی گئیں۔ ان میں سے ایک شکر گذار قلب ہے۔ (ترمذی ۲۰۱۹، حسن)

(۲) زبان سے شکر بجالانا: یعنی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اعتراف کرنا اور اس کی

توصیف اور تعریف کرنا اور ان نعمتوں کا اقرار و اعتراف کرنا جیسا کہ حکم الٰہی ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ:۱۱)

ترجمہ: اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ۔ اس آیت کے مفہوم میں حضرت جابرؓ سے ایک روایت مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص کو کوئی تحفہ پیش کیا جائے تو چاہئے کہ وہ اس کا بدلہ تحفہ کی شکل میں دے اور اگر کسی کے پاس بدلہ دینے کے لئے کوئی چیز میسر نہ ہو تو اچھے الفاظ میں اس کی تعریف و توصیف کی جائے۔ اس لئے کہ جس نے تعریف کی تو اس نے شکر ادا کیا

(ترمذی ۱۹۵۷، وابوداؤد ۴۱۷۹ اور بخاری ۴۱۸۱۴ و مسلم ۳۹۷۳)

اس حدیث مذکور میں لوگوں کی تقسیم کی گئی ہے (۱) شکر گذار (۲) ناشکرا اور ان نعمتوں کو چھپانے والا (۳) بظاہر ان نعمتوں کا دکھاوا کرنے والا حالانکہ وہ ان نعمتوں کا اہل نہیں ہے۔

(۳) اعضاء و جوارح سے شکر گذاری: مال سے شکران نعمت کا طریقہ یہ ہے کہ اللہ کے راہ میں اسے خرچ کیا جائے۔ اس لئے کہ شکران نعمت صرف زبان سے کافی نہیں ہے، بلکہ اسے حق کی راہ میں خرچ کرنا ضروری ہے۔ اللہ نے فرمایا۔ اِعْمَلُوا آلَ دَاوٗدَ شُكْرًا وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ

(سبا ۱۳)

ترجمہ: اے آل داؤد، اسکے شکر میں نیک عمل کرو۔ میرے بندوں میں شکر گذار بندے کم ہی ہوتے ہیں۔ سلف صالحین سے منقول ہے کہ شکرانِ نعمت تین چیزوں سے ہوتی ہے۔

(۱) اللہ تعالیٰ جب نوازے تو اس پر اس کی تعریف و توصیف بیان کرنا۔ (۲) اس نعمت پر راضی ہو جانا جو کچھ بھی میسر ہو۔ (۳) جب تک اس نعمت کا فائدہ

حاصل ہوتا رہے، اسکی نافرمانی نہ کرنا۔ اعضاء وجوارح میں خاص کر آنکھ اور کان اللہ کی بڑی بڑی نعمتوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان کا استعمال اللہ کی مرضی کے مطابق کرنا ہی ان کا شکر ادا کرنا ہے۔ لہٰذا ان سے اللہ کی حرام کردہ چیزیں نہ دیکھیں اور نہ سنیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ پر انعام واکرام کرتا ہے تو ان پر ان نعمتوں کے آثار دیکھنا چاہتا ہے۔

سنہری باتیں

☆ نیکی میں غرور نیکی کو تباہ کر دیتا ہے (حضرت علیؓ)

☆ شکر گذار مومن عافیت سے قریب تر ہے، (حضرت ابوبکر صدیقؓ)

☆ اللہ کے چاہنے والے کو تنہائی محبوب ہوتی ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

☆ اگر حرام اور حلال اکھٹے ہو جائیں تو حرام غالب آجاتا ہے، چاہے وہ تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔ (حضرت عمر فاروقؓ)

☆ دنیا کا کوئی شخص جاہل نہیں، ہر ایک سے کچھ نہ کچھ سیکھا جا سکتا ہے۔

☆ جو علم کو دنیا کمانے کیلئے حاصل کرتا ہے علم اس کے قلب میں جگہ نہیں پاتا ہے۔

آپ کے بیان میں حرم شریف کے سب سے پہلے مؤذن کا قصہ سنا تھا وہ کونسی کتاب میں ہے

جواب: وہ قصہ تفسیر ابن کثیر میں قرآن کی آیت يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُوًا وَلَعِبًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الخ کے ضمن میں ہے۔ وہ قصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن محیریز جب شام کے سفر کو جانے لگے تو حضرت ابومحذورہ رضی اللہ عنہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام

یتیمی بسر کئے تھے کہا کہ آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے، تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔ فرمایا، ہاں سنو: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے، راستے میں ہم لوگ ایک جگہ تھے اور نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان کہی، ہم نے اس کی نقل اور مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں بھی آوازیں پڑ گئیں۔ سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟ سب نے میری طرف اشارہ کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور سب کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا، اٹھو اور اذان کہو، واللہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے اور آپ کی حکم برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا، کھڑا ہو گیا۔ اب خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اذان سکھائی اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے رہے، میں کہتا رہا، (پھر اذان پوری بیان کی) جب اذان سے فارغ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی، پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے، پھر فرمایا اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تجھ پر برکت دے۔ اب تو اللہ تعالیٰ کی قسم، میرے دل سے عداوت رسول بالکل جاتی رہی اور بجائے اس کے ایسی ہی محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دل میں پیدا ہو گئی، میں نے آرزو کی کہ مکہ کا مؤذن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو بنا دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ درخواست منظور فرمالی اور میں مکہ میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر حضرت عتاب بن اسید سے مل کر مؤذنی پر مامور ہو گیا، حضرت ابو محذورہ کا نام سمرہ بن معیر بن لوذان تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چار مؤذنوں میں سے ایک آپ تھے اور لمبی مدت تک آپ اہل مکہ کے مؤذن رہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ۔

ایک مچھلی کے بارے میں اللہ کی عجیب وغریب قدرت

امام مالک ؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ابوعبیدہ بن الجراح ؓ کو اس کا امیر بنایا۔ یہ تین سو آدمی تھے، میں بھی شامل تھا۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادِ راہ ختم ہوگیا تو ابو عبیدہ نے حکم دیا کہ سارے لشکر میں سے سب کا زادِ راہ لاکر جمع کریں۔ میرے پاس کھجور زادِ راہ تھی۔ ہم اس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے۔ آخر کار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ ہم لوگ خود اب مرنے کے قریب ہوگئے لیکن سمندر تک آپہونچے تھے۔ ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی ٹیلے کے مانند چوڑی چکلی پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سارے لشکر نے اس کو تیرہ دن تک کھایا۔ ابوعبیدہ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورتِ کمان قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گذر گیا اور اس کے بالائی حصے کو چھونہ سکا۔ جابر بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحل بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا۔ دیکھا تو وہ ایک دریائی جانور مرا پڑا تھا۔ جس کو عنبر کہتے تھے۔ ابوعبیدہ نے کہا یہ تو میت ہے۔ پھر کہا۔ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں۔ بھوک سے مجبور ہوگئے ہیں۔ تازہ تازہ گوشت ہے خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے ہم تین سو آدمی تھے۔ کھا کھا کر خوب موٹے ہوگئے۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لئے تھے جیسے گائے، ابوعبیدہ نے اسکی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھایا تھا۔ فاس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین پر قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اسکے نیچے سے نکل گیا۔ غرض یہ کہ وہ

مچھلی اس قدر بڑی تھی۔ پھر ہم نے اس کا گوشت سکھا کر زادِ راہ بنالیا۔ جب مدینے پہونچے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اسکا ذکر کیا تو فرمایا کہ یہ تمہارے لئے خدا کا رزق تھا۔ اگر تمہارے پاس کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ! ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ بھیجا۔ آپ نے تناول فرمایا۔

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ صفحہ ۲۱)

قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کے بارے میں یہ مضمون ضرور پڑھ لیجئے۔

جب ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اس وقت فصاحت، بلاغت، نکتہ رسی اور بلند خیالی، بول چال میں نزاکت و لطافت کا زمانہ تھا۔ اس فن میں بلند پایہ شاعروں نے وہ کمال حاصل کرلیا تھا کہ دنیا ان کے قدموں پر جھک پڑی تھی۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کتاب اللہ ایسی عطا فرمائی گئی کہ ان سب کی کوندتی ہوئی بجلیاں ماند پڑ گئیں۔ اور کلام اللہ کے نور نے انہیں نیچا دکھایا اور یقین کامل ہوگیا کہ یہ انسانی کلام نہیں، تمام دنیا سے کہہ دیا گیا اور جتا جتا کر بتا بتا کر سنا سنا کر منادی کر کے بار بار اعلان دے کر کہا گیا کہ ہے کوئی جو اس جیسا کلام کر سکے؟ اکیلے اکیلے نہیں، سب مل جاؤ اور انسان ہی نہیں، جنات کو بھی اپنے ساتھ شامل کرلو، پھر سارے قرآن کے برابر بھی نہیں، صرف دس سورتوں کے برابر ہی سہی، اور اچھا یہ بھی نہ سہی ایک ہی سورت اس کے مثل تو بنا کر لاؤ۔ لیکن سب کی کمریں ٹوٹ گئیں، ہمتیں پست ہوگئیں، گلے خشک ہوگئے، زبان گنگ ہوگئی اور آج تک ساری دنیا سے نہ بن پڑا اور نہ کبھی ہو سکے گا۔ بھلا کہاں خدا تعالیٰ کا کلام اور کہاں مخلوق کا؟ پس اس زمانہ کے اعتبار سے اس معجزے نے

اپنا اثر کیا اور مخالفین کو ہتھیار ڈالتے ہی بن پڑی اور جوق در جوق اسلامی حلقے میں آ گئے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ا سورہ آل عمران)

اللہ دلوں کا بھید جاننے والا ہے

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِیْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ یَعْلَمْهُ اللّٰهُ وَ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ پوشیدگیوں کو اور چھپی ہوئی باتوں کو اور ظاہر کی ہوئی باتوں کو بخوبی جانتا ہے۔ کوئی چھوٹی سے چھوٹی بات بھی اس پر پوشیدہ نہیں۔ اس کا علم سب چیزوں کو ہر وقت اور ہر لحظہ گھیرے ہوئے ہے۔ زمین کے گوشوں میں، پہاڑوں میں، سمندروں میں، آسمانوں میں، ہواؤں میں، سوراخوں میں غرض جو کچھ جہاں کہیں ہے سب اس کے علم میں ہے۔ پھر ان سب پر اس کی قدرت ہے۔ جس طرح چاہے رکھے جو چاہے جزا دے، پس اتنے بڑے وسیع علم والے، اتنی بڑی زبردست قدرت والے سے ہر شخص کو ڈرتے ہوئے رہنا چاہئے، اس کی فرمانبرداری میں مشغول رہنا چاہئے اور اس کی نافرمانیوں سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ وہ عالم بھی ہے اور قادر بھی ہے۔ ممکن ہے کسی کو ڈھیل دیدے لیکن جب پکڑے گا تب دبوچ لے گا، پھر نہ مہلت ملے گی نہ رخصت، ایک دن آنے والا ہے جس دن تمام عمر کے برے بھلے سب کام سامنے رکھ دیئے جائیں گے، نیکیوں کو دیکھ کر خوشی ہوگی اور برائیوں پر نظریں ڈال کر دانت پیسے گا اور حسرت و افسوس کرے گا اور چاہے گا کہ میں ان سے کوسوں دور ہوتا اور پرے ہی پرے رہتا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۵۸)

دینداروں کا پڑوس اختیار کیجئے

وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ الخ کے ذیل میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ایک نیک بخت ایماندار کی وجہ سے اس کے آس پاس کے سوسو گھرانوں سے خدا تعالیٰ بلاؤں کو دور کر دیتا ہے۔(تفسیر ابن کثیر جلد ۱۲۸)

انسان تنگ دل ہے

قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيْۤ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا۔ انسانی طبیعت کا خاصہ بیان ہو رہا ہے کہ رحمت خدا جیسی نہ ختم ہونے والی چیز پر بھی اگر یہ قابض ہو جائے تو وہاں بھی اپنی بخیلی اور تنگ دلی نہ چھوڑے جیسے اور آیت میں ہے کہ اگر ملک کے کسی حصہ کے یہ مالک ہو جائیں تو کسی کو ایک کوڑی کبھی نہ پرکھائیں، پس یہ انسانی طبیعت ہے۔ہاں جو خدا کی طرف سے ہدایت کئے جائیں اور توفیق خیر دیئے جائیں وہ اس بدخصلت سے نفرت کرتے ہیں، وہ سخی اور دوسروں کا بھلا کرنے والے ہوتے ہیں۔انسان بڑا ہی جلد باز ہے۔تکلیف کے وقت لڑکھڑا جاتا ہے اور راحت کے وقت پھول جاتا ہے اور دوسروں سے روکنے لگتا ہے، ہاں! نمازی لوگ اس سے بری ہیں الخ ایسی آیتیں قرآن میں اور بھی بہت ہیں، اس سے خدا کے فضل و کرم، اسکی بخشش و رحم کا پتہ بھی چلتا ہے۔صحیحین کی حدیث میں ہے کہ خدا کے ہاتھ پُر ہیں، دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا، ابتدا سے اب تک کے خرچ نے بھی اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔(تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۷۶)

دو عجیب حدیثیں

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ مسند احمد میں ہے کہ حضرت عثمانؓ کے غلام فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان ایک مرتبہ اپنے ساتھیوں میں بیٹھے ہوئے تھے، جو مؤذن پہنچا آپ نے پانی منگوایا، ایک برتن میں قریب تین پاؤ کے پانی آیا۔ آپ نے وضو کر کے فرمایا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی طرح وضو کر کے فرمایا۔ جو میرے اس وضو کی طرح وضو کر کے ظہر کی نماز ادا کرے تو صبح سے لے کر ظہر تک کے سب گناہ معاف ہو جاتے ہیں، پھر عصر میں بھی اسی طرح نماز پڑھ لی تو ظہر سے عصر تک کے تمام گناہ معاف، پھر مغرب کی نماز پڑھی تو عصر سے مغرب تک کے تمام گناہ معاف، پھر عشاء کی نماز پڑھی تو مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف، پھر رات کو وہ سو رہا، صبح اٹھ کر نمازِ فجر ادا کی تو عشاء سے لے کر صبح تک گناہ معاف۔ یہی وہ نیکیاں ہیں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۹۹)

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا۔ مسند احمد میں نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ ایک رات عشاء کی نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس آئے، آسمان کی طرف دیکھ کر نظریں نیچی کر لیں، ہمیں خیال ہوا کہ شاید آسمان میں کوئی نئی بات ہوئی ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: میرے بعد جھوٹ بولنے اور ظلم کرنے والے بادشاہ ہوں گے، جو ان کے جھوٹ کو سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری کرے وہ مجھ سے نہیں اور نہ میں اس کا ہوں، اور جو ان کے جھوٹ کو نہ سچائے اور ان کے ظلم میں ان کی طرفداری نہ کرے وہ میرا ہے اور میں اس کا ہوں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۰)

حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ایک حدیث سننے کیلئے پورے مہینے کا سفر کیا

مسند احمد میں ہے حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں، مجھے روایت پہونچی کہ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے ہیں۔ میں نے اس حدیث کو خاص ان سے سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا، سامان کس کر سفر کیا، مہینہ بھر کے بعد شام میں ان کے پاس پہونچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیسؓ ہیں۔ میں نے دربان سے کہا کہ جاؤ۔ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہ؟ میں نے کہا، جی ہاں، یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ سے باہر آگئے اور مجھے لپٹ گئے، معانقہ سے فارغ ہو کر میں نے کہا، مجھے یہ روایت پہنچی کہ آپ نے قصاص کے بارے میں کوئی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے میں وہ حدیث سن لوں، اس لئے یہاں آیا، اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کے سننے سے پہلے میں مر نہ جاؤں یا آپ کو موت نہ آجائے۔ اب آپ سنائیے وہ حدیث کیا ہے؟ آپ نے فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن اپنے تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا۔ ننگے بدن، بے ختنہ، بے سروسامان، پھر انہیں ندا کرے گا جسے دور نزدیک والے سب یکساں سنیں گے، فرمائے گا کہ میں مالک ہوں، میں بدلہ دلوانے والا ہوں، کوئی جہنمی اسوقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمہ ہو، میں نہ دلوادوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہوسکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں نہ دلوادوں گو ایک

تھپڑ ہی ہو۔ ہم نے کہا حضور! یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں، ننگے بدن، بے مال و اسباب ہوں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں اس دن حق نیکیوں اور برائیوں سے ادا کئے جائیں گے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بے سینگ والی بکری کو اگر سینگوں دار بکری نے مارا ہے تو اس سے بھی اس کو بدلہ دلوا دیا جائے گا۔ (تفسیر ابن کثیر۔ سورہ کہف)

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ حکم ہوتا ہے کہ اللہ کی عظمت سمجھانے کے لئے دنیا میں اعلان کر دیجئے کہ اگر روئے زمین پر سمندروں کی سیاہی بن جائے اور پھر خدائی کلمات، خدائی قدرتوں کے اظہار، خدائی باتیں، خدائی حکمتیں لکھنی شروع کی جائیں تو یہ تمام سیاہی ختم ہو جائے گی۔ لیکن خدا کی تعریفیں ختم نہ ہوں گی۔ گو پھر ایسے ہی دریا لائے جائیں۔ اور پھر لائے جائیں اور پھر لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ خدا کی قدرتیں، اس کی حکمتیں اور اس کی دلیلیں ختم ہو جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے کہ وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمَاتُ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ یعنی روئے زمین کے درختوں کی قلمیں بن جائیں اور تمام سمندروں کی سیاہیاں بن جائیں پھر ان کے بعد سات سمندر اور بھی لائے جائیں لیکن ناممکن ہے کہ کلمات خدا تعالیٰ ختم ہو جائیں کلمات خدا ویسے ہی رہ جائیں گے جیسے تھے وہ اَن گنت ہیں، بے شمار ہیں۔ کون ہے جو خدا کی صحیح اور پوری قدر و عزت جان سکے؟ کون ہے جو اس کی پوری ثنا و صفت بجا لا سکے؟ بے شک ہمارا رب ویسا ہی ہے جیسا وہ خود فرما رہا ہے۔ بیشک ہم جو

تعریفیں اس کی کریں وہ ان سب سے سوا ہے اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ یاد رکھو جس طرح ساری زمین کے مقابلے پر ایک رائی کا دانہ ہے۔ اسی طرح جنت کی اور آخرت کی نعمتوں کے مقابل تمام دنیا کی نعمتیں ہیں۔

(تفسیر ابن کثیر سورہ کہف)

معرفت الٰہی حاصل کرنے کا ایک عجیب نسخہ

علامہ ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ مجھ سے ابن تیمیہؒ نے ارشاد فرمایا کہ ان دونوں اسماء الہیہ یعنی الحیّ الْقَیُّوْمُ کی حیات قلب کے سلسلہ میں تاثیر عظیم ہیں، اور اشارۃً فرماتے تھے کہ اسم اعظم یہی دونوں اسماء ہیں اور میں نے انہی سے یہ سنا کہ جو شخص فجر کی سنت اور فرض کے درمیان یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ بِرَحْمَتِكَ اَسْتَغِیْثُ چالیس مرتبہ پڑھنے پر مواظبت کرے گا تو اس کو حیات قلب اور معرفت ربانی حاصل ہوگی اور اس کا قلب مردہ نہ ہوگا۔

(مدارج السالکین جلد ا صفحہ ۴۴۸، اقوال سلف جلد صفحہ ۲۴۰)

طلباء کے لئے ایک خاص ہدیہ، عوام کیلئے عام ہدیہ

علامہ ابن تیمیہؒ کو جب کسی مسئلہ میں اشکال یا کسی آیت کے سمجھنے میں دقت ہوتی تھی تو وہ کسی سنسان مسجد میں چلے جاتے تھے اور پیشانی خاک پر رکھ کر دیر تک یہ کہتے رہتے یَامُعَلِّمَ اِبْرَاهِیْمَ فَهِّمْنِیْ (اے ابراہیم کو علم عطا کرنے والے! مجھے اس کی سمجھ عطا فرما) تو وہ مسئلہ ان کا اللہ کی طرف سے حل ہو جاتا تھا۔

(تاریخ دعوت وعزیمت جلد ۲ صفحہ ۱۶۵)

نوٹ: بندہ کی رائے ہے کہ اس زمانہ میں سنسان مسجد تلاش کرنے کی کوشش نہ کیجئے، اپنے محلہ کی یا کوئی اور آباد مسجد ہو وہاں پر یہ عمل کیجئے اور عورتیں اپنے گھر

پر کرلیں، نہ آپ ابن تیمیہ ہیں، نہ میں ابن تیمیہ ہوں۔ واللہ اعلم۔

عمر بھر خیر کے طالب رہو

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔ اس آیت کے تحت تفسیر ابن کثیر میں انس بن مالک سے روایت ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عمر بھر خیر کے طالب رہو اور خدا کے نعمات کو در پیش رکھو، خدا کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہونچ گئیں تو پہنچ گئیں۔ وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے، وہ غفور رحیم ہے۔ کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو، توبہ کرلو حتیٰ کہ شرک کر کے بھی توبہ کرلو تو وہ قبول کرے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۸۳))

کیا دل بدل جاتے ہیں؟

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَحُوْلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں روایت ہے۔ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا، یا رسول اللہ! کیا دل بدل جاتے ہیں۔ فرمایا ہاں، خدا اگر چاہے تو انسان کے دل کو سیدھا اور مستقیم رہنے دے اور اگر چاہے تو وہ ٹیڑھا کردے۔ اسی لئے ہم خدا تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ یعنی اے خدا! ہدایت پر ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو کج نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمارے لئے رحمت بھیج، تو بڑا وہاب اور بخشنے والا ہے، میں نے کہا یا رسول اللہ! مجھے ایسی دعا سکھلایئے کہ میں اپنے

لئے وہ مانگتی رہوں تو فرمایا، یہ دعا مانگا کرو۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْلِیْ ذَنْبِیْ وَاَذْھِبْ غَیْظَ قَلْبِیْ وَاَجِرْنِیْ مِنْ مُضِلَّاتِ الْفِتَنِ مَا اَحْیَیْتَنِیْ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی آدم کے قلوب خدا تعالیٰ کے پاس قلب واحد کی تعریف میں ہیں کہ انہیں جس طرح چاہے پھیرے، پھر فرمایا: اللھم مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا اِلٰی طَاعَتِكَ یعنی اے دلوں کے پھیرنے والے! ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۸۹)

بت پرستی کی ابتداء کیسے ہوئی

علماء تفسیر کہتے ہیں کہ اصنام پرستی کی ابتداء یوں ہوئی کہ وہ لوگ جو صالحین تھے جب مر گئے تو ان کے معتقدین نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان کی تصویریں بنا کر اس میں رکھنے لگے تا کہ انہیں دیکھ کر ان کی حالت اور عبادت کو یاد کرتے رہیں اور انہیں جیسے بننے کی کوششیں کرتے رہیں۔ جب کچھ زمانہ گذر گیا تو ان کی تصویروں کے بجائے ان کے پتلے بنا دیئے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان پتلوں کا احترام کرنے لگے اور پرستش ہونے لگی۔ ان پتلوں کے نام بھی انہیں صالحین کے نام پر تھے یعنی ود، سُوَاع، یَغُوْث، یَعُوْق، نسر وغیرہ۔ جب یہ مجسمہ پرستی بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا کہ پرستش صرف اللہ واحد کی کیجائے کہ اے قوم! عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو، اس کے سوا اقتدار اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر خدا کا عذاب عظیم نازل ہوجائے۔ تو ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہمارے آباء واجداد بھی ایسا ہی کرتے تھے، تم ان کی پرستش سے ہمیں روکتے ہو۔ ہم تو تم کو اس بارے میں بڑی غلطی

اور گمراہی میں سمجھتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۷۷)

جنت کے بارے میں کچھ پڑھ لیجئے

وَعَدَ اللہُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ الخ کی تفسیر میں ابن کثیر میں ہے کہ مؤمنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انہیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ ابدی نعمتیں، ہمیشگی کی راحتیں، باقی رہنے والی جنتیں، جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں، جہاں بلند و بالا، خوبصورت، مزین، صاف ستھرے اور آرائش و زیبائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں، ان کے برتن اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے۔ اور دو جنتیں چاندی کی ہیں، برتن بھی اور کل چیزیں بھی، ان میں اور دیدار خداوندی میں کوئی حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل وعلا کے چہرے پر ہے، یہ جنت عدن میں ہوں گے، اور حدیث میں ہے کہ مؤمن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا، ایک ہی موتی کا بنا ہوا، اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا، مؤمن کی بیویاں وہیں ہوں گی، جن کے پاس وہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہیں دیں گی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ جو اللہ و رسول پر ایمان لائے، نماز قائم رکھے، رمضان کے روزے رکھے، اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے، اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو، لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنائے ہیں، ہر دو درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں، پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت

الفردوس طلب کرو، وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے، جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں، اس کی چھت رحمان کا عرش ہے۔ فرماتے ہیں: اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دمکتے ستاروں کو دیکھتے ہو، یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے، یہ جگہ ہے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، جب مجھ پر درود پڑھو تو اللہ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو، پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے، فرمایا: جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: مؤذن کی اذان کا جواب دو۔ جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو۔ پھر مجھ پر درود پڑھو، جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو، وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق خدا میں سے ایک ہی شخص کو ملے گی، مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی۔ جو شخص میرے لئے اس وسیلے کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہوگی، فرماتے ہیں: میرے لئے اللہ سے وسیلہ طلب کرو۔ دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلہ کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہمیں جنت کی باتیں سنایئے، اس کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی، اس کا گارہ خالص مشک ہے، اس کے کنکر لؤ لؤ اور یاقوت ہے، اس کی مٹی زعفران ہے، اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا، جو کبھی خالی نہ ہوں، وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں، نہ اسکے کپڑے خراب ہوں نہ

اسکی جوانی ڈھلے، فرماتے ہیں: جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے، ایک اعرابی نے پوچھا! حضور: یہ بالا خانے کن کے لئے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اچھا کلام کرے، کھانا کھلائے، روزے رکھے، اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے، فرماتے ہیں: کوئی ہے جو جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو۔ واللہ جنت کی کوئی چہار دیواری محدود کرنے والی نہیں۔ وہ تو ایک چمکتا ہوا بقعہ نور ہے، اور مہکتا ہوا گلستان ہے، اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں، اور جاری و ساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں، اور گدرائے اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں، مقام ہے، ہیشگی کا گھر ہے، میوے ہیں لدے پھدے، سبزہ ہے پھیلا ہوا، کشادگی اور راحت ہے، امن اور چین ہے، نعمت اور رحمت ہیں، عالیشان، خوش منظر کوشک اور حویلیاں ہیں، یہ سن کر صحابہ بول اٹھے کہ حضور! ہم سب اس جنت کے مشتاق اور اسکے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ کہو، پس لوگوں نے ان شاء اللہ کہا، پھر فرمایا: ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالا نعمت اللہ کی رضامندی ہے، چنانچہ اللہ رب العزت جنتیوں کو پکارے گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیك ربنا وسعدیك والخیر فی یدیك، اللہ تعالیٰ پوچھیں گے، کہو تم خوش ہو گئے، وہ جواب دیں گے کہ خوش کیوں نہ ہوتے، آپ نے اے پروردگار! ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: لو میں تمہیں اس سے بہت ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں، وہ کہیں گے خدایا اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو! میں نے اپنی رضامندی تمہیں عطا فرمائی، آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوؤں گا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: جب جنتی جنت میں پہنچ

جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا: کچھ اور چاہیئے تو دوں۔ وہ کہیں گے خدایا! جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ سورہ توبہ)

سوال:۔آپ کے بیان میں انبیاء کی تصاویر کے بارے میں سنا تھا برائے مہربانی باحوالہ بتایئے

جواب:۔سورہ اعراف میں ایک آیت ہے اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰاةِ وَالْاِنْجِیْلِ کے تحت تفسیر ابن کثیر میں ہے۔ ہشام ابن العاص سے روایت ہے کہ ہرقل شاہِ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے۔آگے فرماتے ہیں کہ اس (ہرقل شاہ روم) نے اب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے میں ٹھہرایا، ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا، پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے جڑاؤ منگوائی، اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے۔ اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکلا اس میں ایک سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، موٹی رانیں، لمبی اور گھنی داڑھی، سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اسکو جانتے ہو، ہم نے کہا نہیں، کہنے لگا یہ آدمؑ ہیں۔ ان کے جسم

پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبے کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی ایک سیاہ ریشمی کپڑا نکالا۔ اسمیں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ گھونگر والے بال، سرخ آنکھیں، بڑا سا سر، خوبصورت ڈاڑھی ۔ کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے ایک اور تصویر نکالی ۔ بہت ہی گورا رنگ ،خوبصورت سی آنکھیں، کشادہ پیشانی، کھڑا چہرہ، سفید ڈاڑھی ، ہنس مکھ صورت۔ کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور ڈبہ کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پوچھا کیا انہیں جانتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہاں، یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ،تصویر دیکھ کر ہم پر رقت طاری ہوگئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہوگیا پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم کیا یہ وہی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں۔ اس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھورتا رہا۔ پھر کہا، یہ آخری ڈبہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبے چھوڑ کر درمیان میں بتادیا تا کہ تمہاری سچائی کا امتحان کروں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگر یالے بال، گڑی ہوئی آنکھیں، تیز نظر، غصیلا چہرہ، جڑے ہوئے دانت، موٹے ہونٹ، کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے، اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل وصورت میں اس سے مشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا، کنگھی کی ہوئی، کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی۔ کہنے لگا یہ ہارون بن عمران ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندمی رنگ، میانہ قامت، سیدھے بالوں والا، چہرے سے رنج وغضب آشکار۔ کہنے لگا یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سنہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا،

رخسار ہلکے تھے، چہرہ خوبصورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحاقؑ ہیں۔ پھر ایک اور دروازہ کھولا، اسمیں سے سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا۔ اسکی شکل اسحاقؑ کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگراس کے ہونٹ پر تل تھا۔ کہا یہ یعقوبؑ ہیں۔ پھر ایک سادہ کپڑے کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ، بہت خوبصورت چہرہ، چہرے پر نور اور اخلاص وخشوع کے آثار نمایاں، رنگ سرخی مائل، کہا یہ اسماعیلؑ ہیں۔ پھر اور ایک ڈبی میں سے سفید ریشمی کپڑا نکالا۔ جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی۔ چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ سرخ رنگ، بھری پنڈلیاں، بڑی آنکھیں، بڑا پیٹ، ٹھگنا قد، شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں، لمبے پاؤں۔ گھوڑے پر سوار، کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی، جوان، سیاہ ڈاڑھی، گھنے بال، خوبصورت آنکھیں، خوبصورت چہرہ، کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملی، ہم جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیاءؑ کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ میری اولاد میں انبیاء کو مجھے بتا تو اللہ نے ان انبیاء کی تصویریں حضرت آدمؑ کو دیں، اس کو آدمؑ نے مغربی ملک میں محفوظ رکھا دیا تھا۔ ذوالقرنین نے اس کو نکالا اور دانیال علیہ السلام کے سپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کمترین کا غلام ہو رہوں، حتیٰ کہ مجھے موت آجائے۔

اب ہمیں رخصت کر دیا، انعام واکرام دیا، جانے کے انتظامات کر دیئے۔ جب ہم ابوبکر صدیقؓ کے پاس آئے۔ ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ

ہو گئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو توفیق دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ یہود اپنی کتاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاتے ہیں۔ (تفسیر ابن کثیر جلد ۲ سورہ اعراف)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قسم کھا کر یہ دعا بتلائی ہے

صبح وشام تین مرتبہ یہ دعا پڑھ لیجئے اور جنت میں داخل ہو جایئے

صبح کے وقت

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ اٰمَنْتُ بِكَ مُخْلِصاً لَّكَ دِيْنِيْ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ سَيِّئِ عَمَلِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِي الَّتِيْ لَا يَغْفِرُهَا اِلَّا اَنْتَ۔

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے لئے ساری تعریف ہے، آپ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، اور میں آپ کا حقیقی غلام ہوں، میں آپ پر ایمان لایا۔ میرے دین کو آپ کے لئے خالص کرتے ہوئے، میں نے صبح کی آپ سے کئے ہوئے عہد اور وعدہ پر جہاں تک میرے بس میں ہو، میں اپنے برے عمل سے آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں میرے ان تمام گناہوں سے جنہیں آپ کے علاوہ کوئی معاف نہیں کر سکتا۔

شام کے وقت

اَللّٰھُمَّ لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَنْتَ رَبِّيْ وَاَنَا عَبْدُكَ اٰمَنْتُ بِكَ مُخْلِصاً لَّكَ دِيْنِيْ اِنِّيْ اَمْسَيْتُ عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ اَتُوْبُ اِلَيْكَ مِنْ سَيِّئِ عَمَلِيْ وَاَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِي الَّتِيْ لَا يَغْفِرُهَا اِلَّا

اَنْتَ۔

ترجمہ: اے اللہ! آپ کے لئے ساری تعریف ہے، آپ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں، اور میں آپ کا حقیقی غلام ہوں، میں آپ پر ایمان لایا۔ میرے دین کو آپ کے لئے خالص کرتے ہوئے، میں نے شام کی آپ سے کئے ہوئے عہد اور وعدہ پر جہاں تک میرے بس میں ہو، میں اپنے برے عمل سے آپ کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اور میں آپ سے مغفرت مانگتا ہوں میرے ان تمام گناہوں سے جنہیں آپ کے علاوہ کوئی معاف نہیں کرسکتا۔

فضیلت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قسم کھا کر ارشاد فرمایا کہ جو شخص صبح یہ دعا تین مرتبہ پڑھے اور شام تک انتقال ہوجائے تو جنت میں داخل ہوگا اور اگر شام کو تین مرتبہ پڑھے اور صبح تک انتقال ہوجائے تو جنت میں داخل ہوگا۔

(الطبرانی بحوالہ المتجر الرابح)

دعائے انس بن مالک رضی اللہ عنہ

ظالم وجابر کی ہر اذیت سے حفاظت وسلامتی پانے کی دعاء

(۱) بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَدِیْنِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ وَوَلَدِیْ، بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی مَا اَعْطَانِیَ اللّٰہُ، اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا، اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ، اِنَّ وَلِیِّیَ اللّٰہُ الَّذِیْ نَزَّلَ الْکِتَابَ وَھُوَ

يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ۔

(جمع الجوامع ج: ۱۴، صفحہ ۴۸۔ آپ کے مسائل اوران کا حل ص ر ۲۳۳۔)

ترجمہ: اللہ کے نام کی مدد سے اپنی جان اور اپنے دین کی حفاظت چاہتا ہوں، اورایسے ہی اللہ کے نام کی برکت سے اپنے اہل خانہ، مال اوراولاد کی حفاظت کا طالب ہوں، نیز اللہ کے نام گرامی کی برکت سے ہراس چیز کی حفاظت اورسلامتی کا طالب ہوں جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی، اللہ تعالیٰ میرے پالنہار ہیں، اور اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا ہوں، یقیناً اللہ ہی بڑے ہیں، وہی بڑے ہیں، اور وہی سب سے بڑے ہیں، اور اللہ تعالیٰ ساری چیزوں سے بزرگ تر، غلبہ والے اور بلند مرتبہ والے ہیں، جس سے کہ میں ڈرتا ہوں اور خوف کھاتا ہوں، اے پروردگار! تیری پناہ میں آنے والا ہی غالب ہے اور آپ کی تعریف بہت اونچی ہے، آپ کے سوا کوئی معبود نہیں، اے اللہ! میں اپنے نفس کی شرارت اور ہر سرکش شیاطین نیز ہر زورآور ظالم کی شرارت سے پناہ چاہتا ہوں، (آگے آیت شریفہ کا ترجمہ ہے) پس اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو: اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر بھروسہ ہے، وہ عرش عظیم کا مالک ہے، یقیناً میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل فرمایا اور وہ نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے

ظالم وگستاخ حجاج...... حضرت انسؓ کا کچھ بگاڑ نہ سکا

شیخ جلال الدین سیوطیؒ جلیل القدر حافظِ حدیث ہیں انہوں نے ''جمع الجوامع'' میں ابوالشیخؒ کی ''کتاب الثواب'' اور ابن عساکرؒ کی تاریخ سے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک دن حضرت انسؓ اور مشہور ومعروف ظالم وجابر حجاج بن یوسف ثقفی ہر دو بیٹھے ہوئے تھے، حجاج نے اپنے کسی خادم کو یہ کہا کہ ان (حضرت

انس ؓ) کو مختلف قسم کے چار سو گھوڑوں کا معائنہ کرایا جائے، جب وہ گھوڑے دکھائے گئے، تو حجاج نے حضرت انس ؓ سے یہ کہا، ذرا بتائیں! اپنے آقا یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اس قسم کے گھوڑے اور ناز ونعمت کے سامان آپ نے کبھی دیکھے تھے، (یہ حجاج دولت وریاست کے نشے میں مبتلا تھا، کتب تاریخ میں اس جاہل کی خود پسندی والے اس طرح کے بیشمار جملے منقول ہیں، عموماً وہ حضرات صحابہ پر فضیلت جتلاتے ہوئے ناگفتہ بہ اقوال وافعال کر گزرتا تھا، مذکورہ فقرہ بھی اسی کی ایک کڑی ہے) آپ نے بے ٹوک جواب دیا: بخدا یقینا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس اس سے بدرجہا بہتر چیزیں دیکھیں اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ گھوڑوں کی پرورش کرنے والے تین قسم کے ہوتے ہیں، ایک تو وہ شخص جو گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ راہِ خدا میں اس کے ذریعہ جہاد کرے گا، ایسے گھوڑے کا پیشاب، لید، گوشت پوست اور خون، قیامت کے دن اس کے ترازوئے اعمال میں ہوگا، اور دوسرا وہ شخص جو گھوڑا اس نیت سے پالتا ہے کہ ضرورت کے وقت سواری کیا کرے اور پیدل چلنے کی زحمت سے بچے، یہ نہ ثواب کا مستحق ہے اور نہ عذاب کا اور تیسرا وہ شخص جو گھوڑے کی پرورش نام اور شہرت کے لئے کرتا ہے، تاکہ لوگوں کے دل میں یہ بیٹھ جائے کہ فلاں شخص کے پاس اتنے اور ایسے ایسے عمدہ گھوڑے ہیں، اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے، اور اے حجاج! تیرے یہ گھوڑے اسی تیسری قسم میں داخل ہیں، یہ سن کر حجاج بھڑکا اور یہ کہنے لگا کہ اے انس! تم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو خدمت کی ہے، اگر اس کا لحاظ نہ ہوتا، نیز امیر المؤمنین عبدالملک بن مروان نے تمہارے بارے میں سفارش کرتے ہوئے جو خط مجھے لکھا ہے، اس کی پاسداری نہ ہوتی، تو نہ معلوم! آج میں

تمہارے ساتھ کیا کر گزرتا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا، خدا کی قسم تو میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور نہ تجھ میں اتنی ہمت ہے کہ تو مجھے برے ارادہ سے دیکھ سکے، کیونکہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے چند وہ کلمات سن رکھے ہیں، کہ جو شخص اس کی پابندی کرتا ہے، اس کے طفیل پڑھنے والے کی مکمل حفاظت کی جاتی ہے، اسلئے میں ہمیشہ ان ہی کلمات کی پناہ میں رہتا ہوں اور ان کلمات کی برکت سے مجھے نہ کسی سلطان کی سطوت سے خوف ہے، نہ کسی شیطان کے شر سے اندیشہ ہے، حجاج اس کلام کی ہیبت سے بے خود اور مبہوت ہوگیا، تھوڑی دیر بعد سر اٹھایا اور (نہایت لجاجت سے) درخواست کرنے لگا، اے ابوحمزہ! وہ کلمات مجھے بھی سکھا دیجئے، فرمایا میں تجھے ہرگز نہ سکھاؤں گا، بخدا تو اس کا اہل نہیں۔

حضرت انسؓ کے وصال کا وقت آیا، اور ابان نے جو آپؓ کے خادم تھے، حاضر ہوکر آواز دی، حضرت انسؓ نے فرمایا کیا چاہتے ہو؟ عرض کیا وہی کلمات سیکھنا چاہتا ہوں جو حجاج نے آپ (رضی اللہ عنہ) سے سیکھنا چاہا تھا، مگر آپ (رضی اللہ عنہ) نے اس کو نہیں سکھلائے، حضرت نے فرمایا ہاں! میں تجھے ضرور سکھلاؤں گا، کیونکہ تو اسکا اہل ہے، میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ کی دس برس خدمت کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال اس حالت میں ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے راضی تھے۔ اسی طرح تو نے بھی میری خدمت دس سال تک کی اور میں دنیا سے اس حالت میں رخصت ہوتا ہوں کہ میں تجھ سے راضی ہوں، صبح وشام یہ کلمات پڑھا کرو، حق سبحانہ وتعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رکھیں گے۔

تحقیق (۱) مذکورہ دعا دعائے انس کہلاتی ہے، حضرات اکابر نے اسکی بہت ہی تاکید فرمائی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا اپنے خادم خاص حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو سکھلائی تھی، جنہوں نے دس سال تک نبی کریم صلی

اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی، اور یہ تجربہ کی بات ہے کہ ہر مخدوم اپنے خادم کی خدمت پر خوش ہوکر دل کی گہرائیوں سے دعائیں دیتا ہے اور ایسی دعا کی بڑی اہمیت ہوا کرتی ہے، یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی والدہ کی استدعا پر انہیں دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی کی دعا سے مشرف فرمایا تھا اور حق سبحانہ وتعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کی برکت سے ان کی عمر، مال اور اولاد میں بے انتہا برکت عطا فرمائی، چنانچہ ان کی عمر سو سال سے زیادہ ہوئی اور ان کی صلبی اولاد کی تعداد سو کے قریب ہے، جن میں تہتر مرد تھے اور باقی عورتیں، اور ان کا باغ سال میں دوبار پھل لاتا، یہ دنیا کی برکات تھیں (جو بطفیل دعاء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو حاصل ہوئیں) باقی آخرت کی برکات کا اندازہ کون کرسکتا ہے؟

(۲) اس دعا کو حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ نے پوری تشریح کے ساتھ اپنی کتاب "آپ کے مسائل اور ان کا حل جلد ہشتم صفحہ ۲۳۳" میں نقل فرمایا ہے اور یہ تحریر فرمایا کہ اس کی شرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے بزبان فارسی بنام "استیناس انوار القبس فی شرح دعاء انس" تحریر فرمائی، بلکہ حضرت لدھیانویؒ نے غالباً اسی شرح کو مدنظر رکھتے ہوئے، اس کی تشریح فرمائی۔

(۳) اس دعا کے کلمات مختلف کتابوں میں الگ الگ طریقوں سے نقل ہوئے ہیں، جس کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) وہ کلمات دعا جو اوپر بیان کئے گئے۔

(۲) "بِسْمِ اللهِ عَلٰى نَفْسِىْ وَ دِيْنِىْ، بِسْمِ الله عَلٰى اَهْلِىْ وَمَالِىْ وَوَلَدِىْ، بِسْمِ اللهِ عَلٰى مَا اَعْطَانِىَ اللهُ. اَللهُ رَبِّىْ لَا اُشْرِكُ بِهٖ شَيْئاً،

اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ وَاَعَزُّ وَاَجَلُّ وَاَعْظَمُ مِمَّا اَخَافُ وَاَحْذَرُ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاؤُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ شَیْطَانٍ مَّرِیْدٍ، وَمِنْ شَرِّ کُلِّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

ترجمہ: اللہ کے نام کی برکت دین وجان کی سلامتی کے لئے، اوران کے نام کی برکت ہراس چیز پر جو اللہ نے ہمیں عطا فرمائی ہے، اللہ کے نام کی برکت اپنے اہل وعیال اور مال پر (ہو)، اللہ بڑا ہے، وہی پالنہار ہے، اللہ بڑا ہے، اللہ ہی میرا رب ہے، اس کے ساتھ میں کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا، اے اللہ! ہماری حفاظت فرما شیطان مردود اور ہر ضدی ظالم سے، یقینا میرا کارساز اللہ ہے جس نے کتاب کو نازل فرمایا اور وہ نیک لوگوں سے دوستی رکھتا ہے، پس اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دو اللہ ہمارے لئے کافی ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی پر بھروسہ ہے، وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

(الدّعا ص ر ۱۲۹۴، جلد ۲ بسند ضعیف)

(۳) بِسْمِ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ وَ دِیْنِیْ، بِسْمِ اللّٰہ عَلٰی اَھْلِیْ وَمَالِیْ بِسْمِ اللّٰہِ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ اَعْطَانِیَ اللّٰہُ۔ بِسْمِ اللّٰہِ خَیْرِ الْاَسْمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ دَاءٌ بِسْمِ اللّٰہِ افْتَتَحْتُ وَعَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ، تَبَارَکَ اللّٰہُ رَبُّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ وَرَبُّ الْاَرْضِیْنَ وَمَا بَیْنَھُمَا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ

غَيْرُكَ اِجْعَلْنِيْ فِيْ جَوَارِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ دَابَّةٍ وَمِنْ شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ. اِنَّ وَلِيِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتَابَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ، فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ.

تحقیق: ابن السنی نے اپنی کتاب عمل الیوم واللیلۃ میں اس حدیث کا جو طریق نقل کیا ہے، اس میں یہ امور بھی ہیں: (۱) خلیفۃ المسلمین عبد الملک بن مروان نے حجاج کے نام حضرت انس بن مالک ؓ کے لئے جو خط تحریر فرمایا تھا اس میں بطور خاص یہ جملہ تھا انظر الی انس بن مالك خادم رسول الله صلی الله علیه وسلم کہ حضرت انس ؓ کا خیال رکھنا، اسی لئے حجاج نے حضرت انس ؓ کا پہلے تو بہت اکرام کیا اور خاطر تواضع کی، پھر مذکورہ واقعہ پیش آیا۔

(۲) حضرت انس ؓ نے حجاج کو جب دعاء سکھانے سے انکار کر دیا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا...... ٹھیک ہے تو اپنے چچا سے یہ دعاء سیکھ لے۔ (جمع الجوامع جلد ر ۱۴ صفحہ ۴۸ رقم الحدیث: ۹۲۷۹، عن انس بن مالک ؓ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ :۹۰، رقم الحدیث ۳۴۶۔)

(۳) شیخ اسماعیل بروسوی نے نقل کیا ہے کہ حجاج سے جب پوچھا گیا کہ حضرت انس ؓ کو کیوں چھوڑ دیا؟ جواب دیا میں نے ان کے کندھے پر دو بڑے شیر دیکھے، جن کے منہ کھلے ہوئے تھے۔ (تنویر الاذہان صفحہ ۵۲)

تیری ایک نگاہ کی بات ہے میری زندگی کا سوال ہے
مجھے اپنی پستی کی ہے شرم تیری رفعتوں کا خیال ہے
مگر اپنے دل کا کیا کروں اسے پھر بھی شوق وصال ہے

نوٹ:۔ یہ دعا بندہ نے اپنی کتاب مومن کے ہتھیار میں تحریر کردی ہے۔ اس لئے صبح وشام مومن کا ہتھیار کا اہتمام فرمائے۔

نسیان کا علاج

"اَللّٰھُمَّ اَخْرِجْ عَنْہُ الشَّیْطَانَ"

ترجمہ: اے اللہ! شیطان اور اس کے اثرات کو اس سے ختم فرمادے۔

ملاحظہ: بسا اوقات انسان کا حافظہ اس لئے متاثر ہوجاتا ہے کہ شیطان و جن اس کے بدن میں داخل ہوکر حافظہ پر حائل ہوجاتے ہیں، لہٰذا جب کبھی مستند قرائن سے یہ معلوم ہوجائے کہ نسیان کا سبب یہی ہے تو اس وقت نسیان کو طریقہ سے دور کیا جاسکتا ہے۔

طریقہ: اگر کسی دوسرے پر دم کرنا ہو تو اللھم اَخْرِجْ عَنْہُ الشیطن کہے، اور اگر خود اپنی ذات پر دم کرنا ہو تو اللھم اَخْرِجْ عَنِّیْ الشیطان کہے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۴۷، رقم الحدیث ۵۷۸)

حضرت عثمان بن العاصؓ کا مرض نسیان دور ہوگیا

حضرت عثمان بن العاصؓ فرماتے ہیں، میں ایک مرتبہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ شکایت کی کہ میں تو بہت ہی زیادہ یاد داشت والا تھا، مگر کوئی ایسی پریشان کن چیز بدن میں داخل ہوچکی ہے جس کے سبب محفوظات کا کچھ حصہ بھول گیا ہوں (گویا کہ نسیان کی بیماری لاحق ہوگئی ہے) یہ سنتے ہی آپ نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر یہ (اوپر والا) کلمہ ارشاد فرمایا، اس کی برکت سے اللہ نے نسیان کی بیماری دور فرمادی۔

اہل و مال کی حفاظت اور مقصد میں کامیابی کی دعاء

"بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ"

ترجمہ: "میں اللہ کے نام کی مدد سے اپنے نکلنے کو شروع کرتا ہوں اور ساری ہی اپنی چیزوں کو خدا کے حوالہ کرتا ہوں، اور ہر طرح کی نیکی کرنے اور گناہوں سے دور رہنے کی طاقت وقوت اللہ کی توفیق کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتی"

فضیلت: حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: جو شخص گھر سے نکلتے ہوئے یہ دعا پڑھے، "بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ" تو فرشتوں کے ذریعہ خدا کی جانب سے اس کو یہ بشارت سنائی جاتی ہے، کہ اس "توکل" کی برکت سے تیری کفایت (یعنی اہل و مال کی حفاظت وغیرہ) کردی گئی، اور تو ہر قسم کی تکلیف دہ چیزوں سے بچالیا گیا، نیز اس کے علاوہ شیطان بھی اس سے دور ہوجاتا ہے۔

(۱) اللہ کے یہاں رکھی ہوئی امانت جوں کی توں واپس مل گئی

مذکورہ بالا دعاء میں بطور خاص یہ بتایا گیا ہے کہ آدمی جب اپنی ذات اور متعلقین کو اللہ کے حوالے کردیتا ہے تو اللہ اس کی عجیب وغریب طریقہ سے حفاظت فرماتے ہیں، اسی کی تائید میں حسب ذیل یہ واقعہ پیش کیا جارہا ہے۔

(ترمذی باب مایقول اذا خرج من بیتہ قال حدیث حسن جلد ۲ صفحہ۱۸۱، رقم الحدیث: ۳۴۲۶۔ نزل الابرار صفحہ: ۱۶۷ ابو داؤد باب ما یقول خرج من البیت رقم الحدیث ۵۰۹۵، عمل الیوم و اللیلۃ لابن السنی ص: ۵۰ رقم الحدیث ۱۷۸)

علامہ دمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بہت سی کتابوں میں یہ

روایت دیکھی ہے جس کو زید بن اسلم نے اپنے والد کے واسطہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق ؓ مجلس میں لوگوں سے مخاطب تھے کہ ایک شخص اپنا لڑکا ساتھ لئے ہوئے حاضر مجلس ہوا، اس کو دیکھ کر حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا کہ میں نے ایسی مشابہت کوّں میں بھی نہیں دیکھی جیسی کہ تجھ میں اور تیرے لڑکے میں ہے، اس شخص نے جواب دیا کہ امیر المؤمنین اس لڑکے کو اس کی والدہ نے اس وقت جنم دیا جب کہ وہ مرچکی تھی، یہ سن کر حضرت عمر فاروق ؓ سیدھے ہوکر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ اس بچہ کا قصہ مجھ سے بیان کرو۔

چنانچہ اس شخص نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! ایک مرتبہ میں نے ایسی حالت میں سفر کا ارادہ کیا کہ اس کی والدہ حمل سے تھی، اس نے مجھ سے کہا کہ تم مجھے ایسی حالت میں چھوڑ کر سفر پر جارہے ہو، جب کہ میں حمل سے بوجھل ہورہی ہوں؟ میں نے کہا کہ میں اس بچے کو جو تیرے بطن میں ہے اللہ کے سپرد کرتا ہوں، یہ کہہ کر میں سفر پر روانہ ہوگیا اور کئی سالوں تک گھر سے باہر رہا، جب گھر میں واپس لوٹا تو حیران رہ گیا، کہ گھر کا دروازہ مقفل ہے، میں نے پڑوسیوں سے معلوم کیا کہ میری اہلیہ کہاں ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس کا تو انتقال ہوگیا، یہ سنتے ہی "انا للہ و انا الیہ راجعون" پڑھا، اور چچا زاد بھائی کے ساتھ اس کی قبر پر گیا، میں کافی دیر قبر پر ٹھہر کر روتا رہا، میرے بھائی نے مجھے تسلی دی اور گھر چلنے کو کہا، چند گز ہی ہم واپس لوٹے ہوں گے کہ مجھے قبرستان میں ایک آگ نظر آئی، میں نے اپنے بھائی سے پوچھا یہ آگ کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آگ روزانہ رات کے وقت بھابھی مرحومہ کی قبر سے نمودار ہوتی ہے۔

یہ سنتے ہی ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا اور کہا کہ میری بیوی تو بہت ہی نیک اور تہجد گذار تھی، پھر ایسا کیوں؟ تم مجھے دوبارہ اس کی قبر پر لے چلو، چنانچہ وہ

لوگ مجھے قبر پر لے گئے، جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو چچا زاد بھائی وہیں ٹھٹھک گئے اور میں تنہا اپنی مرحومہ بیوی کی قبر پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں!! کہ ایک غیبی آواز آئی کہ ''اے اللہ کو اپنی امانت سپرد کرنے والے! اپنی امانت واپس لے لے، اور اگر تو اس کی والدہ کو بھی اللہ کے سپرد کرتا تو وہ بھی تجھ کو مل جاتی'' یہ سن کر میں نے لڑکے کو اٹھا لیا، میرے لڑکے کو اٹھاتے ہی قبر برابر ہوگئی، امیر المؤمنین! میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے۔(حیاۃ الحیوان صفحہ/۲۲۵)

ویران مقامات میں مصیبت سے نجات کا ایک اکسیر نسخہ

"یَاعِبَادَ اللّٰہِ اِحْبِسُوْا یَاعِبَادَ اللّٰہِ اِحْبِسُوْ۔"

ترجمہ: (اللہ پاک نے زمین پر لوگوں کی نگہبانی کے لئے فرشتے مقرر کئے ہیں، ان کو خطاب کرتے ہوئے مصیبت زدہ یہ کہے کہ) اے اللہ کے بندو (اللہ کے حکم سے) حفاظت کرو، بچاؤ۔ بعض روایت میں **یَاعِبَادَ اللّٰہ اَعِیْنُوْنِیْ** ہے (اے اللہ کے بندو میری مدد کرو) (کتاب الاذکار للنووی ص/۵۳۲۔ الفتوحات ص/۱۵۰، جلد ۵: حصن حصین ص/۲۸۳۔ نزل الابرار ص: ۳۳۵)

فضیلت: (۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سنسان علاقہ میں تمہاری سواری میں کوئی نقص آجائے، تو مذکورہ اِحْبِسُوْ والی آواز دو۔

(۲): حضرت عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ جب تمہاری کوئی چیز (سواری یا زادِ راہ وغیرہ) گم ہوجائے یا تم ایسی جگہ پر ہو جہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہو، اور تمہیں کوئی ضرورت پیش آجائے تو یہ کہو۔

يَاعِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ۔

(۳) طبرانی نے حضرت عتبہ بن غزوانؓ سے حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے کہ جب تمہاری کوئی چیز گم ہوجائے یا تم کو مدد کی ضرورت پڑ جائے اور وہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہو تو تین مرتبہ یہ آواز "يَاعِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ" دو (اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جن کو تم دیکھتے نہیں ہو، جب تم یہ دعا کروگے تو وہ تمہاری مدد میں لگ جائیں گے)۔

مذکورہ ہر سہ روایات کا حاصل یہ ہے کہ جنگل بیابان میں یا کسی ایسے مقام پر جہاں کوئی انسان نہ ہو، اور کسی ہلاکت خیز مصیبت میں پھنس جائے (مثلاً غیر آباد علاقے میں سواری میں کوئی نقص آ گیا، یا جان و مال کی ہلاکت کا خطرہ ہو گیا) تو "يَاعِبَادَ اللهِ اَعِيْنُوْنِيْ" تین مرتبہ آواز دے کر کہے، انشاء اللہ غیب سے حفاظت کا انتظام ہوجائے گا، اور غیبی مدد ظاہر ہوگی، یہ طریقہ نہایت ہی مجرب ہے۔ بہت سے اکابر نے اسکو مجرب لکھا ہے، ابن حجرؒ نے ایضاح المناسک کے حاشیہ میں طبرانی کی مذکورہ حدیث نقل کرنے کے بعد، نیز ابن حجر مکی نے الفتوحات میں مجرب قرار دیا ہے۔

دشمن کی نظروں سے پوشیدہ رہنے کا نہایت زود اثر نسخہ

(۱) أُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ

(پارہ ۱۴ سورۃ النحل آیت/ ۱۰۸)

(۲) اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا

(پارہ ۱۵، سورۃ الکہف آیت/ ۵۷)

(۳) اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ وَاَضَلَّهُ اللهُ عَلٰى عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰى

سَمْعِهٖ وَقَلْبِهٖ وَجَعَلَ عَلٰى بَصَرِهٖ غِشٰوَةً۔

(پارہ ۲۵ سورۃ الجاثیہ آیت ۲۳) (تفسیر قرطبی جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۱۔ معارف القرآن صفحہ ۴۹۱، پارہ ۱۵، رکوع: ۵، سورہ بنی اسرائیل)

فضیلت:۔ حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب مشرکین کی آنکھوں سے مستور ہونا چاہتے تو قرآن کریم کی مذکورہ تینوں آیتیں پڑھ لیا کرتے، اس کی برکت سے کفار (دشمن) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں دیکھ پاتے تھے۔

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت کعبؓ والی تینوں آیتوں کے ساتھ سورۃ یسین کی آیت بھی شامل کر لی جائے، جس کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ معظّمہ سے ہجرت فرماتے وقت پڑھی تھی، جب کہ مشرکین مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مکان کا محاصرہ کر رکھا تھا تو اس وقت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ آیت کریمہ پڑھ کر ان پر مٹی ڈالتے ہوئے سب کے سامنے سے تشریف لے گئے تھے اور کسی نے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نہیں دیکھا، وہ آیت کریمہ یہ ہے۔ وَجَعَلْنَا مِنْ ۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ (پارہ ۲۲، سورۂ یسین آیت ۹۔)

قصہ (۱)

ایک ہی راستہ پر قریب سے گزرنے کے باوجود دیکھ نہ سکنا:

حضرت کعبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ واقعہ اور عمل، میں نے ملک شام میں ایک شخص سے بیان کیا۔ اس شامی کو کسی ضرورت سے رومیوں کے ملک میں جانا ہوا، وہ وہاں کافی عرصہ تک مقیم رہا، کچھ ہی عرصہ کے بعد رومی کفار نے اسے ستانا شروع کر دیا، تو یہ شخص وہاں سے بھاگ نکلا، رومیوں نے

اس کا تعاقب (پیچھا) کیا، تو اس بندۂ خدا کو حضرت کعبؓ والی روایت یاد آگئی اور اس کے مطابق وہ آیات پڑھنی شروع کردی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ ڈال دیا کہ جس راستہ پر یہ شخص چل رہا تھا، اسی راستہ سے اس کے دشمن بھی گزر رہے تھے مگر وہ لوگ اس کو نہ دیکھ سکے۔

قصہ (۲)

بدن سے بدن لگتا رہا...... پھر بھی پکڑ نہ سکے:

امام ثعلبیؒ فرماتے ہیں: حضرت کعبؓ سے جو روایت نقل کی گئی ہے میں نے وہ روایت رَے (مشہور شہر) کے رہنے والے ایک شخص کو بتلائی، اتفاق سے دیلم (عراق) کے کفار نے اس کو گرفتار کرلیا، کچھ عرصہ وہ ان کی قید میں رہا، ایک دن موقع پاکر بھاگ نکلا، ان لوگوں نے پکڑنے کے لئے اس کا تعاقب کیا، مگر اس نے بھی بھاگتے ہوئے حضرت کعبؓ کی بتلائی ہوئی مذکورہ آیتوں کا ورد شروع کردیا، نتیجہ یہ ہوا کہ دشمنوں کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑ گیا کہ وہ اس کو نہ دیکھ سکے، حالانکہ وہ اپنے دشمنوں کے ہمراہ ایسے ملے ہوئے چل رہے تھے کہ کبھی کبھی ایک دوسرے کے کپڑے بھی آپس میں لگ جایا کرتے تھے۔

قصہ (۳)

پکڑنے والے آگے نکل گئے:

امام قرطبیؒ فرماتے ہیں: مجھے اپنے ملک اندلس (اسپین) میں قرطبہ کے قریب قلعہ منشور میں یہ واقعہ پیش آیا، کہ میں دشمنوں کے سامنے سے بھاگتا ہوا آگے نکل گیا، اور ایک جگہ جاکر بیٹھ گیا، دشمنوں نے میرے پیچھے دو گھوڑ سوار

دوڑائے، جب کہ میں بالکل کھلے میدان میں اکیلا ہی تھا، میں سورہ یسین شریف کی آیتیں شروع سے لیکر "فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ" تک پڑھتا رہا، یہ دونوں سوار میرے برابر سے گزرے اور یہ کہتے ہوئے آگے کو بڑھ گئے کہ یہ بھاگنے والا کوئی انسان نہیں ہے بلکہ شیطان یا جنات معلوم ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں کی برکت سے ان کو مجھ سے اندھا کر دیا تھا۔

(تفسیر قرطبی جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۱۔)

مہلکات اور ظلم سے حفاظت ونجات کی دعاء

"لَآ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ الحَلِيْمُ، لاَ اِلٰهَ اِلاَّ اللّٰهُ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ لاَ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَرَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ۔

ترجمه: کوئی معبود نہیں مگر وہ اللہ جو بے حد بڑا اور بردبار ہے، اور نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اللہ جو بلند وبالا عرش کا مالک ہے، اور نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ اللہ جو تمام آسمان اور زمین کا پروردگار ہے، اور بہترین قسم کے عرش کا مالک ہے۔(بخاری : باب الدعاء عند الکرب جلد ثانی ص/۹۳۹، رقم الحدیث: ۶۳۴۵۔ الفتح الباری ترتیب مسند احمد ج: ۱۴، ص: ۲۶۳۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص:۸۹)

فضیلت: حضرت علیؓ نے فرمایا مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند ایسے کلمات سکھائے ہیں جن کو جابر وظالم بادشاہ یا ہر ایسی چیز کے پاس جو مجھے خطرہ میں ڈال دے پڑھتے رہنے کی تاکید فرمائی تھی۔ (احمد، نسائی، کنز) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکثر وبیشتر یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ (ترمذی)

قصہ (۱)

حجاج بن یوسف جیسا ظالم بھی کچھ نہ بگاڑ سکا:

حضرت ابورافع ؓ سے منقول ہے: حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ نے اپنی بیٹی کی شادی حجاج بن یوسف ؒ (جس کا ظلم مشہور ہے) سے کردی، رخصتی کے وقت اپنی بچی سے کہا کہ جب حجاج تیرے پاس آئے تو اس وقت یہ دعا پڑھ لیا کرنا، اور وہ دعاء سکھانے کے بعد حضرت عبداللہ نے دعویٰ (یقین کامل) کے ساتھ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قسم کی سخت مصیبت اور رنج وغم سے دوچار ہوتے ،تو ایسے وقت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے، راوی کہتے ہیں: اس دعا کی برکت سے حجاج ظالم کبھی اس عورت کو کسی قسم کی تکلیف نہ پہونچا سکا۔

(حیاۃ الصحابہ)

اس واقعہ کو فتح الباری میں نسائی اور طبرانی کے حوالہ سے اس طرح لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جعفر ؓ نے اپنی بیٹی کی جب شادی کرائی تو نصیحت کے طور پر فرمایا جب بھی تجھے کوئی مصیبت پیش آئے تو قبلہ رخ ہوکر یہ دعاء کرب (مصیبتوں سے نجات دلانے والی دعاء یعنی اوپر والی دعاء) پڑھ لینا۔

(فتح الباری جلد ۱۱، صفحہ ۱۷۶)

قصہ (۲)

بلایا تو تھا قتل کے لئے مگر............

حسن بن حسن بن علی جو اس حدیث کے راوی ہیں وہ یہ فرماتے ہیں کہ حجاج نے مجھے اپنے ظلم کا نشانہ بنانے کے لئے طلب کیا، میں اس وقت یہ مذکورہ کلمات

پڑھتے ہوئے پہنچا، مجھے دیکھتے ہی وہ کہنے لگا میں نے تو اس لئے بلایا تھا تا کہ تمہیں قتل کروں مگر اس وقت تم میری نظروں میں انتہائی محبوب ہو چکے ہو، بتاؤ تمہاری کیا ضرورت ہے؟ مجھ سے مانگ لو، اس کے بعد آپ کو باعزت رہا کر دیا۔

(فتح الباری جلد ۱۱، صفحہ ۱۷۶)

قصہ (۳)

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تلقین فرمائی، عمل کیا تو نجات پائی:

ابوبکر بن علی نامی ایک محدث مقام اصبہان میں تھے، ان کے خلاف کسی نے بادشاہ کے کان بھر دیئے، بالآخر بادشاہ نے ان کو گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا، اس واقعہ کے راوی ابوبکر رازیؒ فرماتے ہیں کہ میں اس وقت اصبہان ہی میں محدث ابونعیم کے یہاں حدیثیں لکھا کرتا تھا، میں نے ایک رات اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی، جبرئیل امین دا ہنی جانب تھے، آپ نے مجھ سے یہ فرمایا، ارے تم ابوبکر بن علی کو میرا یہ پیغام پہنچا دو، کہ صحیح بخاری والی دعاء کرب کا اہتمام کرے، جب تک کہ رہائی حاصل نہ ہو جائے، صبح اٹھ کر میں نے ان کو اس خواب سے مطلع کیا، انہوں نے اس کے مطابق عمل شروع کیا، کچھ ہی دنوں میں اللہ نے ان کو نجات عطا فرمائی۔ (فتح الباری جلد ۱۲، صفحہ ۱۷۷)

تحقیق: الفتح الربانی اور الکامل وغیرہ میں محققہ فیصلہ یہ ہے کہ حجاج ثقفی جیسے ظالم کے ساتھ عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنی بیٹی کا نکاح محض دفعِ شر کے لئے کیا تھا، ورنہ باپ اور بیٹی ہر دو اس نکاح سے راضی نہیں تھے، حدیث کے راوی حماد نے ابورافع سے یہ نقل کیا ہے کہ اس دعاء کی برکت سے حجاج اس شریف زادی کے

ساتھ ازدواجی امر میں بامراد نہ ہوسکا اور قریب ہونے میں ناکام رہا۔ (الفتح الربانی جلد ۱۴، صفحہ ۲۶۳) (۲) ابن السنی نے نقل فرمایا کہ حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت کرنے والے راوی عبداللہ بن الہاد کا بیان ہے کہ حضرت عبد اللہ بن جعفرؓ ہمیشہ اس دعاء کی بڑی تاکید فرماتے، نیز اس دعاء کو پڑھ کر بخار زدہ کو دم کرنے کا معمول تھا، رخصتی پر اپنی صاحبزادیوں کو بطور خاص اس دعاء کے اہتمام کی نصیحت فرماتے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ:۸۹)

بے گناہوں میں چلا زاہد جو اس کو دیکھنے
مغفرت بولی ادھر آ، میں گنہگاروں میں ہوں
وہ کرشمے شاہ رحمت نے دکھائے روز حشر
چیخ اٹھا ہر بے گناہ میں بھی گنہگاروں میں ہوں

چوری، ڈکیتی وغیرہ سے حفاظت کی دعاء

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ أَوِادْعُوا الرَّحْمٰنَ أَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْأَسْمَآءُ الْحُسْنٰى وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا۔

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ خواہ اللہ کہہ کر پکارو، یا رحمن کہہ کر پکارو، جس نام سے بھی پکاروگے، سو اسکے بہت سے اچھے اچھے نام ہیں، اور نماز میں نہ تو بہت پکار کر پڑھیں اور نہ بالکل ہی چپکے چپکے پڑھیں، اور دونوں کے درمیان ایک طریقہ اختیار کرلیجئے۔ (سورۂ بنی اسرائیل پارہ:۱۵، آیت ۱۱۰)

فضیلت: حضرت ابن عباسؓ سے یہ مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ آیتِ شریفہ کے بارے میں فرمایا وھو امان من السرقۃ یعنی اس کے

ذریعہ چوری سے حفاظت وسلامتی نصیب ہوتی ہے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ص ر ۲۲۸)

چور نے مال اٹھایا تو دروازہ بند اور واپس کیا تو دروازہ کھلا پایا:

ایک مرتبہ ایک صحابی رات کو یہ آیت پڑھ کر بستر پر لیٹے ہی تھے کہ کچھ دیر کے بعد ان کے مکان میں چور آگھسا، اور مکان میں جو کچھ سامان تھا اسے سمیٹ کر کندھے پر ڈالا اور باہر نکلنے کے ارادے سے دروازے کی جانب بڑھا، مگر دروازہ کو بند پایا، یہ دیکھ کر وہ بڑا پریشان ہوا، کوئی تدبیر سمجھ میں نہ آئی، بالآخر سارا سامان گھر میں واپس رکھ دیا اور دروازہ پر پہنچا تو اس نے دروازہ کھلا پایا، یہ دیکھ کر پھر اسکی نیت بگڑی، اور گھر کا سامان اٹھا کر دروازے سے باہر نکلنے کی کوشش کی مگر پہلے کی طرح پھر دروازہ بند پایا، ایسا تین مرتبہ پیش آیا ادھر یہ صحابی اپنے بستر ہی پر لیٹے لیٹے یہ ماجرہ دیکھ رہے تھے، چنانچہ اس حیرت انگیز حفاظت وسلامتی کو دیکھ کر پہلے تو وہ ہنسے، پھر چور سے کہنے لگے کہ میاں! میں نے تو اپنے پورے مکان کی حفاظت کا سامان کر رکھا ہے۔ اِنِّیْ اَحْصَنْتُ بَیْتِیْ (پھر چوری کیسے ہوسکتی ہے؟) چنانچہ وہ چور ناکام واپس لوٹ گیا۔

(سبل الہدیٰ والرشاد ص ر ۲۲۸)

قید وبند سے رہائی دلانے والی دعاء

لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔

(بکثرت اس کو پڑھتا رہے)

ترجمہ: عبادت کرنے کی اور گناہوں سے ہٹنے کی طاقت اس اللہ کی توفیق کے بغیر ممکن نہیں جو بے حد بلند وبالا ہے۔

بیڑیاں خود بخود کھل گئیں:

حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے لڑکے (حضرت) سالم (رضی اللہ عنہ) کو دشمن گرفتار کر کے لے گئے ہیں، اس کی ماں بہت ہی پریشان ہے، اب مجھے کیا کرنا چاہئے؟ علاج بتائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اپنی اہلیہ سمیت بکثرت لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے رہیں۔ چنانچہ ان دونوں نے حکم کی تعمیل کی جس کا اثر یہ ہوا کہ ایک دن سالم بیٹھے ہوئے تھے، اچانک اسی حالت میں ان کی بیڑی کھل گئی اور یہ وہاں سے نکل بھاگے، دشمنوں کی ایک اونٹنی ہاتھ لگ گئی جس پر سوار ہو لئے، راستے میں ان کو اونٹوں کا ریوڑ ملا، انہیں بھی اپنے ساتھ ہانک لائے۔

دشمن ان کے پیچھے تعاقب میں دوڑے، مگر یہ کسی کے ہاتھ نہ لگے، اور سیدھے اپنے گھر پہنچے اور دروازے پر کھڑے ہو کر آواز دی، حضرت عوفؓ نے آواز سن کر اپنی اہلیہ سے فرمایا، اللہ کی قسم! یہ تو سالم ہے۔ بیوی نے کہا، ارے وہ کہاں!! وہ تو بیچارہ قید و بند کی مصیبتیں جھیل رہا ہوگا، (انہیں یہ یقین نہیں آرہا تھا کہ ایسی سخت بیڑیوں سے چھوٹ کر وہ کیسے آسکتا ہے؟) اسکے بعد یہ دونوں اور خادم دروازے کی طرف تیزی سے بڑھے، دروازہ کھولا، تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضرت سالم رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں اور تمام انگنائی اونٹوں سے بھری پڑی ہے، یہ دیکھ کر خوشی سے جھوم اٹھے، خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد پوچھا کہ یہ اونٹ کیسے ہیں؟ انہوں نے اسکا پورا واقعہ بیان کیا، یہ سن کر حضرت عوفؓ کہنے لگے کہ اچھا ٹھہرو: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی بابت مسئلہ دریافت کر آتا

ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سارا مال تمہارا ہے، جس طرح چاہو استعمال کرو۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۵، صفحہ ۳۷۶، معارف القرآن جلد ۸، صفحہ ۴۸۷)

تحقیق: بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ علیہ السلام نے انہیں تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا مگر اس میں کوئی اشکال نہیں کہ ممکن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقویٰ اختیار کرنے اور بکثرت لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

دشمن پر غلبہ پانے کا نسخہ

"یَامَالِکَ یَوْمِ الدِّیْنِ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ۔"

ترجمہ: اے وہ جو روز جزاء کا مالک ہے، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے ہر کام میں مدد چاہتے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ر صفحہ ۶۰۲، عمل الیوم و اللیلۃ لابن السنی صفحہ ۸۷ حدیث نمبر ۳۳۴، الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۵۔)

قصہ: (۱)

دشمنوں کو فرشتوں کے ذریعہ چاروں سمت سے مار لگنا:

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب دشمن سے مقابلہ ہوا، تو میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ (مذکورہ بالا) دعا کرتے ہوئے سنا، میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمی گرتے چلے جارہے ہیں اور اندازہ یہ ہے کہ فرشتے اُنہیں آگے سے پیچھے سے ماررہے تھے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۳ر صفحہ ۶۰۲، نزل الابرار صفحہ: ۲۶۰۔)

قصہ: (۲)

علامہ ابن تیمیہؒ کی تلقین اور بادشاہ وقت کی کامیابی

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہؒ ایک مرتبہ حاکم وقت کے ساتھ جہاد کے لئے نکلے، جب لڑائی شروع ہوئی، تو حاکم نے اپنے زعم کے مطابق بطور تفاؤل یارب خالد بن الولید زور زور سے پکارا (شاید اس کا مقصد یہ ہو کہ اے خالد بن ولید کو کامیابی دینے والے رب ہمیں بھی فتح و کامیابی عطا فرما) علامہ ابن تیمیہؒ نے سنتے ہی بادشاہ پر نکیر فرمائی اور ارشاد فرمایا ارے **ایاك نعبد و ایاك نستعین** کہو، چنانچہ نیک دل بادشاہ نے ایسا ہی کیا تو آناً فاناً دشمنوں پر غلبہ حاصل ہو گیا۔

(نزل الابرار صفحہ: ۲۶۰)

ہر قسم کے مریض پر دم کرنے کی دعاء

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ أُعِيْذُكَ بِاللّٰهِ الْاَحَدِ الصَّمَدِ الَّذِيْ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ مِنْ شَرِّ مَا تَجِدُ۔

ترجمہ: اس اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان و نہایت رحم کرنے والا ہے، جو یکتا ہے، بے نیاز ہے، نہ اس نے کسی کو جنا، نہ وہ جنا گیا، نہ اس کا کوئی ہمسر ہے تمہاری حفاظت طلب کرتا ہوں اس برائی سے جو تم محسوس کرتے ہو۔

(الدعا صفحہ ۱۳۲۴، جلد ۳، الفتوحات صفحہ ۲۷، جلد ۴، ابویعلی)

دم بدم میں بیماری جاتی رہی:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ میں ایک مرتبہ بیمار ہوا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کیلئے تشریف لائے۔ مذکورہ تعوذ پڑھ کر دعا فرمائی اور جاتے ہوئے فرمایا، اے عثمان! یہ دعا پڑھ کر دم کیا کرو اس کا کوئی مثل نہیں ہے۔

محدث طبرانی کی کتاب الدعا میں یہ اضافہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مذکورہ کلمات پڑھ کر دم کیا تو اللہ پاک نے صحت دے دی۔

(الدعا صفحہ ۱۳۲۴، جلد ۲۔ الدعاء المسنون صفحہ ۳۱۱۔)

دنیا و آخرت میں بہتری کے لئے ایک مقبول دعاء

حتی کہ لاعلاج بیماری کیلئے بھی مجرب ہے

"رَبَّنَآ اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ فِی الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ"

ترجمہ: اے ہمارے پروردگار ہم کو دنیا میں بھی بہتری عنایت کیجئے، اور آخرت میں بھی بہتری عطا فرمائیے، اور دوزخ کے عذاب سے بچائیے۔

(مسلم جلد ۲، صفحہ ۳۴۳، باب کراھیۃ الدعاء بتعجیل العقوبۃ فی الدنیا، رقم الحدیث: ۲۶۸۸، الفتح الربانی ترتیب مسند احمد جلد ۱۴، صفحہ ۲۸۷، ابن کثیر صفحہ ۳۲۷۔)

فضیلت: یہ دعاء بڑی ہی جامع ہے، یہی وجہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب کوئی دعاء کو کہتا تو مذکورہ دعاء پڑھ دیتے، اور جب زیادتی کا خواہاں ہوتا تو فرماتے، اب اس سے زیادہ کیا دعا کروں۔

قصہ: چوزے کی طرح لاغر کر دینے والے مرض سے شفایابی:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک

مریض کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے، وہ صحابی مرض کی وجہ سے کمزور ہو کر چوزے کے مانند ہو گئے تھے (بہت ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: آپ کس طرح دعا کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، کہ میں اس طرح دعا کرتا ہوں کہ: اے اللہ! جو کچھ تو مجھے آخرت میں سزا دینے والا ہو اس کو دنیا ہی میں دیدے، یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ بھائی! تم اسے برداشت نہیں کر سکتے، (لہٰذا ایسی دعا نہ مانگا کرو) بھلا تم نے اس طرح دعا کیوں نہ مانگی؟ "رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ" حضرت انسؓ فرماتے ہیں اس کے بعد انہوں نے مذکورہ دعا مانگنی شروع کردی، جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شفائے کاملہ عطا فرمادی۔

تحقیق: (۱) حدیث میں قد صار مثل الفرخ وارد ہوا ہے، اور فرخ کے معنیٰ مرغی کا وہ بچہ جو ابھی انڈے سے نکلا ہو، اور ظاہر ہے اس وقت وہ بہت ہی کمزور ہوتا ہے، اسی امر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے دورِ حاضر کے بعض اکابر فرماتے ہیں کہ ایڈز کے مریض کے لئے یہ دعا مفید ہے، کیونکہ اس بیماری میں مریض کا ایسا ہی حال ہوتا ہے، لہٰذا اسے چاہئے کہ پورے یقین کے ساتھ یہ دعا پڑھتا رہے، انشاء اللہ بہت جلد شفا حاصل ہوگی۔

(۲) اس حدیث سے جہاں مذکورہ رَبَّنَا کی اہمیت سمجھ میں آتی ہے، وہیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اخروی سزا اور بلا کو طلب نہ کرنا چاہئے۔

وسوسہ دور کرنے کا علاج

"اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم"

ترجمہ: میں پناہ چاہتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے۔ (کتاب الاذکار

للنووی صفحہ ۱۰۵)

طریقہ: تین مرتبہ پڑھ کر الٹی جانب تین مرتبہ تھتکار دے۔

حاکم طائف جلیل القدر صحابی کا وسوسہ دور ہو گیا

حضرت عثمان بن العاص الثقفیؓ (جو قبیلۂ بنی ثقیف کے وفد کے ساتھ ۹ھ میں دربارِ رسالت میں حاضر ہوئے تھے) وہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ شکایت کی کہ اللہ کے رسول! یہ شیطان میرے اور میرے قرأت کے درمیان حائل ہوجاتا ہے، اور تلاوت میں اشتباہ پیدا کردیتا ہے، (لہٰذا اس کا کوئی علاج عنایت فرمائیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں یہ فرمایا یہ خنزَب نامی شیطان ہوتا ہے، (جو اس طرح کی شرارت کرتا ہے) لہٰذا جب بھی تم کو اسکا احساس ہو تو اس سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ چاہو (بکثرت اعوذ باللہ پڑھو) اور اپنی الٹی جانب تین مرتبہ تُھتکار دو، چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے وسوسے کو ہمیشہ کے لئے دور کردیا۔

فائدہ: اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ وغیرہ سے منقول، وساوس دور کرنے کے دیگر اذکار۔ مثلاً......

(۱) حدیث میں یہ آتا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نقل فرمایا کہ وسوسہ میں آدمی آمَنَّا باللہِ و برسولہٖ تین مرتبہ پڑھے۔

(کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۴۔)

(۲) بخاری اور مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وسوسے میں بکثرت تعوذ پڑھے۔ (کتاب الاذکار

للنووی صفحہ ۱۰۴۔

(۳) حضرت ابن عباسؓ نے ایک صاحب کو وسوسہ کے علاج میں یہ فرمایا جب تم کو وسوسہ پریشان کیا کرے تو یہ آیت پڑھ لیا کرو، **هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ**۔ (ابوداؤد شریف باب فی ردالوسوسۃ ص/۶۹۶، رقم الحدیث:۵۱۱۰۔)

(۴) بعضے علماء نے وضو، نماز وغیرہ کے وسوسہ کو دور کرنے کے لئے لا الہ الا اللہ کی تلقین فرمائی۔ (کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۵۔

(۵) ابوسلیمان دارانی نے احمد بن ابی الحواری کو دفع وسوسہ کے لئے دائماً خوش رہنے کی ہدایت فرمائی، اور اس کی علت یہ بتائی کہ مؤمن کی خوشی، شیطان کے لئے سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوتی ہے، لہٰذا صاحب ایمان کی مسرت وفرحت کو دیکھ کر یہ وسوسہ شیطانی خود بخود دور ہو جائے گا۔

(کتاب الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۵۔)

ہر قسم کے درد کو ختم کرنے کی ایک عجیب دعا

اوراس کا مخصوص طریقہ

"بِسْمِ اللّٰهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يَشْفِيْ سَقِيْمَنَا۔"

(بخاری باب رقیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم جلد ۲، صفحہ ۸۵۵، رقم الحدیث:۵۷۴۵، نزل الابرار صفحہ ۲۷۲۔)

طریقہ: علامہ نوویؒ نے اس دعا کے لئے ایسا طریقہ بتایا ہے جس کو دعا کے مضمون اور موقع ومحل کے اعتبار سے بہت ہی مناسبت ہے، فرماتے ہیں دعا پڑھنے والا سب سے پہلے اپنی شہادت کی انگلی پر کچھ تھوک لے لے اور پھر انگلی کو

مٹی پر لگائے، اسکے بعد اسی انگلی کو درد والی جگہ پر گھماتے ہوئے مذکورہ بالا دعا طاق عدد میں پڑھتا رہے، انشاء اللہ چند مرتبہ ایسا کرنے سے اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کریں گے۔

پیشاب کی روک اور پتھری دور کرنے کی دعا

" رَبُّنَا الَّذِیْ فِی السَّمَاءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ، اَمْرُكَ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ، كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَاءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ، وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَایَانَا، اَنْتَ رَبُّ الطَّیِّبِیْنَ، فَاَنْزِلْ شِفَاءً مِّنْ شِفَائِكَ، وَرَحْمَةً مِّنْ رَحْمَتِكَ عَلٰی هٰذَا الْوَجَعِ۔

(عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی رقم الحدیث ۵۶۷۔ ابوداؤد باب کیف الرقی، صفحہ ۵۴۳، رقم الحدیث: ۳۸۹۲، نزل الابرار صفحہ ۲۶۷۔)

ترجمہ: ہمارا رب وہ ہے جو آسمان میں ہے، تیرا نام مقدس ہے، تیرا حکم زمین و آسمان میں ہے جس طرح آپ نے اہل سماء پر رحم فرمایا ہے، زمین پر بھی اپنی رحمت نازل فرما، ہمارے گناہ معاف فرما، آپ ہی پاکیزہ ہستیوں کے رب ہیں، اپنے خزانۂ شفاء میں سے شفاء اور اپنے ذخیرۂ رحمت میں سے رحمت اس بیماری پر نازل فرمایا۔

طریقہ: خود اس دعا کو پڑھتا رہے، اور خود نہ پڑھ سکے تو کوئی اور پڑھ کر اس پر دم کر دیا کرے، یا کاغذ پر لکھ کر اس کا پانی پلادے۔ (الدعاء المسنون صفحہ ۳۰۵)

دعاء پڑھتے ہی پیشاب شروع ہوگیا:

حضرت ابودرداؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا کہ میرے والد کا پیشاب رک

گیا ہے اور پیشاب میں پتھری آچکی ہے، اس پر حضرت ابودرداءؓ نے ان کو ایک دعا سکھائی جس کو انہوں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کی تھی۔ چنانچہ اس آدمی نے یہ دعاء پڑھی تو پیشاب جاری ہوگیا۔

امام نسائی نے یہ واقعہ اس طرح بیان کیا ہے کہ حضرت ابودرداء کی خدمت میں عراق کے دو شخص کسی آدمی کے حبس بول کی شکایت لے کر آئے، حضرت ابودرداءؓ نے بطور علاج فرمایا کہ میں نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے جس کسی کو یا اس کے بھائی کو یہ (حبسِ بول کی) شکایت ہو، تو اسے چاہئے کہ یہ (مذکورہ بالا دعا) پڑھے۔ چنانچہ ان حضرات نے یہ دعا پڑھی تو ان کا کام بن گیا۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۵۶۷)

پھوڑا پھنسیوں کا علاج

"اَللّٰھُمَّ مُصَغِّرَ الْکَبِیْرِ وَمُکَبِّرَ الصَّغِیْرِ صَغِّرْ مَابِیْ"

ترجمہ: اے اللہ بڑے کو چھوٹا کر دینے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے، میرے جسم کی پھنسیوں کو ختم فرما دے۔ (الاذکار للنووی صفحہ ۱۰۷، نزل الابرار صفحہ ۲۷۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۶۲۔ حدیث نمبر ۶۳۵۔)

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ کی پھنسی پھوٹ گئی:

ام المؤمنین حضرت زینب بنت جحشؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دولت کدہ پر تشریف لائے، میری انگلی پر پھنسی نکلی ہوئی تھی، اسے دیکھ کر فرمایا کہ تمہارے پاس ذریرہ (ہندوستان کی خوشبودار لکڑی) ہے؟ جواب دیا: ہاں، چنانچہ اس لکڑی کو پھنسی پر رکھا اور حکم دیا کہ اب یہ دعا پڑھو، میں نے

جب ایسا کیا تو اچانک وہ پھنسی پھوٹ کر ٹھیک ہوگئی۔

تحقیق (۱) عموماً روایت میں عن بعض ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم وارد ہے، مگر حاکمؒ نے یہ تعیین فرمائی کہ اس سے زینب بنت جحشؓ مراد ہیں۔ (حاشیہ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۶۲۔)

(۲) الذریرۃ نوع من الطیب مجموع من اخلاط، قیل ہی فتات قصب ما کان النشاب وغیرہ، (النہایہ دوم صفحہ ۱۵۶) (چند عطریات سے مرکب ایک قسم کی خوشبو، اور اک قول کے مطابق بانس کی لکڑی کی بھوسی جس بانس سے تیر وغیرہ بناتے ہیں۔

بخار دور کرنے کا جھاڑ

"بِسْمِ اللّٰهِ اَرْقِيْكَ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ مِنْ كُلِّ دَاءٍ يُّؤْذِيْكَ وَمِنْ كُلِّ نَفْسٍ حَاسِدَةٍ وَطَرْفَةِ عَيْنٍ وَاللّٰهُ يَشْفِيْكَ۔"

ترجمہ: اللہ کے نام کی مدد سے میں تجھے دم کرتا ہوں، اللہ ہی تجھے ہر تکلیف دہ بیماری سے تندرستی عطا فرمائے اور ہر حسد کار اور ہر نظر بد سے دور رکھے، اور اللہ تجھے خوب صحت عطا فرمائے۔ (عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ ۱۴۵، رقم الحدیث ۵۶۹۔)

پلک جھپکتے ہی اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بخار ختم ہوگیا:

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں اور حضرت ابوبکرؓ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سخت بخار میں مبتلا تھے، اور بستر پر لیٹے ہوئے تھے، ہم نے سلام کیا تو آپ

جواب نہ دے سکے، جب ہم نے آپ کی یہ حالت دیکھی، تو مکان سے باہر چلے آئے، ابھی نکلے ہی تھے کہ آپ کا قاصد ہمیں بلانے آپہنچا، جب ہم حاضر خدمت ہوئے تو آپ اس طرح بیٹھے ہوئے تھے کہ گویا کوئی تکلیف ہی نہ تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، آپ دونوں کے باہر چلے جانے کے بعد میرے پاس دو فرشتے آئے، ایک تو میرے سرہانے بیٹھا اور دوسرا پائتیں (پاؤں کی جانب) پر، پائتیں والے نے سرہانے والے سے یہ سوال کیا، کہ انہیں کیا تکلیف ہے؟ تو دوسرے نے جواب دیا کہ انہیں بہت سخت بخار ہے، پائتیں والے نے کہا کہ پھر تو انہیں یہ کلمات پڑھ کر دم کر دیا جائے، فائدہ ہو جائے گا۔ (یہ کہہ کر اوپر والے کلمات بتائے) اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان فرشتوں نے پڑھ کر دم کیا کہ ساری تکلیف جاتی رہی، اسی خوش خبری کو سنانے کیلئے آپ دونوں حضرات کو طلب کیا۔

ادائیگی قرض کی دو اہم دعائیں

(اول) اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ۔

ترجمہ: اے اللہ! میں ہر فکر وغم سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور عاجز ہو جانے اور سستی سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور بزدلی و کنجوسی سے تیری پناہ چاہتا ہوں اور قرضہ کے غلبہ اور لوگوں کے مجھ پر مسلط ہونے سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۳، صفحہ ۵۳۳، سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۴۔ ابوداؤد جلد ۲، صفحہ ۳۷۰۔)

بے بس کردینے والا قرضہ ادا ہوگیا:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک انصاری صحابی ابو امامہ رضی اللہ عنہ پر پڑی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوامامہ! کیا بات ہے؟ تم آج مسجد میں نماز کے اوقات کے علاوہ دوسرے وقت میں بیٹھے نظر آرہے ہو، انہوں نے جوابدیا، یارسول اللہ! بے حد غم اور قرضوں نے مجھے گھیر لیا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تمہیں ایسی دعا نہ سکھاؤں کہ جب تم اسے پڑھو گے تو اللہ تمہارا غم دور کردیں گے اور قرض اتروادیں گے، انہوں نے کہا یارسول اللہ! ضرور سکھادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح اور شام یہ (مندرجہ ذیل) دعا پڑھا کرو۔

(دوم): اَللّٰهُمَّ فَارِجَ الْهَمِّ كَاشِفَ الْغَمِّ، مُجِيْبَ دَعْوَةِ الْمُضْطَرِّيْنَ رَحْمَانَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَرَحِيْمَهُمَا اَنْتَ تَرْحَمُنِيْ بِرَحْمَةٍ تُغْنِيْنِيْ بِهَا عَنْ رَحْمَةِ مَنْ سِوَاكَ۔

ترجمہ: اے بے چینی کو دور کرنے والے اور پریشانی کو ختم کرنیوالے بے قراروں کی دعاء قبول کرنے والے، دنیا اور آخرت ہر دو جہاں میں شفقت و مہربانی کرنے والے، آپ اپنی ایسی رحمت کے ذریعہ مجھ پر رحم فرمائیے کہ جو مجھ کو تیرے سوا ہر کسی کی عنایت وتوجہ سے بے نیاز کردے۔ (سبل الہدیٰ والرشاد جلد ۱۰، صفحہ ۲۲۳۔ نزل الابرار صفحہ ۲۶۳۔ (۲) نزل الابرار: صفحہ ۲۶۳)

فضیلت: نزل الابرار میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے اپنے والد محترم کو مذکورہ دعاء برائے ادائے

قرض نقل کرتے ہوئے یہ بھی بتایا کہ یہی دعاء حضرت عیسیٰ بن مریمؑ اپنے حواریین اور متعلقین کو سکھلاتے تھے۔

باپ بیٹی ہر ایک کا عجیب وغریب قصہ

(۱) بیہقی میں ہے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ والد محترم حضرت ابو بکر صدیقؓ میرے گھر تشریف لائے، میں نے ان سے کہا کہ میں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی دعا سنی ہے کہ اگر کسی شخص پر پہاڑ کے برابر سونا قرضہ ہو اور وہ اس دعاء کو پڑھے تو اللہ تعالیٰ اسے بھی ادا کروا دیں گے، پھر میں نے وہ دعاء پڑھ کر سنائی، حضرت ابو بکرؓ فرماتے ہیں مجھ پر وادی بھر قرضہ تھا، جس سے میں کافی پریشان تھا، اس دعا کی برکت سے چند ہی دن گزرے کہ اللہ تعالیٰ نے تجارت میں وہ فائدہ عنایت فرمایا کہ جتنا قرضہ تھا وہ سب ادا ہو گیا۔

(۲) حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میرے ذمہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ کا ایک دینار اور تین درہم قرضہ تھا، میں ایسی پریشان تھیں کہ جب بھی اسماء کو دیکھتی تو شرما جاتی، مگر یہ دعا پڑھتی رہی تو اللہ تعالیٰ نے روزی میں وہ برکت دی کہ میں نے ان کا سارا قرضہ ادا کر دیا۔ (ترمذی شریف باب ماجاء مایقول اذا رأی مبتلیٰ جلد ثانی صفحہ ۱۸۱، رقم الحدیث: ۳۴۳۱۔ ابن ماجہ: رقم الحدیث: ۳۸۹۲، کتاب الدعاء للطبرانی صفحہ ۲۵۳، رقم الحدیث: ۹۷۷۔ عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی صفحہ: ۸۲ رقم الحدیث ۳۰۸)

تحقیق: نزل الابرار میں بحوالہ مستدرک حاکم اس حدیث میں یہ اضافہ مروی ہے کہ حضرت اسماء بنت عمیسؓ جب بھی میرے گھر آتی، تو مارے شرم کے ان کے چہرے کی جانب نظر کرنا مشکل ہو جاتا، کیونکہ ادائے قرض کے لئے

میرے پاس کوئی چیز نہ ہوتی تھی، اور جب اس دعاء کی برکت سے من جانب اللہ انتظام ہوگیا تو قرضہ کی ادائیگی کے ساتھ متعلقین میں بھی تقسیم کیا اور اپنی بھتیجی حضرت عبدالرحمن کی بیٹی کو بھی زیورات دیئے، پھر بھی کچھ باقی بچا۔

کسی مصیبت زدہ پر نظر پڑتے وقت کی دعاء

"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ عَافَانِیْ مِمَّا ابْتَلَاكَ بِهٖ وَ فَضَّلَنِیْ عَلٰی كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقَ تَفْضِیْلاً۔"

ترجمہ: تمام تعریفیں اس اللہ کیلئے ہے، جس نے مجھے اس مصیبت سے عافیت عطا فرمائی جس میں تو مبتلا ہے۔ اور بہت سی مخلوق پر مجھے فضیلت بخشی۔(۱)

فضیلت: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی شخص کسی مصیبت زدہ (بیمار، اکسیڈنٹ میں زخمی، قیدو گرفت، وغیرہ ناگوار حالت والے) کو دیکھ کر مذکورہ بالا دعا پڑھے تو اللہ تعالیٰ پڑھنے والے کو یقینا پوری زندگی جب تک وہ رہے اس مصیبت سے اس کو عافیت دیں گے، بچائیں گے (اس مصیبت سے زندگی بھر باذن اللہ اس کو دور رکھا جائے گا)

آٹو میٹک الارام

"قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَىَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا۔

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے! میں تو تم ہی جیسا بشر ہوں، میرے پاس بس یہ وحی

آتی ہے، کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے، جو شخص اپنے رب سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے، اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔ (کتاب فضائل القرآن لابی عبید، باب فی فضل سورۃ الکہف، الزیادۃ و الاحسان فی علوم القرآن للامام محمد ابن احمد بن عقیلہ المکی، صفحہ ۱۶۸، جلد ۲۔ فیض القدیر صفحہ ۱۰۴، جلد ۳)

فضیلت: (۱) حضرت زر بن حبیشؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتے ہیں کہ جو آدمی سورۂ کہف کی آخری آیت اس ارادہ سے پڑھتا ہے کہ رات کے فلاں حصہ میں بیدار ہو جاؤں، اور میری آنکھ کھل جائے، تو اللہ تعالیٰ اس کو متعینہ وقت پر بیدار فرما دیتے ہیں۔

(۲) حضرت عائشہؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی نقل فرماتی ہیں کہ کیا میں آپ لوگوں کو ایسی سورت بتاؤں جس کے عظیم الشان ثواب نے آسمان و زمین کے خلاء کو بھر دیا، اور اس کے لکھنے والے کے لئے بھی، پڑھنے والے کی طرح ثواب ہے۔ اور جو شخص اس کو بروز جمعہ پڑھے اللہ تعالیٰ دوسرے جمعہ تک کے سارے گناہ معاف فرما دیتے ہیں، اور جو شخص اس سورت کی آخری پانچ آیات کو سونے سے پہلے پڑھتا ہے تو اس کی برکت سے رات کو جس وقت اٹھنا چاہے، اللہ تعالیٰ اسی وقت بیدار فرما دیتے ہیں؟ اور وہ سورت سورۂ کہف ہے۔

فائدہ: پہلی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ متعینہ وقت پر بیدار ہونے کے لئے اس سورت کی فقط آخری آیت پڑھ لی جائے، جب کہ دوسری روایت سے معلوم ہوا کہ اخیر کی کل پانچ آیات یعنی اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سے آخر سورت تک پڑھے۔

راویٔ حدیث اور مشہور و معروف قاری کا مشاہدہ:

(۱) حدیث کے راوی ''عبدہ'' فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا بارہا تجربہ کیا اور اسی طرح پایا۔

(۲) ابن کثیر مکیؒ فرماتے ہیں کہ بندے نے بیشمار مرتبہ جہاد وغیرہ میں اس کا تجربہ کیا، کہ اس کو پڑھ کر جب میں سویا تو جس وقت اٹھنے کی چاہت ہوتی اسی وقت میری آنکھ کھل جاتی، البتہ میں اِنَّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْ الصَّالِحَاتِ سے آخر تک پڑھتا ہوں۔ (حاشیہ الزیادۃ والاحسان صفحہ ۱۶۹ جلد ۲۔)

دانت کے درد کی دو اہم دعائیں

(اول) اَللّٰهُمَّ اَذْهِبْ عَنْهُ مَا يَجِدُ وَفُحْشَهُ بِدَعْوَةِ نَبِيِّكَ الْمَكِيْنِ الْمُبَارَكِ عِنْدَكَ۔

ترجمہ: اے اللہ! اس کی تکلیف اور سخت درد تیرے بابرکت و مرتبت نبی کی دعا کے صدقہ دور فرما۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱، صفحہ ۴۲۲، بحوالہ بیہقی)

قصہ (۱)

ابن رواحہ کی دانت کی تکلیف دور ہوگئی

بیہقی، عبداللہ بن رواحہؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دانتوں کے درد کی شکایت کی تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے اس رخسار پر جس میں درد تھا رکھ کر سات مرتبہ یہ (اوپر والی) دعا پڑھی۔

دست مبارک اٹھانے سے پہلے اللہ نے ان کا درد دور فرما دیا

(دوم) بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ اَسْئَلُكَ بِعِزِّكَ وَ جَلَالِكَ وَ قُدْرَتِكَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ فَاِنَّ مَرْیَمَ لَمْ تَلِدْ غَیْرَ عِیْسٰی مِنْ رُّوْحِكَ وَ کَلِمَتِكَ اَنْ تَکْشِفَ مَا تَلْقٰی فَاطِمَةَ بِنْتِ خَدِیْجَةَ مِنَ الضُّرِّ۔

ترجمہ: اللہ کی ذات اور صفات، عزت، عظمت اور ہر چیز کی قدرت کے طفیل یہ مانگتا ہوں، کہ فاطمہ بنت خدیجہؓ کو ہونے والی دانت کی تکلیف دور فرما، آپ ایسے قدرت والے ہیں کہ حضرت مریمؑ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے حکمِ خاص اور کلمہ ''کُن'' کی برکت سے جنا۔

حمیدیؒ روایت کرتے ہیں کہ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دردِ دنداں کی شکایت کرتی ہوئی آئیں، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنے دست مبارک کی انگشت شہادت اس دانت پر رکھ کر جس میں درد تھا پڑھا، چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اپنے درد سے آرام ملا۔

ایک لڑکی اور حجاج بن یوسف کا عجیب وغریب قصہ

ام ابان ہندہ بنت نعمان بن بشیر الانصاریہ نامی ایک بہت ہی حسینہ، جمیلہ، فصیحۃ اللسان وادیبۃ الزمان خاتون تھی۔ اس کا پہلا نکاح روح بن زنباع سے ہوا تھا، اس کے بعد جبراً حجاج نے اس سے دو لاکھ درہم پر نکاح کیا، مگر اسکے دل میں حجاج کی نفرت برقرار رہی، ایک مرتبہ آئینہ میں اپنے حسن و جمال اور حجاج کا موازنہ کرتے ہوئے بے ساختہ فی البدیہہ اسکی زبان پر یہ اشعار جاری ہوئے۔

وهل هند الا مهرة عربية سليلة أفراس تحللها بغل

ہندہ نہیں ہے مگر عربی گھوڑی جو اچھے گھوڑی کی نسل سے ہے جس سے ایک خچر نے نکاح کیا

فان ولدت فحلاً فللّٰہ درھا وان ولدت بغلا فجاء بہ البغل

اب اگر با کمال نر کو جنے تو کیا ہی خوب ہے اور اگر خچر کو جنے تو سمجھ لو کہ خچر سے خچر ہی پیدا ہوتا ہے

جس وقت یہ اشعار پڑھ رہی تھی، حجاج اچانک کمرے میں داخل ہوا اور اسنے یہ اشعار سن لئے، تو مارے غصہ کے اسے طلاق دے دی، اور مہر عبداللہ بن طاہر کی معرفت ادا کر دی، لیکن غیرت مند عورت نے یہ کہتے ہوئے ابو طاہر کو وہ رقم بطور تحفہ دے دی، کہ ثقیف کے کتے سے نجات کی بشارت سنانے پر میں یہ خطیر رقم تجھے دیتی ہوں، اس کے بعد عبدالملک بن مروان کو اس کے حسن و جمال کی اطلاع ہوئی تو پیغام نکاح دیا، عورت نے جواباً ایک تحریر لکھی جس کا مضمون یہ تھا کہ امیر المؤمنین کو معلوم ہونا چاہئے کہ برتن میں کتے نے منہ ڈال دیا ہے، خط پڑھ کر عبدالملک خوب ہنسا اور جواب میں لکھا "إِذَا وَلَغَ الْكَلْبُ فِيْ إِنَاءِ أَحَدِكُمْ فَلْيَغْسِلْهُ سَبْعاً إِحْداً هُنَّ بِالتُّرَابِ فَاغْسِلِ الْإِنَاءَ يَحِلَّ الْإِسْتِعْمَالُ" جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو سات مرتبہ اس کو دھویا جاتا ہے تم بھی برتن کو دھو لو قابل استعمال ہو جائے گا۔

ہندہ نے عبدالملک کا جواب پڑھ کر انہیں لکھا کہ امیر المؤمنین بخدا میں اس شرط کے ساتھ نکاح کے لئے راضی ہوں کہ میری رخصتی کے وقت حجاج ابن یوسف ثقفی میری سواری کی نکیل تھام کر معرہ (سوریہ میں ایک شہر کا نام ہے) سے لے کر آپ کے شہر تک مجھ کو پہنچائے، اس حال میں کہ وہ ننگے پاؤں پیدل چل رہا ہو، نیز وہ اپنے آباؤ اجداد کے اصلی شتر بانی لباس (اونٹ کے چرواہوں کا پوشاک) میں ہو، یہ شرط سن کر تو عبدالملک ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گیا اور شرط منظور کرتے ہوئے حجاج کو اسکا مکلف کیا، بادشاہ کے حکم کے سامنے حجاج بے بس

ہوگیا اور چارو ناچارا سے امتثال امر کے لئے تیار ہونا پڑا، چنانچہ حجاج ''ہندہ'' کی رخصتی کے دن حاضر ہوا اور ہندہ کی اونٹنی کی نکیل پکڑے، ننگے پاؤں شتر بانوں کی ہیئت میں آگے آگے چلنے لگا، ہندہ کے ساتھ سہیلیاں اور خادمات تھیں، چنانچہ موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہندہ اپنی سہیلیوں اور ہیفاء کے ساتھ مل کر طنز اور چٹکی بھرتی رہی، حتی کہ ہیفاء سے کہا ارے دایہ! ذرا محمل کا پردہ ہٹاؤ، اسکے بعد حجاج کو دیکھ کر زوروں کے قہقہہ لگائیں۔

اسی طرح استہزاء اور مذاق اڑاتی ہوئی جب عبدالملک کے شہر سے قریب ہوئی، تو اس ادیبۃ الزمان دلہن نے عجیب وغریب انداز سے اپنی ذہانت وفطانت کا لوہا منوایا کہ حجاج کو منہ کی کھانی پڑی، شاید ایسی تحقیر وتذلیل اس کی کبھی نہیں ہوئی ہوگی، ہوا یہ کہ اس نے چپکے سے ایک دینار نکال کر کے زمین پر ڈال دیا، اور حجاج کو مخاطب کیا ''**یا جمال**'' اے شتر بان! ہمارا ایک درہم گر گیا ہے اٹھا کر دے۔

حجاج زمین پر درہم ڈھونڈھنے لگا مگر اسے دینار ہی نظر آیا۔ تو کہنے لگا یہاں دینار ہے، درہم نہیں، ہندہ نے کہا نہیں: وہ تو درہم ہی تھا، اس نے پھر کہا ارے دینار ہی ہے، اب موقع پا کر استعارہ کرتے ہوئے کہنے لگی "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سَقَطَ مِنَّا دِرْھَمٌ فَعَوَّضَنَا اللّٰہُ دِیْنَاراً"، میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں، گرا تو میرا درہم تھا، مگر بدلے میں اس نے دینار عطا کیا (تجھ حقیر کے بدلے عبدالملک بن مروان جیسے بادشاہ وقت کی زوجیت کا شرف بخشا) حجاج پوری بات سمجھ گیا، اور بے حد شرمندہ ہو کر خاموش ہوگیا، اور اس سے کوئی جواب نہ بنا، اس طرح وہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچ گئی۔ (اعلام النساء جلد ۵، صفحہ ۲۵۶ تا ۲۵۹، تاریخ الاسلام ووفیات المشاہیر والاعلام للذہبی جلد ۶، صفحہ ۱۷۱، الاصابۃ

جلد ۵، صفحہ ۳۰۲، سیر اعلام النبلاء جلد ۵، صفحہ ۳۰۲، البدایہ والنہایہ جلد ۹ صفحہ ۱۰۱ المنتظم فی تاریخ الملوک والامم جلد ۶ صفحہ ۳۳۶۔)

نوٹ:۔ الحمدللہ یہاں تک کے مضامین کی پروف ریڈنگ مدینہ منورہ کے قیام میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

دعوت فکروعمل واقعات کی روشنی میں

انوکھا مسافر: اچھرہ لاہور کے قریب ایک اسلامی قصبہ ہے (جس زمانے کا واقعہ ہے اس وقت اچھرہ کی آبادی لاہور سے بالکل الگ تھی اور بیچ میں لمبے فاصلے تک کھیت تھے) کئی سال گزرے اس قصبہ کی جامع مسجد میں نماز مغرب پڑھی جارہی تھی کہ ایک نہایت ہی دبلا پتلا مسافر آیا اور شامل نماز ہوگیا، اگرچہ یہ مسافر محض ہڈیوں کا ڈھانچہ تھا۔ تاہم اس کی صورت بااثر تھی، نماز پڑھی گئی اور نمازی اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک مقامی مسلمان کھانا لے کر داخل مسجد ہوا اور اس نووارد سے کہا، آپ بھوکے ہوں گے میں کھانا لایا ہوں، براہ کرم تناول فرمالیں، آپ کی بڑی عنایت ہوگی۔

مسافر نے جواب دیا، معاف فرمایئے! مجھے کچھ پرہیز ہے، مقامی مسلمان نے جواب دیا، حضرت! آپ کچھ فکر نہ کیجئے یہ سادہ سی روٹی ہے۔ مرچ کم ہے، اور گھی بھی بازاری نہیں ہے۔

مسافر نے کہا، بھائی میرا یہ مطلب نہیں ہے، مقامی مسلمان نے پوچھا پھر کیا مطلب ہے، مسافر چپ ہوگیا اور مقامی مسلمان اس کے چہرے کی طرف دیکھنے لگا، چند منٹ بعد مسافر نے زبان کھولی اور کہا، امید ہے کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے، مجھے آپ سے کچھ بھی کہنے سننے کی ضرورت نہ تھی لیکن آپ

کھانا لے کر آ گئے، تو مجبوراً مجھے عرض کرنا ضروری ہو گیا ہے، آپ جانتے ہیں کہ شریعت اسلام میں رزق حلال نماز پنجگانہ ہی کی طرح فرض ہے، ایک روایت میں ہے کہ اگر کسی مسلمان کا لقمہ حلال نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کے نہ فرض قبول ہوتے ہیں اور نہ نفل چونکہ اس انگریزی راج میں حلال وحرام کی تمیز اٹھ چکی ہے اس لئے میں جب تک پوری طرح جان پہچان نہیں کر لیتا، میں کسی بھائی کا کچھ نہیں کھاتا ہوں۔

مقامی مسلمان نے کہنا شروع کیا: حضرت آپ نے یہ فرمایا ''معاذ اللہ'' میں حرام خور نہیں ہوں یہ چوری کا مال نہیں ہے۔ جو آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا ہے، میں یہاں منڈی میں آڑتی ہوں اور بیوپار کر کے اپنی روزی کماتا ہوں۔ آپ اس کا وہم نہ کیجئے۔ مسافر نے پوچھا، تو پھر آپ کی تجارت کے کسی مرحلہ میں سود کا لینا دینا نہیں ہوتا؟

مقامی مسلمان نے جواب دیا: میں یہ تو نہیں کہہ سکتا، کئی مواقع پر ہم کو منڈی سے قرض لینا پڑتا ہے اور مقررہ شرح پر سود دینا پڑتا ہے، اسی طرح تجارتی مال کے ہیر پھیر میں دوسرے سے بھی ہم سود وصول کر لیتے ہیں۔ مسافر نے کہا تو بہت اچھا، میں معافی چاہتا ہوں کہ آپ کو تکلیف ہوئی، احکام قرآن کے مطابق وہ تجارتی منافع جس میں سود کی آمیزش ہو حلال نہیں کہلا سکتا، ممکن ہے کہ آپ تجارتی رسوم یا حکومتی اصرار کے ماتحت مجبور ہوں، لیکن میں مجبور نہیں ہوں، بیشک آپ کو تکلیف ہوئی اور آپ کی دل شکنی بھی ہوئی ہوگی، مگر آپ کے اسلامی اخلاق سے امید کرتا ہوں کہ آپ اس کے لئے مجھے معاف فرما دیں گے۔

اس کے بعد مسافر نے مقامی مسلمان سے رخ پھیر لیا اور قبلے کی طرف منہ

کرلیا اور یاد خدا میں مشغول ہوگیا، مقامی مسلمان اس آخری جواب سے سخت مضطرب اور پریشان ہوا اور اس نے نہایت ندامت سے برتن اٹھائے اور سر جھکا کر واپس چلا آیا اور برتن گھر پہنچا کر ہمسایہ کے یہاں پہنچا اور اس سے کہا کہ مسجد میں ایک بزرگ مسافر آئے ہیں، آپ اپنے یہاں سے کھانا لے کر جائیں اور کھلا آئیں، یہ ہمسایہ مقامی ہسپتال میں ڈاکٹری کا کام کرتا تھا، ڈاکٹر صاحب نے کھانا اٹھایا اور مسجد میں جا پہنچے، مسافر نے نہایت نرمی اور خوش خوئی کے ساتھ ڈاکٹر صاحب سے تعارف اور جان پہچان کی فرمائش کی ڈاکٹر صاحب ذرا باتونی بزرگ تھے، انہوں نے کہانی سنانا شروع کی اور فرمایا، حضرت! مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے، میری ایک سو روپیہ تنخواہ ہے دو چار روپئے ہر روز اوپر سے بھی آجاتے ہیں، بڑا لڑکا کچہری میں ملازم ہے، وہ پچھتر روپئے تنخواہ پاتا ہے اور دو چار روپئے روزانہ وہ بھی لے آتا ہے، زمین بھی ہے، جہاں سے سال کا غلہ آجاتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

ڈاکٹر صاحب کی کہانی ختم ہوئی تو مسافر نے انہیں نہایت ہی محبت اور شیرنی سے سمجھایا کہ اسلام مقدس کی رو سے رشوت ستانی کس قدر بڑا جرم ہے اور آخر میں اپنی معذوری ظاہر کر کے کھانا کھانے سے انکار کر دیا، مسافر کی گفتگو اس قدر سنجیدہ اور باوقار تھی کہ ڈاکٹر صاحب نے بھی ان کے سامنے اپنی گردن خم کر دی اور بڑی ندامت کے ساتھ کھانا اٹھا کر گھر واپس چل دیئے، یہاں تاجر صاحب پہلے ہی ان کے منتظر تھے۔ دونوں نہایت ہی درد و ندامت کے ساتھ ایک دوسرے کو اپنی کہانی سنا رہے تھے، کہ اور نیک دل مسلمان وہاں جمع ہو گئے انہوں نے بھی یہ دونوں کہانیاں سنیں اور آناً فاناً یہ بات محلے میں عام ہوگئی۔

ڈاکٹر صاحب اور تاجر صاحب نے مل کر عرض کیا کہ اب کسی زمین دار کے

یہاں سے کھانا بھجوانا چاہئے، تا کہ اس پر سود یا رشوت کا الزام نہ آسکے، چنانچہ اسی وقت ایک زمین دار کے ہاں سے کھانا بھجوایا گیا۔

مسافر نے اس سے پوچھا، آپ کے پاس کوئی گروی زمین تو نہیں ہے؟ جب زمین دار صاحب نے اس کا اقرار کیا تو مسافر نے انہیں پھیر دیا اور کہا کہ جو شخص مسلمان ہو کر زمین گروی رکھتا ہے اس کی کمائی حرام سے خالی نہیں ہوسکتی۔ اس کے بعد ایک عالم صاحب کو بھیجا گیا ان میں یہ نقص پایا گیا کہ انہوں نے اپنی بہنوں کو حکم شریعت کے مطابق جائیداد میں حصہ نہیں دیا تھا، اس واسطے مسافر نے ان کا کھانا بھی رد کر دیا اور فرمایا کہ آپ بہنوں کے غاصب ہیں، اور کہا آپ کے ہر لقمے میں آدھے سے کم حرام شامل نہیں ہے نماز مغرب سے یہ سلسلہ شروع ہوا اور رات کے ۹ر بج گئے۔ متعدد مسلمان کھانا لے کر گئے مگر مسجد سے شرمندہ ونگوں سار ہو کر واپس آئے۔

مسافر ''کُلُوْا مِمَّا فِی الْاَرْضِ حَلٰلًا طَیِّبًا'' کی کسوٹی لئے مسجد میں بیٹھا تھا اور ہر ایک مسلمان کو جو کھانا لے کر جاتا تھا، اسی قرآنی کسوٹی پر پرکھتا اور شرمندہ کر کے باہر نکال دیتا تھا، تمام آبادی میں شور برپا ہو گیا جا بجا یہی چرچا تھا، مسلمانوں کو بھوک اور نیند بھول گئی۔ گھروں میں، بازاروں میں، گلی کوچوں میں جہاں بھی چار آدمی بیٹھے تھے، یہی گفتگو اور ذکر تھا، جب کسی جگہ ایک مسلمان دوسرے کو کہتا تھا کہ تم کھانا لے جاؤ تو وہ اسی وقت کانوں پر ہاتھ رکھ دیتا تھا، کوئی کہتا تھا کہ میں راشی ہوں۔ کوئی کہتا تھا کہ میں سودخور ہوں، کوئی کہتا تھا کہ میں کم تولتا ہوں۔ کوئی کہتا تھا کہ میں نے بہنوں کو حصہ نہیں دیا۔ کوئی کہتا تھا میرے لڑکوں کی آمدنی میں حرام شامل ہے، مختصر یہ کہ دلوں کے عیوب آج زبانوں پر آگئے تھے، اور ان کا برملا اعلان ہو رہا تھا، اگرچہ اچھرہ میں ہزار ہا مسلمان آباد تھے، مگر

ایک شخص بھی اکل حلال کا مدعی بن کر سامنے نہیں آیا تھا، بزرگان قصبہ کی گردنیں خم تھیں۔ باحساس مسلمان زمین میں غرق ہوئے جاتے تھے کہ آج ہزارہا مسلمانوں میں ایک شخص بھی نہیں ملتا جو ایک ایسے مہمان کو جو اکل حلال کا طالب تھا، ایک ہی وقت کا کھانا کھلا سکے، رات کے دس بج گئے مگر کسی گھر سے کھانا نہ گیا، اب سوال یہ درپیش تھا کہ کیا یہ مسافر اچھرہ سے بھوکا چلا جائے گا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی حرام کھانے پر مصر رہیں گے؟ جوں جوں وقت گزرتا جاتا تھا دلوں کا اضطراب بڑھتا جاتا تھا، یہاں تک کہ رات کے گیارہ بج گئے۔

آخر مجمع کے اندر امید کی کرن جلوہ گر ہوئی ایک شخص نے کہا: میں ابھی بہنوں کا حصہ دیتا ہوں اور اس نے دینے کا پختہ ارادہ کر لیا، دوسرے نے کہا میں گروی زمین چھوڑتا ہوں اور اس نے چھوڑ دی، تیسرے شخص نے کہا: میں آج کے بعد کبھی سود نہ لوں گا اور اس نے سود کا کاروبار ترک کر دیا، مختصر یہ کہ آن کی آن میں اچھرہ کے بیشمار مسلمانوں پر توبہ و استغفار کے دروازے کھل گئے، کسی نے رشوت چھوڑ دی، کسی نے جھوٹی گواہی کا پیشہ چھوڑ دیا، کسی نے راگ رنگ سے توبہ کر لی، کسی نے یتیموں کا غصب شدہ مال واپس کرنا طے کر لیا، اس کے بعد تائبین کی جماعت کھانا لے کر مسافر کے پاس آئی اور اسے بتایا گیا کہ اچھرہ کے بیشمار مسلمان اب اللہ کی بارگاہ میں جھک گئے ہیں، انہوں نے اپنی غلطیوں کو محسوس کر لیا اور اب عملی اصلاح و توبہ کے بعد آپ کے پاس آئے ہیں اور یہ کھانا پیش کرتے ہیں۔

مسافر نے جب یہ واردات سنی تو سجدے میں گر گیا، اس کے بعد دستر خوان بچھایا گیا جس میں سے مسافر نے چند لقمے کھائے اور اس کے بعد لوگوں کو رخصت کر دیا، صبح کے وقت اچھرہ کے بے شمار مسلمان جوق در جوق مسجد

میں آئے تا کہ باخدا انسان کی زیارت کریں جس کے زہد بے ریا نے اپنے صرف ایک عمل سے اچھرہ کے آدھے مسلمانوں کو صحیح معنوں میں سچا مسلمان بنا دیا تھا، مگر وہ حیرت زدہ رہ گئے جب انہیں بتایا گیا کہ مسافر تہجد کے بعد مسجد سے نکلا تھا اور واپس نہیں آیا۔

یہ واقعہ ہے جس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اہل اللہ کس طرح خلق خدا کی اصلاح کیا کرتے ہیں، اس مسافر نے کوئی وعظ نہیں کیا، کوئی کتاب نہیں چھاپی، کوئی درس وتدریس کا نصاب نہیں بنایا، وہ مغرب سے تہجد تک صرف چند گھنٹے اچھرہ کی جامع مسجد میں ٹھہرا، مگر جب وہاں سے نکلا تو صدہا مسلمانوں کی اصلاح ہو چکی تھی، بے شمار یتیموں کو اپنا حق مل چکا تھا، بے شمار لڑکیوں کو اپنا شرعی حصہ مل چکا تھا، بہت سے رشوت خور رشوت ستانی سے باز آ چکے تھے، بہت سے جواری جوا چھوڑ چکے تھے، یہ سب کے سب لوگ تقریباً وہ تھے جن پر صدہا مرتبہ قرآن پڑھا گیا، جنہیں بیسیوں مرتبہ وعظ سنائے گئے اور جن سے متعدد مرتبہ پنچائتوں نے جمع ہو ہو کر اہل حق کیلئے حق کے مطالبہ کئے مگر وہ ظلم وستم سے باز نہ آئے لیکن اب وہ ایک ہی رات میں اس طرح از خود گناہوں سے تائب ہو گئے کہ گویا انہوں نے کبھی گناہ نہیں کیا تھا، پھر لطف یہ کہ یہ سارا کام نماز مغرب سے شروع ہوا اور اسی رات گیارہ بجے ختم ہو گیا، ایسے ہی باعمل اور باخدا انسان ہیں جن کی نگاہوں سے قوموں اور ملکوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں آیئے اپنے اندر اخلاق اور صداقت پیدا کریں۔ (ماہنامہ فیضان حلیم)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سنتیں تو بے شمار ہیں جن کے ذریعے آپؓ نے ملک

وملت کی تنظیم کی ہے جیسے باجماعت تراویح کا نظام بنایا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں باجماعت تراویح کا نظام نہیں تھا۔ لوگ اپنے طور پر تراویح پڑھتے تھے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں بھی اسی طرح چلتا رہا۔ پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا زمانہ آیا تو انہوں نے باقاعدہ جماعت کے ساتھ تراویح کا نظام بنایا اور ملت کو منظم کیا، اسی طرح ایک مجلس کی اور ایک لفظ کی تین طلاقوں کو تین قرار دیا اور چور دروازہ بند کر دیا یہ بھی ملت کی تنظیم ہے۔ علاوہ ازیں عراق جو لڑ کر فتح کیا گیا تھا اس کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم نہیں کیں اور زمینوں پر جزیہ کی شرح مقرر کی۔ یہ سب ملک کی تنظیم ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے دو زبردست کام کئے ہیں: ایک جمعہ کی پہلی اذان بڑھائی۔ دوسرا: قرآن کو سرکاری ریکارڈ سے نکال کر لوگوں کو سونپ دیا اور امت کو لغت قریش پر جمع کر دیا۔ یہ حضرت عثمانؓ کے دو بڑے کام ہیں۔ جن کے ذریعہ انہوں نے ملت کی تنظیم کی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جمعہ کی دو ہی اذانیں تھیں، پہلی اذان اس وقت ہوتی تھی جب امام منبر پر آ کر بیٹھتا تھا، یہ اذان مسجد کے دروازے کی چھت پر ہوتی تھی، پھر خطبہ کے بعد نماز سے پہلے اقامت ہوتی تھی یہ دوسری اذان تھی، حضرت عثمانؓ کے زمانے میں مدینہ کی آبادی دور تک پھیل گئی، لوگ اذان کے بعد بھی خطبہ کے دوران آتے رہتے تھے، اس لئے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک اذان بڑھائی تاکہ سب لوگ خطبہ شروع ہونے سے پہلے مسجد میں پہنچ جائیں، چنانچہ پہلی اذان کے دس منٹ کے بعد حضرت عثمانؓ منبر پر تشریف لاتے تھے، پھر دوسری اذان امام کے

سامنے دی جاتی تھی، پھر نماز سے پہلے اذان یعنی اقامت ہوتی تھی، اس طرح جمعہ کی پہلی اذان کے ذریعہ حضرت عثمانؓ نے امت کو منظم کیا یہ آپؓ کی سنت ہے، حدیث نہیں۔

دوسرے کام کی تفصیل :۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد فوراً مسلیمہ کذاب کے ساتھ جنگ یمامہ پیش آئی، جس میں کافی حفاظ شہید ہوئے، حضرت عمرؓ نے صورت حال سے گھبرا کر صدیق اکبرؓ کو مشورہ دیا کہ قرآن کریم کو سرکاری ریکارڈ میں لے لیا جائے تاکہ اس کے ضائع ہونے کا اندیشہ نہ رہے، حضرت عمرؓ نے اس پر بہت اصرار کیا، چنانچہ صدیق اکبرؓ نے قرآن کو سرکاری ریکارڈ میں لے لیا، پھر حضرت عثمانؓ کے زمانہ کے آخر میں یہ بات سامنے آئی کہ لوگوں نے مختلف طرح سے قرآن لکھ رکھے ہیں۔ کسی نے نزول کی ترتیب سے، کسی نے لوح محفوظ کی ترتیب سے، اس سے اختلاف رونما ہونا ناگزیر تھا، چنانچہ جب حضرت حذیفہ بن الیمانؓ جنگ ارمینیہ اور آذربائجان سے لوٹے تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اختلافات کی اطلاع دی، اور عرض کیا کہ اس سے پہلے امت قرآن میں مختلف ہوجائے آپ اس کی خبر لیں، چنانچہ آپؓ نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلایا اور تین چار آدمیوں کی کمیٹی بنائی اور ان کو دوبارہ قرآن جمع کرنے کا حکم دیا۔

کمیٹی نے پانچ مصاحف تیار کئے، ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنے پاس مدینہ میں رکھا اور باقی مصاحف مختلف شہروں میں بھیج دیئے، اور حکم دیا کہ اب مسلمان اس قرآن سے نقلیں لیں اور یہ بھی حکم دیا کہ لوگوں نے جو مختلف قرآن لکھ رکھے ہیں وہ پایۂ تخت کو بھیج دیں، اس طرح حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو موجودہ قرآن پر جمع کر دیا۔

غرض حضرت عثمانؓ نے اس ایک کام کے ذریعہ دو کام کئے: ایک: لوگوں کو موجودہ قرآن پر جمع کردیا، اس لئے آپؓ جامع الناس علی ھذا القرآن ہیں مگر تخفیفاً آپؓ کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔

دوم: قرآن جو صدیق اکبرؓ کے زمانہ میں سرکاری ریکارڈ میں لیا گیا تھا اس کو ریکارڈ سے نکال کر مسلمانوں کو سونپ دیا (جمع قرآن کی تاریخ کے لئے تحفۃ الالمعی ۱:۶۱-۶۶ دیکھیں) چنانچہ آج بھی قرآن کریم دنیا کی کسی اسلامی حکومت کے ریکارڈ میں نہیں، سعودی حکومت قرآن کریم چھاپتی ہے، تفسیر چھاپتی ہے یہ اس کے لئے سعادت کی بات ہے، مگر سعودیہ سمیت کوئی اسلامی حکومت قرآن کریم کی محافظ نہیں۔ قرآن کریم کو حضرت عثمانؓ نے سرکاری ریکارڈ سے نکال کر مسلمانوں کو سونپ دیا ہے، جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے سونپا تھا۔ اب پوری ملت اسلامیہ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ دار ہے، کوئی اسلامی حکومت ذمہ دار نہیں، یہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا دوسرا بڑا کارنامہ ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سنت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بنتے ہی مسلمانوں میں جنگیں شروع ہوئیں، پہلی جنگ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہوئی، اس جنگ میں حضرت عائشہؓ اونٹ پر سوار تھیں اس لئے اس جنگ کا نام جنگ جمل پڑا، اس جنگ میں حضرت عائشہؓ کی فوج ہاری، اور مال غنیمت اکٹھا ہوا اور قیدی بھی پکڑے گئے، حضرت عائشہؓ بھی قیدیوں میں تھیں، حضرت علیؓ کی فوج نے مال غنیمت کی تقسیم کا مطالبہ کیا، حضرت علیؓ نے تقریر فرمائی کہ اگر مال غنیمت تقسیم ہوگا تو قیدی بھی غلام باندی بنائے جائیں گے، بس تم میں سے کون منحوس ہے جو اپنی ماں حضرت

عائشہؓ کو اپنی باندی بنائے گا؟ بس سناٹا چھا گیا اور مسئلہ طے ہوگیا کہ اگر مسلمانوں کی دو جماعتیں آپس میں لڑیں تو نہ مال، مال غنیمت ہوگا اور نہ قیدی غلام باندی بنائے جائیں گے، یہ حضرت علیؓ کی سنت ہے۔ (تحفۃ القاری مفتی سعید صاحب پالنپوری)

شوگر کے مریضوں کیلئے خوشخبری

دونوں وقت کھانا کھانے کے بعد نیچے لکھی ہوئی آیت کو صرف ایک مرتبہ پڑھ کر اپنے سیدھے ہاتھ کی پانچوں انگلیوں پر دم کرلیں اور پانچوں پوروں کو چاٹ لیں۔ دوا جو لے رہے ہوں وہ لیتے رہیں۔ آیت یہ ہے:۔

وَإِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ (سورہ الشعراء آیت نمبر ۱۳۰)

شوگر الحمدللہ بہت جلدی کنٹرول میں آتی ہے۔

منتخب اشعار

میرے دل کی راکھ کرید مت اسے مسکرا کر ہوا نہ دے
یہ چراغ پھر بھی چراغ ہے کہیں تیرا ہاتھ جلا نہ دے

☆☆☆

یہاں لوگ رہتے ہیں رات دن کسی مصلحت کے نقاب میں
یہ تیری نگاہ کی سادگی کہیں دل کے راز بتا نہ دے

☆☆☆

شب انتظار کی کشمکش میں نہ پوچھ کیسے سحر ہوئی
کبھی ایک چراغ بجھادیا کبھی ایک چراغ جلادیا

☆☆☆

کبھی آہ لب سے نکل گئی کبھی اشک آنکھ سے ڈھل گئے
یہ تمہارے غم کے چراغ ہیں کبھی بجھ گئے کبھی جل گئے

☆☆☆

نئے دور کے نئے خواب ہیں نئے موسموں کے گلاب ہیں
یہ محبتوں کے چراغ ہیں انہیں نفرتوں کی ہوا نہ دے

☆☆☆

کیوں میری مقدر پر آپ ہاتھ ملتے ہیں
کچھ چراغ ایسے ہیں بجھتے ہیں نہ جلتے ہیں

☆☆☆

مجھے چھوڑ دے میرے حال پر تیرا کیا بھروسہ ہے چارہ گر
تیری یہ نوازش مختصر میرا درد اور بڑھا نہ دے

☆☆☆

کبھی حسن پردہ نشیں بھی ہو ذرا عاشقانہ لباس میں
جو میں بن سنور کے کہیں چلوں میرے ساتھ تم بھی چلا کرو

....

نہیں بے حجاب وہ چاند سا کہ نظر کا کوئی اثر نہ ہو
اسے اتنی گرمئ شوق سے بڑی دیر تک نہ تکا کرو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں

ہو عرش تا فرش تلک درہم و دینار دریا سبھی موتی بنے، پارس بنے کہسار
ہو لعل و زمرد سے لدے یہ سارے اشجار ایک سمت کھڑے ہو میرے یہ سید ابرار
پھر یونس سے پوچھے کوئی، کیا لے نعلین کفِ پائے نبی سر پہ اٹھالے

حضرت والد صاحبؒ کے بارے میں

تا عمر آتے رہیں گے یاد مولانا عمر
خدمتِ دعوت کے خاطر وقف تھی جن کی عمر
ہم بھلا سکتے نہیں ان کا بیان قرآنی
ایک فرشتہ تھے وہ دنیا میں بشکل انسانی

....

محبت کے لئے کچھ خاص دل مخصوص ہوتے ہیں
یہ وہ نغمہ ہے جو ہر ساز پہ گایا نہیں جاتا
اپنی اپنی طلب، اپنے حوصلے کی بات ہے
چن لیا ہم نے تمہیں، سارا جہاں رہنے دیا

کینسر کا بہت ہی مجرّب علاج

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ

مذکورہ آیت ۲۰۲۲ مرتبہ پڑھ کر مریض پر دَم کیجئے پانی اور دوا پر دَم کر کے پلائے انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا آگے پیچھے ۱۱ مرتبہ درود شریف بھی پڑھ لیجئے۔

چھ نعمتیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ (یارسول اللہ) قرآن کریم کی آیت " لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ" (کہ آسمان اور زمین کی کنجیاں اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں) سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ (آسمان وزمین کی کنجیوں سے) یہ کلمات مراد ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ اَلْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

اے عثمان! جو شخص یہ کلمات صبح وشام دس (۱۰) دفعہ پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس کو چھ نعمتوں سے نوازیں گے۔

۱) شیطان اور اس کے لشکر سے اس کی حفاظت کی جائے گی۔
۲) اس کو اجر وثواب کا بڑا ڈھیر دیا جائے گا۔
۳) حورِ عین سے اس کا نکاح کیا جائے گا۔
۴) اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔
۵) وہ (جنت) میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہوگا۔
۶) بارہ فرشتے اس کی موت کے وقت حاضر ہوں گے اور اس کو جنت کی بشارت سنائیں گے اور اس کو قبر سے عزت واحترام کے ساتھ لے جائیں گے۔

(روح المعانی: ص ۲۲، ج ۲۴)

دیندار بننے کا آسان نسخہ

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ متعدد مقامات میں وعظ فرمانے کے بعد فرمایا کرتے تھے کہ میں ایک وعدہ لینا چاہتا ہوں اور وہ وعدہ یہ ہے کہ روزانہ سونے سے پہلے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور حاضر ہوکر یہ دعا کیا کرے، یا اللہ! میں آپ کے دین پر چلنا چاہتا ہوں، لہٰذا مجھے اپنا بنا لیجئے اور اپنا قرب عطا فرمادیجئے، تو میں ضمانت دیتا ہوں کہ چالیس دن تک کوئی یہ عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور دین پر چلنے کی توفیق عطا فرماتے ہیں۔

نوٹ:۔ الحمد للہ یہاں تک کے مضامین کی پروف ریڈنگ مدینہ منورہ سے ریاض تک کے سفر کے دوران ہوائی جہاز میں مکمل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ (آمین)

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کے دو اہم اور مجرب وظیفے

(الف) سارے حوائج کے لئے ہر فرض نماز کے بعد ۱۱ مرتبہ درود شریف پھر ۱۰۱ مرتبہ ایاك نعبد وایاك نستعین، پھر ۱۱ مرتبہ درود شریف۔

(ب) اولاد کو دین پر لانے کے لئے دن میں ایک مرتبہ ۳۱۳ مرتبہ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَ ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَاماً۔

ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی قرض، دشمنوں سے حفاظت کا نسخہ

ہر قسم کی بیماری، مصیبت، تجارتی قرض، دشمنوں سے بچاؤ اور حفاظت میں اللہ تعالی کے چاہنے سے یہ آیات صبح پڑھی جائے تو کبھی کبھی تو شام تک نتیجہ سامنے آجاتا ہے اور کبھی اللہ تعالی کے چاہنے سے تھوڑا انتظار کرنا پڑسکتا ہے لیکن تاثیر الحمد للہ اپنے وقت پر اثر دکھا کر رہتی ہے۔ دعا کے وقت صرف عربی متن ہی پڑھیں ترجمہ اس لیے لکھا گیا ہے کہ پڑھنے والا یہ سمجھ سکے کہ کیا پڑھ رہا ہے۔

آیاتِ توحید

1-وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۶۳﴾

(۱۶۳ سورۃ البقرۃ)

اور تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

2-اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ۭ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۭ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَاۗءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَـــــُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾ (سورۃ البقرۃ)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا نہ اس کی اونگھ دبا

سکتی ہے نہ نیند آسمانوں اور زمین میں جو کچھ بھی ہے سب اسی کا ہے ایسا کون ہے جو اس کی اجازت کے سوا اس کے ہاں سفارش کر سکے مخلوقات کے تمام حاضر اور غائب حالات کو جانتا ہے اور وہ سب اس کی معلومات میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا کہ وہ چاہے اس کی کرسی نے سب آسمانوں اور زمین کو اپنے اندر لے رکھا ہے اور اللہ کو ان دونوں کی حفاظت کچھ گراں نہیں گزرتی اور وہی سب سے برتر عظمت والا ہے۔

3-الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِیْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ الْفُرْقَانَ ۬ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِیْدٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾ سورۃ آل عمران

الم۔ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے نظام کائنات کا سنبھالنے والا ہے اس نے تجھ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی جو پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اسی نے اس کتاب سے پہلے تورات اور انجیل نازل فرمائی وہ کتابیں لوگوں کے لیے راہ نما ہیں اور اسی نے فیصلہ کن چیزیں نازل فرمائیں بیشک جو لوگ اللہ کی آیتوں سے منکر ہوئے ان کے لیے سخت عذاب ہے اور اللہ تعالیٰ زبردست بدلہ دینے والا ہے

4-اِنَّ اللّٰهَ لَا یَخْفٰى عَلَیْهِ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ ﴿۵﴾ هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۶﴾ سورۃ آل عمران

اللہ پر زمین اور آسمان میں کوئی چیز چھپی ہوئی نہیں وہی جس طرح چاہے ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بناتا ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے۔

5۔ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًۢا بِالْقِسْطِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿١٨﴾ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ سورۃ آل عمران

اللہ نے اور فرشتوں نے اور علم والوں نے گواہی دی کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی انصاف کا حاکم ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زبردست حکمت والا ہے بیشک دین اللہ کے ہاں فرمابرداری ہی ہے۔

6۔ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ﴿٨٧﴾ سورۃ النساء

اللہ وہ ہے جس کے سوا کوئی بندگی نہیں بیشک قیامت کے دن تم سب کو جمع کرے گا اس میں کوئی شک نہیں اور اللہ سے بڑھ کر کس کی بات سچی ہوسکتی ہے۔

7۔ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿١٠٢﴾ سورۃ الأنعام

یہی اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوائے اور کوئی معبود نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے پس اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے

8۔ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٦﴾ سورۃ الأنعام

تو اس کی تابعداری کر جو تیرے رب کی طرف سے وحی کی گئی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے منہ پھیرے

9-قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۪ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ سورۃ الأعراف

کہہ دو اے لوگو تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں جس کی حکومت آسمانوں اور زمین میں ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے پس اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول نبی امی پر جو کہ اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر یقین رکھتا ہے اور اس کی پیروی کرو تا کہ تم راہ پاؤ

10- وَمَاۤ اُمِرُوْۤا اِلَّا لِيَعْبُدُوْۤا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۳۱﴾ سورۃ التوبۃ

انہیں حکم یہی ہوا تھا کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے

11-فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۫ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۲۹﴾ سورۃ التوبۃ

پھر اگر یہ لوگ پھر جائیں تو کہہ دو مجھے اللہ ہی کافی ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اسی پر میں بھروسہ کرتا ہوں اور وہی عرش عظیم کا مالک ہے

12- حَتّٰۤى اِذَاۤ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْۤ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْۤا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

سورۃ یونس

یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا (فرعون) کہا میں ایمان لایا کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں اور میں فرمانبردار میں سے ہوں

13۔فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝۱۴ سورۃ هود

پھر اگر تمہارا کہنا پورا نہ کریں تو جان لو کہ قرآن اللہ کے علم سے نازل کیا گیا ہے اور یہ بھی کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس کیا تم فرمانبرداری کرنے والے ہو۔

14۔وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ۝۳۰ سورۃ الرعد

اور وہ تو رحمن کے منکر ہیں کہہ دو وہی میرا رب ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے

15۔يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ۝۲ سورۃ النحل

وہ اپنے بندوں سے جس کے پاس چاہتا ہے فرشتوں کو وحی دے کر بھیج دیتا ہے یہ کہ خبردار کر دو کہ میرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

16۔وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى۝۷ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى۝۸ سورۃ طه

اور اگر تو پکار کر بات کہے تو وہ پوشیدہ اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ کو جانتا ہے۔ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے سب نام اچھے ہیں

17-وَاَنَا اخْتَرْتُكَ فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوْحٰى ﴿۱۳﴾ اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ﴿۱۴﴾ سورة طه

اور میں نے تجھے پسند کیا ہے جو کچھ وحی کی جارہی ہے اسے سن لو بے شک میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی بندگی کرو اور میری ہی یاد کے لیے نماز پڑھا کرو۔

18-اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿۹۸﴾ سورة طه

تمہارا معبود ہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کے علم میں سب چیز سما گئی ہے۔

19-وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ﴿۲۵﴾ سورة الأنبياء

اور ہم نے تم سے پہلے ایسا کوئی رسول نہیں بھیجا جس کی طرف یہ وحی نہ کی ہو کہ میرے سوا اور کوئی معبود نہیں سو میری ہی عبادت کرو۔

20-وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۷﴾ سورة الأنبياء

اور مچھلی والے کو جب غصہ ہو کر چلا گیا پھر خیال کیا کہ ہم اسے نہیں پکڑیں گے اندھیروں میں پکارا کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے تو بے عیب ہے بیشک میں بے انصافوں میں سے تھا۔

21-فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ

الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ سورۃ المؤمنون

سو اللہ بہت ہی عالیشان ہے جو حقیقی بادشاہ ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں عرش عظیم کا مالک ہے۔

22-وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۲۵﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۲۶﴾ سورۃ النمل

اور جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو سب کو جانتا ہے۔ اللہ ہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

23-وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۷۰﴾ سورۃ القصص

اور وہی اللہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے اور اسی کی حکومت ہے اور تم اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

24-وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ سورۃ القصص

اور اللہ کے ساتھ اور کسی معبود کو نہ پکارو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اس کی ذات کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے

25 يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳﴾ سورۃ فاطر

اے لوگو اللہ کے اس احسان کو یاد کرو جو تم پر ہے بھلا اللہ کے سوا کوئی اور

بھی خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے روزی دیتا ہو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پھر کہاں الٹے جارہے ہو۔

26-اِنَّهُمْ كَانُوْٓا اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۙ يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾ سورة الصافات

بے شک وہ ایسے تھے کہ جب ان سے کہا جاتا تھا کہ سوائے اللہ کے اور کوئی معبود نہیں تو وہ تکبر کیا کرتے تھے۔

27- ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ﴿۶﴾ سورة الزمر

یہی اللہ تمہارا رب ہے اسی کی بادشاہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں پھرے جارہے ہو؟

28-حٰمٓ ﴿۱﴾ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ۙ ذِي الطَّوْلِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۳﴾ سورة غافر

حم۔ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جو غالب ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا قدرت والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

29-ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۡ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۶۲﴾ سورة غافر

یہی اللہ تمہارا رب ہے ہر چیز کا پیدا کرنے والا اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر کہاں الٹے جارہے ہو؟

30- هُوَ الْحَيُّ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۵﴾ سورۃ غافر

وہی ہمیشہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی کو پکارو خاص اسی کی بندگی کرتے ہوئے سب تعریف اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پالنے والا ہے۔

31- رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ إِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۷﴾ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْأَوَّلِيْنَ ﴿۸﴾ سورۃ الدخان

آسمانوں اور زمین کا رب ہے اور جو کچھ ان کے درمیان ہے اگر تم یقین کرنے والے ہو اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے پہلے باپ دادا کا بھی۔

32- فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ﴿۱۹﴾ سورۃ محمد

پس جان لو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اپنے اور مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگیئے اور اللہ ہی تمہارے لوٹنے اور آرام کرنے کی جگہ کو جانتا ہے۔

33- هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿۲۲﴾ سورۃ الحشر

وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں سب چھپی اور کھلی باتوں کا

جاننے والا ہے وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔

34-هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ سورۃ الحشر

وہی اللہ ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ بادشاہ پاک ذات، سلامتی دینے والا امن دینے والا، نگہبان زبردست، خرابی کا درست کرنے والا بڑی عظمت والا ہے۔ اللہ پاک ہے اس سے جو اس کے شریک ٹھیراتے ہیں۔ وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا ٹھیک بنانے والا صورت دینے والا، اس کے اچھے اچھے نام ہیں سب چیزیں اسی کی تسبیح کرتی ہیں جو آسمانوں میں اور زمین میں ہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔

35-اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

سورۃ التغابن

اللہ ہی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ ہی پر ایمانداروں کو بھروسہ رکھنا چاہیئے۔

36-رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ۝ سورۃ المزمل

وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں پس اسی کو کارساز بنالو۔ (ماخوذ از بکھرے موتی جلد دہم)